

مجموعۃ وصایا الامام

..... امام اعظم کی

وصیتیں اور نصیحتیں

تصنیف امام ابوحنیفہ نعمان بن الثابت رضی اللہ عنہ

امام اعظم کی مختلف تلامذہ اور متعلقین کو وصیتوں
کا مستند اور جامع ترین مجموعہ اور اردو ترجمہ

جمع و تالیف

مفتی رشید احمد العلوی

مکتبہ دارالمعارف العلویہ

اردو بازار لاہور

سلسلہ اشاعت: معارف الامام، نمبر: ۴

نام کتاب: امام اعظم کی وصیتیں اور نصیحتیں

نام مصنف: امام ابوحنیفہ

نام محقق: رشید احمد العلوی

نام ناشر: مکتبہ دارالمعارف العلویہ

قیمت کتاب: 250:00

تاریخ اشاعت: ۸ رجب المرجب ۱۴۲۶ھ / ۳۱ اگست ۲۰۰۵



ملنے کے پتے

فون # 0425747542 & 0300 4117020

mufti_rashid@yahoo.com

muftirashid@gmail.com

مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور
مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار
ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور
مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
مکتبہ الحسن اردو بازار لاہور
مکتبہ المیزان اردو بازار لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

کسی انسان کی عظمت اس کے اچھے کردار و سیرت پر منحصر ہے لیکن سیرت و عظمت کا راناموں کی اہمیت پر منحصر ہے اور سیرت و کردار میں جب تک رفعت عمل نہ ہو تو اچھی صورت باوجود اچھی ہونے کے کسی تعارف کی بلندی سے موصوف نہیں ہو سکتی۔

حضرت مولانا مفتی رشید احمد العلوی ایک علمی گھر آنے کے چشم و چراغ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بڑی صلاحاتوں سے نوازا ہے جو زندگی کے قیمتی لمحات ضائع کئے بغیر دین مبین کی خدمات میں کوشاں ہیں خطابت و تدریس کے ساتھ ساتھ تحقیق و تصنیف کا سلسلہ بھی جاری ہے اور جدید ذرائع ابلاغ (انٹرنٹ) کے ذریعے اشاعت دین کا کام جاری رکھے ہوئے ہیں۔

حضرت موصوف کی کتاب ”امام اعظم کی وصیتیں اور نصیحتیں“ کا بالاستیعاب مطالعہ کیا اس میں صاحب کتاب نے بڑی محنت اور محبت کے ساتھ امام صاحب کی قیمتی نصیحتوں کو کتابی شکل میں یک جا کر دیا ہے جس میں عربی متن کے ساتھ ساتھ ترجمہ اور مختصر تشریح بھی موجود ہے لہذا یہ کتاب عوام اور خواص میں یکساں مفید و نافع ہے

اس کتاب کے مطالعے سے جہاں امام صاحب کی شخصیت و کردار نمایاں ہوتے ہیں وہاں یہ کتاب عوام و خواص کے لئے زندگی کا قیمتی سرمایہ ہے خصوصاً علماء کے لئے ایسی قیمتی وصیتیں ہیں کہ اگر ان پر عمل کیا جائے تو دین و دنیا کی عظیم سعادتیں نصیب ہو جائیں نیز ایک عالم کو اپنی کردار سازی کا موقعہ، زندگی گزارنے کے اصول، امامت و خطابت کی ذمہ داریوں سے آگاہی حاصل ہوتی ہے اور اشاعت دین کی ترغیب ملتی ہے

کتاب کا اسلوب بیان نہایت پاکیزہ و شستہ ہے اور تحقیقات اپنے اکابر کے طرز پر عمیق اور اہل حق ہیں نیز ان وصایا پر محنت کرنے والے اکابرین کا ذکر خیر حضرت کی دین داری اور دیانت داری کا بین ثبوت ہے، اللہ تعالیٰ حضرت کی عمر دراز فرمائے اور فیض کو قائم تیار جاری اور قلم کو ہمیشہ حق گوئی کے لئے قبول فرمائے امید ہے اہل حق خصوصاً علماء و طلباء اس مجموعہ کی قدر دانی کریں گے؛

رَبَّنَا نَقِیْهِ لَنَا (لَا تُخِزْنَا) (الْمَسِیْعِ الْعَلِیْمِ)

(مولانا) محمد زاہد خطیب سیکرٹری بی ڈیفنس لاہور کنٹ

فہرست

- (۱): تمہید ۵
- (۲): کامل خطبہ حجۃ الوداع ۳۴
- (۳): امام حماد بن نعمان کے حالات ۵۷
- (۴): وصیت بنام امام حماد بن نعمان ۶۲
- (۵): وصیت بنام اصحاب عام ۸۳
- (۶): وصیت بنام امام عثمان البتی ۱۳۵
- (۷): اقوال عشرہ اصول فقہ حنفی ۱۴۹
- (۸): امام ابو یوسف کے حالات ۱۷۵
- (۹): وصیت بنام ائمہ عظام ۱۸۳
- (۱۰): وصیت بنام امام ابو یوسف ۱۹۵
- (۱۱): وصیت بنام امام نوح بن مریم ۲۴۳
- (۱۲): حنفی مذہب کے بنیادی اصول ۲۵۷
- (۱۳): تمہید وصیت بنام امام یوسف بن خالد ۲۶۵
- (۱۴): وصیت بنام امام یوسف بن خالد ۲۸۷
- (۱۵): متفرق وصیتیں ۳۰۶
- (۱۶): دیوان امام نعمان ۳۴۹
- (۱۷): مناجات امام ۳۵۵
- (۱۸): المراجع ۳۶۲



مہیّد

قال محمد بن الحسن

تَعَلَّمْ فَإِنَّ الْعِلْمَ زَيْنٌ لِأَهْلِهِ وَفَضْلٌ وَعُنْوَانٌ لِكُلِّ الْمَحَامِدِ

علم حاصل کیا کرو کیونکہ عالم کے لئے اسکا علم زینت، دوسروں پر فضیلت اور قابل تعریف بننے کا علم ایک اہم ترین عنوان ہے۔

وَكَانَ مُسْتَفِيدًا كُلَّ يَوْمٍ زِيَادَةً مِنَ الْعِلْمِ وَأَسْبَحَ فِي بُحُورِ الْفَوَائِدِ

اور ہر روز علم میں زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے والا بن جا اور ہر وقت علمی فوائد کے بحر بے کراں میں غوطہ زنی کرنے والا بن کر رہا کرو۔

تَفَقَّهُ فَإِنَّ الْفِقْهَ أَفْضَلُ قَائِدٍ إِلَى الْبِرِّ وَالْتَقْوَى وَأَعْدَلُ قَاصِدٍ

اللہ ﷻ کے دین میں فقہت پیدا کیا کرو کیونکہ دین میں فقہت کا ہونا نیکی اور تقویٰ کے راستے کا بہترین راہبر اور راہ اعتدال کا بہترین اصول ہے۔

هُوَ الْعِلْمُ الْهَادِي إِلَى سُنَنِ الْهُدَى هُوَ الْحِصْنُ يُنَجِّي مِنْ جَمِيعِ الشَّدَائِدِ

علم ایسی دولت ہے جو راہ ہدایت کی راہبری کرتا ہے اور ایسا مضبوط قلعہ ہے جس میں داخل ہونے سے آدمی اپنی تمام مشکلات سے نجات پالیتا ہے۔

فَإِنَّ فِقْهَهَا وَاحِدًا مُتَوَرِّعًا أَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ

بلاشبہ اکیلا فقیہ جو متقی بھی ہو وہ شیطان کے مقابلے میں ایک ہزار عبادت گزاروں سے زیادہ بھاری ہے۔



ذاتِ اللہ علیہ السلام

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد الانبياء
والمرسلين وعلى آله الطيبين واصحابه المصطفين ومن تبعه الى يوم
القيامة والدين برحمتك يا ارحم الراحمين

نصیحت یا وصیت کرنے کا رواج اتنا ہی قدیم ہے جتنا اس صفحہ ہستی پر
انسان کا وجود قدیم ہے اور تاریخ میں ہمیں بے شمار ایسے موقعے ملتے ہیں
جب مقدس لوگوں نے اپنے تابعین کو درست زندگی اور کامیاب آخرت کے
حصول کے لئے متعدد وصیتیں اور نصیحتیں فرمائی ہیں۔

قرآن کریم میں اللہ ﷻ نے حضرت لقمان کی اپنے بیٹے کو نصیحت کا
تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

وَإِقَالَ لِقَمَانُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ -

اور جب کہا لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے اے میرے بیٹے
اللہ ﷻ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا اس لئے کہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔
اور حضور اکرم ﷺ سے بھی لاتعداد وصایا منقول ہیں جنکو محققین نے کئی
جلدوں میں مدون کر دیا ہے۔

نصیحت کرنا سنت رسول ﷺ بھی ہے آپ نے فرمایا:

الدین النصيحة قيل لمن قال لله ولرسوله ولائمة المسلمين
 دین سراسر خیر و اہی کا نام ہے، آپ سے پوچھا گیا کس کے لئے؟ تو آپ
 نے فرمایا: اللہ کے لئے اور اسکے رسول کے لئے اور تمام ائمہ اسلام کے لئے
 نصیحت اصل میں دوسروں کے لئے دل میں خیر خواہی کا جذبہ ہونے
 کا اظہار ہے جو شخص جتنا زیادہ خیر خواہ ہوگا وہ اسی قدر اپنے تلامذہ اور
 متعلقین کو نصیحت کرے گا۔ امام اعظم کی پوری علمی عملی اور مالی زندگی
 دوسروں کے لئے خیر خواہی کا مرقعہ تھی یہی وجہ ہے کہ ہر خاص و عام، دوست
 و دشمن اور اپنا یا غیر امام اعظم کی خیر خواہی کا اقرار کرتا ہوا نظر آتا ہے۔
 امام اعظم کی خیر خواہی کے بارے میں امام زفر کا فرمان ہے:

جالست أبا حنيفة أكثر من عشرين سنة فلم أر أحداً أنصح
 للناس منه ، ولا أشفق عليه منه ، وكان يذل نفسه لله ، أما عامة النهار
 فهو مشغول في العلم وفي المسائل وتعليمها ، وفيما يستل من النوازل
 وجوابتها ، وإذا قام من المجلس عاد مريضاً ، أو شيع جنازة ، أو واسبى
 فقيراً ، أو وصل له ، أو سعى في حاجة ، فإذا كان الليل خلا للعبادة
 والصلاة ، وقراءة القرآن فكان هذا سبيله حتى توفي رحمه الله -

مناقب للمكي: ١/١٥٢

میں بیس برس تک امام اعظم کی خدمت میں رہا آپ سے بڑھ کر کسی کو
 نصیحت اور شفقت کرنے والا نہیں پایا، آپ اللہ ﷻ کے سامنے بہت

عاجزی کرنے والے، سارا دن تعلیم و تعلم مشغول رہتے تھے اور لوگوں کو نئے پیش آنے والے مسائل کا جواب دینے میں گزارتے تھے اور جب مجلس علم ختم ہوتی تو کسی مریض کی عیادت یا کسی جنازے میں شامل ہونے کے لئے یا کسی مفلس کی غمخواری اور اس کے ساتھ صلہ رحمی اور اسکی حاجت برآری میں مصروف نظر آتے تھے اور جب رات ہو جاتی تو عبادت اور نماز اور قرآن کریم کی تلاوت میں مشغول ہو جاتے تھے اور اسی انداز زندگی میں آپ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اللہ ﷻ آپ پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے۔

آپ کی نجی زندگی کا مشاہدہ کرنے والے آپ ہی کے ایک شاگرد امام ابراہیم بن رستم آپ کی تبحر علمی اور خوش خلقی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

لقيتُ الف عالم أو أكثر لم يكن واحد منهم يشبه ابا حنيفة في
البصرة والعلم والعقل ونعم كدخدائي العلم - (خادم العلم) - كان لامة

محمد ﷺ

ابوحنيفة العمان: ۹۰

میں نے ایک ہزار یا اس سے زیادہ علماء سے ملاقات کی ہے ان میں سے اپنی عملی زندگی میں ایک عالم بھی دانائی، وسعت علمی اور عقل و دانش میں امام ابوحنیفہ کی مانند نہ پایا اور آپ امت محمدیہ میں علم کے بہترین خادموں میں سے تھے۔

اپنے وقت کے اولیائے کبار میں سے امام داود الطائنی امام اعظم کا

تذکرہ مندرجہ ذیل کے الفاظ میں ارشاد فرماتے ہیں:

ذاك نجم يهتدى به السارى وعلم تقبله قلوب المؤمنين فكل
عالم ليس من علمه يعلم من حث كونه يعمل به فهو بلاء على حامله ،
والله هو اعلم بالحلال والحرام والنجاة من عذاب الجبار مع ورع
مستكن وخدمة دائمة

منقب لمكي: ۲/۶۳

وہ تو ایسے ستارے ہیں جس سے راہ چلنے والا ہدایت حاصل کرتا ہے
اور ایسا علم کا خزینہ ہیں جسکو مؤمنوں کے دل قبول کرتے ہیں اور جو عالم آپ
کے علم میں سے کچھ نہ جانتا ہو لیکن اسکے مطابق عمل کرنا چاہے ایسا علم اور عمل
اپنے حامل کے لئے بہت بڑی آزمائش ہے، ﴿اللہ﴾ کی قسم وہ حلال اور حرام کو
سب سے زیادہ جاننے والے ہیں اور تقویٰ اور پرہیزگاری کے ایسے راستے
جانتے ہیں جن کے اختیار کرنے سے رب جبار کے عذاب سے نجات حاصل
کی جاسکتی ہے۔

اور امام ابراہیم بن رستم ہی کا قول ہے:

كان ابو حنيفة طيب هذه الامة ، لأن الجهل هو الداء الذي لا
غاية بعده ، والعلم هو الدواء الذي لا غاية بعده ، ففسر العلم ابو حنيفة
تفسيرا شافياً انتهى به الجهل

ابو حنيفة النعمان: ۹۱

امام ابوحنیفہ اس امت کے طبیب ہیں اس لئے کہ جہالت ایسی بیماری ہے جس کے لگ جانے کے بعد آدمی کا بچنا مشکل ہے لیکن علم ایسی دواء ہے جس کے ملنے کے بعد آدمی یقیناً صحت یاب ہو جاتا ہے اور امام ابوحنیفہ نے علم کی ایسی کافی اور شافی تفسیر کی ہے جس کے جان لینے کے بعد آدمی سے جہالت کو سوں دور بھاگ جاتی ہے۔

اللہ ﷻ کا جتنا شکر ادا کیا جائے اتنا ہی کم ہے کہ اس ذات والا صفات نے توفیق نصیب فرمائی کہ صدیوں سے لوگوں کی توجہ جس کار خیر کی طرف نہ تھی ہمیں اس کی طرف متوجہ فرما دیا اور اپنے ایک بندہ مقبول متبع رسول بانی اصول حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کی قیمتی وصیتیں جو مختلف مجالس میں مختلف احباب کو کی گئی تھیں جمع کرنے کی توفیق نصیب فرمائی۔

اگرچہ حضرت امام اعظم نے بہت لوگوں کو متعدد وصیتیں فرمائی ہیں اور ان وصیتوں کی اہمیت آج کے دور میں بھی اتنی ہی ہے جتنی امام اعظم کے زمانے میں تھی اس لئے ضروری تھا موجودہ بے مذہبیت اور غیر مقلدیت کے دور میں امام والا شان کی قیمتی وصیتوں کو یک جا کیا جائے اور افادہ عام کے لئے اس کو شائع کیا جائے اس سے ممکن ہے امت میں فکری بے راہروی میں یک سوئی اور یک روئی کا کچھ راستہ دیکھا جاسکے۔

اس بابرکت وصیت نامے کی ابتداء میں بطور تمہید حضور اکرم علیہ

السلام کا آخری خطبہ حجۃ الوداع بمع ترجمہ نقل کیا گیا ہے جو روز ازل سے تا قیامِ روز جزاء ایک اسوۂ کاملہ ہے اور ساری انسانیت کے لئے ایک بین الاقوامی ازلی اور ابدی منشور کی حیثیت رکھتا ہے اور اگر اپنی تمام دنیاوی مسائل میں اسی کو پیش نظر رکھا جائے انسانیت دونوں جہانوں کی حقیقی کامیابی اور کامرانی میسر آسکتی ہے

اس مبارک اور پر از انوار الہی خطبہ کی ترتیب اور تالیف میں جو مشکلات اور محنت کرنی پڑی دعاء ہے کہ رب ذوالجلال اسکے وسیلہ جلیلہ سے رسول اللہ ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائے

وما توفیقی الا باللہ وعلیہ فلیتوکل المتوکلون

امام اعظم کے بارے میں یہ بات بعض لوگوں میں بڑی شہرت اختیار کر گئی ہے کہ انکو کوئی حدیث نہیں آتی تھی اور اگر کوئی بڑا احسان کرتا ہے تو انکو صرف سترہ احادیث کا عالم بتانے کے بعد اپنی تبحر علمی اور وسعت ظرفی کے سحر بے کرانی کی علمی آبیاری کا تحفہ قرار دیتا ہے۔

اس سلسلے میں صرف دو باتیں قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں

ان میں سے پہلی بات سترہ احادیث کے بارے میں ہے۔ اور دوسری بات امام اعظم کے مرویاتِ علم حدیث کے بارے میں ہے۔

سترہ احادیث کا مسئلہ

یہ مسئلہ تو بڑا واضح ہے اس کے بارے میں متعدد علماء نے بہت زیادہ تحقیقی کام کیا ہوا ہے اور ہم قبل ازیں ایک رسالہ بنام { شرح عشرین لابی حنیفہ } لکھ کر امام ابن خلدون کے مقدمہ میں بیان کئے گئے علمی تسامح کا ازالہ کر چکے ہیں کہ ان سترہ احادیث سے مراد امام اعظم کی براہ راست اصحاب نبی ﷺ سے سماعت اور روایت کردہ احادیث مراد ہیں جنکی تعداد اسناد کے تکرار اور روایات کے اختلاف کو چھوڑ کر پوری سترہ بنتی ہے اگر اس رسالے کو صرف ایک نظر دیکھ لیا جائے تو نہ صرف بہت سارے شکوک کا ازالہ ہو جائے گا بلکہ اسکے مطالعہ اور اپنے پاس رکھنے سے بھی روحانی ترقی کا سامان ہوگا اس لئے کہ یہ امام اعظم کے سلسلہ روحانیہ حنیفہ کے بکھرے ہوئے موتی ہیں جنکو تاریخ اسلامی میں اس جدید انداز سے الحمد للہ خدائے لم یزل ولا یزال کے فضل و احسان سے پہلی بار قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

اسکے بارے میں دوسری رائے یہ ہے کہ یہ مقدمہ میں تصحیف ہے وہ اس طرح کہ امام اعظم سے سترہ مسانید حدیث منقول تھیں اور ناقلین نے مسانید کو حذف کر دیا اور صرف احادیث باقی رہ گیا اور یوں یہ بات غلط العام ہو کر لوگوں میں پھیل گئی ہے کہ امام اعظم سے سترہ احادیث منقول ہیں جبکہ اصل

بات یہ ہے کہ امام اعظم سے احادیث کی سترہ مسانید منقول ہیں یہ حقیقت پر
مبنی بات ہے۔

اِس سَعَادَتِ بَزُورِ بَازِ وَنِيسَتِ تَانَهْ بَخْشَدِ خَدَائِهْ بَخْشَدِهْ

مل نہیں سکتی سعادت قوت بازو سے یہ
دے نہ دے توفیق جب تک میرا رب ذوالجلال

امام اعظم کی روایات:

امام اعظم عالم بالحدیث ہی نہیں حافظ الحدیث بھی تھے اسی لئے امام اعظم نے
اپنے بیٹے کو ایک نصیحت نامہ لکھا:

وَالتَّاسِعَ عَشْرَ: أَنْ تَعْمَلَ بِخَمْسَةِ أَحَادِيثٍ جَمَعْتُهَا مِنْ خَمْسِ مِائَةِ
أَلْفٍ:

اور انیسویں نصیحت یہ ہے کہ زندگی بھر پانچ احادیث پر عمل کرتے رہنا جنکو
میں نے پانچ لاکھ احادیث میں سے چنا ہے۔

لوگوں کے آپ کو قلیل الحدیث کہنے والی بات کے جواب میں آنکھیں کھولنے
کے لئے مندرجہ بالا قول کے ساتھ ساتھ مندرجہ ذیل اقوال پر نظر ڈالنی بیمار
ذہنوں کے لئے شفا کا سامان بن سکتی ہے۔

(۱): علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں:

وروی حماد بن زید عن ابی حنیفة احادیثٌ کثیرةٌ

حماد بن زید نے امام ابوحنیفہ سے بہت زیادہ احادیث روایت کی ہیں۔

(۲): علامہ ابن عبدالبر امام وکیع بن الجراح کا تذکرہ میں فرماتے ہیں:

وكان يحفظ حديثه كله وكان قد سمع من ابي حنيفة حديثاً
كثيراً

(جامع بيان العلم: ۹/۲۱۴)

انہوں نے حضرت ابوحنیفہ کی بہت ساری احادیث سن کر زبانی یاد کی ہوئی تھیں۔

(۳): محدث ابن عدی امام اسد بن عمرو کی حالات میں لکھتے ہیں:

وليس في اصحاب الرأى بعد ابي حنيفة اكثر حديثاً منه

(لسان الميزان: ۴/۱۳۸۴)

فقہاء میں امام ابوحنیفہ کے بعد اسد بن عمرو سے زیادہ احادیث جاننے والا کوئی
اور شخص نہ تھا۔

(۴): امام اعظم کی کثرت احادیث کا تذکرہ کرتے ہوئے خطیب

بغدادی فرماتے ہیں، امام عبدالرحمن المقرئ نے امام صاحب سے نو سو احادیث

سنی تھیں اور آپ:

وكان اذا حدث عن ابي حنيفة قال حدثنا شاهنشاه

(تاریخ بغداد: ۵/۳۳۴)

جب بھی امام ابوحنیفہ کی سند سے کوئی حدیث بیان فرماتے تو کہا کرتے تھے علم

حدیث کے شاہنشاہ نے یہ حدیث یوں بیان کی ہے۔

(۵): علامہ موفق الحسکی انہی کے بارے میں ان الفاظ سے تذکرہ

فرماتے ہیں:

وعبد اللہ بن یزید هو عبد الرحمن المقری من حفاظ
اصحاب الحدیث وکبرائهم اکثر عن ابی حنیفة الروایة فی
الحدیث

(المنقب للمؤفق: ۲/۳۲)

اور عبد اللہ بن یزید جن کا نام عبد الرحمن تھا اور المقری کے نام سے معروف تھے
آپ علم حدیث کے بڑے درجے کے حفاظ میں سے تھے اور آپ نے امام
ابو حنیفہ سے متعدد احادیث روایت کی ہیں۔

امام ابو حنیفہ کی کثرت یا قلت احادیث کا فیصلہ کرنے سے پہلے یہ دیکھ
لینا چاہئے کہ صحیح احادیث کتنی مقدار ہے جو رسول اللہ ﷺ سے منقول
ہیں لہذا متعدد محدثین کے بقول:

ان جملة الاحادیث المسندة عن النبی ﷺ یعنی الصحيحة
بلا تکرار اربعة آلاف واربع مائة حدیث

(توضیح الافکار: ۶۳)

رسول اللہ ﷺ سے بلا تکرار منقول مسند احادیث صحیحہ کی مقدار چار ہزار اور
چار سو ہے۔

(۶): اور امام ابو حنیفہ کے بارے میں امام صدر الائمہ المکی امام حسن بن
زیاد سے مندرجہ ذیل کے الفاظ نقل کرتے ہیں:

كان ابو حنیفة یروی اربعة آلاف حدیث الفین لحمد والفین

لسائر المشيخة وقد انتخب رحمه الله الآثار من أربعين ألف

حدیث

(المنقب لمؤفق المكي: ۱/۹۶)

امام ابوحنیفہ کی کل روایت کردہ احادیث کی مقدار چار ہزار ہیں دو ہزار امام حماد سے اور دو ہزار باقی مشائخ سے روایت کی ہیں۔ اور امام اعظم نے الآثار نامی کتاب چالیس ہزار احادیث میں سے منتخب کی تھی۔

فائدہ:

سوال: اگر احادیث کی کل تعداد چار ہزار تھی تو چالیس ہزار میں یا پانچ لاکھ احادیث میں سے منتخب کرنے کا کیا مطلب ہے؟

جواب ۱: اس کا یہ ہے کہ چار ہزار احادیث سے مراد احادیث صحیحہ ہیں البتہ احادیث غیر صحیحہ وغیرہ اس کے علاوہ ہیں

جواب ۲: یہ ہے کہ راویوں کی کثیر تعداد کی بنا پر احادیث کی تعداد بھی کثیر ہوتی گئی اس لئے احادیث کی تعداد زیادہ بن گئی۔

(۷): امام عبداللہ بن مبارک نے فرمایا

كتبْتُ كتب أبي حنيفة غير مَرَّةٍ ، كان يقع فيها زياداتٌ

فأكتبها

میں نے امام ابوحنیفہ کی کتابیں ایک سے زیادہ بار لکھی تھیں کیونکہ جب بھی امام صاحب ان میں کوئی اضافہ فرماتے میں انکو نئے سرے سے

لکھتا تھا۔

(۸): امام محمد بن سماعہ فرماتے ہیں

أن الامام ذكر في تصانيفه نيفاً و سبعين ألف حديث و
انتخب 'الأثار' من أربعين ألف حديث

(المناقب لعلي القاري ذيل الجواهر: ۲/۴۷۴)

امام صاحب کی تصانیف میں ستر ہزار سے زیادہ احادیث منقول تھیں جبکہ
آپ کی کتاب {الآثار} کو چالیس ہزار احادیث سے جن یہ مجموعہ مرتب کیا گیا
تھا۔

(۹): امام صدر الائمہ کی اس بارے میں مندرجہ ذیل فرمان ہے:

وانتخب ابو حنيفة 'الاثار' من أربعين ألف حديث ، وهو غير
'كتاب الاثار' لمحمد بن الحسن الشيباني

(المناقب لمؤلف المكي: ۱/۹۵)

امام اعظم کی کتاب الآثار کو چالیس ہزار احادیث میں سے جن کر یہ مجموعہ
مرتب کیا گیا تھا اور یہ کتاب الآثار امام محمد بن حسن الشیبانی کی کتاب الآثار
کے علاوہ تھی۔

(۱۰): امام صمیرؒ نے اپنی کتاب اخبار ابی حنیفہؒ میں اپنی سند

کے ساتھ ابو نعیمؒ سے نقل کیا ہے

“أول من كتب كتب أبي حنيفة أسد بن عمير“

سب سے پہلے امام صاحب کی کتابیں امام اسد بن عمیر نے لکھیں تھیں۔

(۱۱): امام یحییٰ بن نصر بن حاجب فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ أَبَا حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى يَقُولُ : عِنْدِي صَنَادِيْقٌ مِّنَ
الْحَدِيثِ مَا أَخْرَجْتُ مِنْهَا إِلَّا الْيَسِيرَ الَّذِي يَنْتَفَعُ بِهِ

مناقب للمکی: ۱/۹۶

میں نے امام ابوحنیفہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میرے پاس احادیث
رسول ﷺ کے صندوق بھرے ہوئے ہیں اور ان میں سے جو احادیث آپ
حضرات کے سامنے بیان کی ہیں وہ بہت معمولی تعداد میں ہیں۔
اسی لئے امام ابن جریج نے فرمایا کہ امام اعظم کے روایت کردہ مسائل میں
ہر ایک کی ایک مضبوط اصل ہے:

مَا أَفْتَى أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي الْمَسْئَلَةِ إِلَّا مِنْ أَصْلِ مُحْكَمٍ

مناقب لمکی: ۱/۹۵

امام ابوحنیفہ کے تمام فتاویٰ اور ہر مسئلہ کی ہمارے پاس ایک مضبوط اصل ہے
امام قدوری نے التجرید نامی کتاب لکھ کر اُمت پر بڑا
احسان فرمایا کہ اُن میں متعدد مسائل کی اصل بیان فرمادی ہے اور یہ کتاب
مطبوعہ ہے۔

اس لئے قارئین کی خدمت میں مؤدبانہ التماس ہے امام اعظم کے بارے
میں بہت جلد بدگمانی میں مبتلاء ہونے سے قبل میدان تحقیق کا دروازہ کھٹکھٹانا
چاہئے اس کے بعد کوئی رائے قائم کرنی چاہئے۔

علم حدیث میں امام اعظم سے حدیث کے پندرہ سے زیادہ نسخے

منقول ہیں اسکا تفصیلی تذکرہ کرتے ہوئے علامہ وہبی سلیمان غاوجی اپنی قیمتی تصنیف **أَبُو حَنِيفَةَ النُّعْمَانُ** میں فرماتے ہیں جسکا ترجمہ پیش خدمت ہے:

”بلاشبہ امام اعظم کی احادیث علماء میں محدثین اور حفاظ الحدیث کی ایک بہت بڑی جماعت نے نقل کی ہیں:

(۱): علمائے حنابلہ میں سے حافظ کبیر ابو بکر محمد بن ابراہیم الاصفہانی

متوفی: ۳۸۱ھ۔

(۲): حافظ ثقہ امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد الدوری بغدادی متوفی: ۳۳۱ھ۔

(۳): حافظ صدُر الدین موسیٰ ابن زکریا مصری معروف بالحکفی متوفی:

۶۵۰ھ۔

(۴): حافظ نجم الدین الکبریٰ احمد بن عمر مشہور بنام الزاہد مشہور المتوفی:

۶۱۸ھ۔

(۵): شیخ قاسم بن قطلوبغا مصری متوفی: ۸۷۹ھ۔

(۶): حافظ ابو محمد عبد اللہ بن محمد الحارثی معروف بالاسناذ السبذمونی متوفی

: ۳۴۰ھ۔

(۷): حافظ ابوالقاسم طلحہ بن محمد بغدادی متوفی: ۳۸۰ھ۔

(۸): عالم باعمل حافظ حجتہ فی العلوم ابوالحسن محمد ابن المظفر بن موسیٰ بغدادی

متوفی: ۳۷۹ھ۔

(۹): حافظ امام المشہور ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصفہانی متوفی: ۵۳۶ھ۔

(۱۰): شیخ حافظ محمد بن عبدالباقی انصاری متوفی: ۵۳۶ھ۔

(۱۱): حافظ امام مقتدی ابو احمد عبد اللہ جرجانی المعروف ابن عدی متوفی

: ۳۶۵ھ

(یہ صاحب ابتداء میں امام اعظم کے مخالفین میں سے تھے لیکن امام طحاوی کی شاگردی کے بعد امام اعظم کے محبین میں سے ہو کر انکی روایات میں ایک مسند کے جامع بنے ہیں)

(۱۲): حافظ حسن بن زیاد اللؤلؤی متوفی: ۲۴۰ھ۔

(۱۳): حافظ عمر بن حسن الأشتانی متوفی: ۳۴۹ھ۔

(۱۴): حافظ ابو بکر احمد بن محمد بن خالد کلاعی۔

(۱۵): قاضی امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری متوفی: ۱۸۲ھ۔

(۱۶): امام محمد بن حسن الشیبانی متوفی: ۱۸۷ھ۔

(۱۷): شیخ حماد ابن ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی۔

(۱۸): حافظ ابو القاسم عبد اللہ بن محمد ابی بن العوام سعدی۔

(۱۹): حافظ ابو عبد اللہ حسین ابن محمد بن خسرو بلخی متوفی: ۵۷۶ھ۔

(۲۰): ان میں سے آخری پندرہ مسانید کو امام ابوالمؤید خوارزمی

متوفی: ۶۶۵ھ نے ایک جگہ جمع کیا ہے۔

صاحب کشف الظنون نے ایک مسند بنام

(۲۱): مسند ماوردی بھی نقل کی ہے۔ اس قدر محدثین کی نقل روایت اس

بات کی واضح دلیل ہے کہ امام اعظم حفاظ الحدیث اور آپ کی مرویات کثیر تعداد تھیں، اور محدثین کی عادت یہ تھی کہ جس امام سے کثرت سے احادیث کی سماعت اور روایت نہ ہو اسکی کی مسانید جمع نہیں کی جاتیں تھیں۔

امام اعظم پہلے وہ شخص ہیں جنہوں سب سے پہلے احادیث نبوی کو فقہی ابواب میں مرتب کیا۔ اور اس میں ابتداء کتاب الطہارت اس کے بعد کتاب الصلاۃ کو مرتب کیا ہے اور باقی ائمہ نے اسکے بعد اس باب میں آپ کی تقلید کرتے چلے گئے ہیں۔

اسی لئے علامہ ابوالوفاء افغانی شرح کتاب الاثار کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

سب سے پہلی کتاب جو علم حدیث اور آثار و اخبار اور اقوال صحابہ میں سب سے بہترین انداز میں مرتب ہوئی ہے اسکا نام کتاب الاثار جس کے مصنف امام اعظم ابوحنیفہ ابن تمیمی فارسی کو فی ہیں۔ اور اس کے بعد مختلف ائمہ مثلاً مکہ میں ابن جریج، مدینہ میں مالک بن انس، بصرہ میں سعید بن عروبہ، عثمان البتی، شام میں امام اوزاعی نے امام اعظم کی تقلید کرتے ہوئے اسی انداز میں اپنی کتب احادیث کو مرتب کیا ہے۔

امام اعظم کی اپنی کتاب میں ہزاروں احادیث مرفوعہ اور موقوفہ منقول ہیں یہی وجہ ہے امام موفق اپنی کتاب مناقب امام مطبوعہ دائرہ معارف حیدرآباد دکن کے صفحہ: ۹۶ کی پہلی جلد کے چھٹے باب میں فرماتے

ہیں ”امام محمد بن شجاع کا بیان ہے کہ انکی تصانیف میں ستر ہزار سے زائد احادیث منقول ہیں اور امام ابوحنیفہ نے الآثار چالیس ہزار احادیث میں سے منتخب کی تھی

علامہ عبدالرشید نعمانی نے کتاب التعليم کی تعلیقات میں امام اعظم سے روایات اور مسانید نقل کرنے والے ائمہ میں سے مندرجہ ذیل نام بھی ذکر کئے ہیں:

(۲۲): حافظ العصر محدث بحر ابو العباس احمد بن محمد بن سعید کوفی المشہور ابن عقدہ متوفی: ۳۳۲ھ، اسی کی تفصیل بیان کرتے ہوئے علامہ بدرالدین محمد عینی تاریخ کبیر میں فرماتے ہیں ”امام ابوحنیفہ کی وہ مسند جسکو ابن عقدہ نے جمع کیا ہے وہ ایک ہزار احادیث کا مجموعہ ہے“ یہ مذکورہ مسانید کے علاوہ ہے۔

(۲۳): حافظ مفید مکثر فی الحدیث اور محدث عراق ابو حفص عمر بن احمد بن عثمان بغدادی الواعظ المعروف ابن شاہین متوفی: ۳۸۵ھ۔

(۲۴): مشہور محدث حافظ ابو الحسن علی بن عمر دارقطنی متوفی: ۳۸۵ھ۔

ان تین مسانید کو علامہ کوثری نے اپنی تصانیف التانیب کے صفحہ: ۱۵۶ میں نقل کی ہیں۔

(۲۵): ان مسانید کے جامعین میں سے حافظ زاہد عبداللہ بن محمد

انصاری متوفی: ۴۸۱ھ۔ جنہوں نے اپنے ایک شاگرد صاعد بن سیار ہروی کے

لئے مسند خراسان کے نام سے ایک مسند جمع کی تھی، اسی وجہ سے علامہ سمعانی نقل فرماتے ہیں کہ آپ فقیہ، مناظر، دین، پر عمل کرنے والے اچھی سیرت کے مالک تھے۔ اور ان کے دادا نے ابوالعلاء صاعد بن سیار سے اس مسند کی سماعت کی تھی اور ان سے امام ترمذی نے قاضی ابو عامر الجراحی از الجوبی کی سند سے سماعت کی تھی، اور کتاب الاحادیث جنکو ابو حنیفہ نے روایت کیا تھا اور انکو عبد اللہ بن محمد انصاری نے اپنے دادا قاضی صاعد کے لئے جمع کیا تھا۔

(۲۶): ان جامعین احادیث میں سے حافظ عالم مکشرفی الحدیث الحوال ابو الفضل محمد بن طاہر ابن علی المقدسی المعروف ابن قیسرانی متوفی: ۵۰۷ھ۔ جنہوں نے اطراف حدیث ابو حنیفہ پر ایک کتاب مرتب کی تھی، جیسا کہ: الجمع بین الصحیحین میں اسکے تفصیلی حالات مذکور ہیں۔

(۲۷): ان جامعین میں سے حافظ کبیر محدث شام اور ثقہ فی الدین ابو القاسم بن علی بن الحسن بن ہبہ اللہ المشہور ابن عسا کر متوفی: ۵۷۱ھ، انکی تصانیف میں بھی مسند ابو حنیفہ کا ذکر کیا گیا ہے۔

امام الکوشری نے تبیین الکذب المفتری اور مقدمہ تاریخ دمشق میں اسکا تذکرہ کیا گیا ہے۔

(۲۸): ان جامعین میں سے شیخ الحرم اور محدث عیسیٰ الجعفری مغربی

متوفی: ۱۰۸۰ھ میں جن کے بارے میں امام شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنی کتاب انسان العین فی مشائخ الحرمین میں کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”کہ آپ نے ایک مسند امام ابوحنیفہ مرتب فرمائی تھی اور اس میں امام صاحب سے عنعنہ کے ساتھ تمام احادیث نقل فرمائی تھیں“

ابو حنیفۃ النعمان: ۱۷۲

اسی بناء پر شیخ ابوزہرہ کا کہنا ہے کہ:

”اس بات میں کوئی قباحت نہیں کہ امام اعظم کی طرف احادیث مبارکہ کے ان نسخوں کی نسبت کی جائے اور امام اعظم کو ان کا مصنف قرار دیا جائے“

وصایا اور انکی اہمیت

ان وصایا سے اہم ترین تین وصیتیں ہیں

ایک تو ’وصیت بنام ساری امت‘ جو حضرت امام اعظم نے اپنی مرض الوفا کے وقت سارے تلامذہ اور دوستوں کو جمع کر کے خود لکھوائی تھی اور اس میں خاص بات یہ ہے جو آپ نے خود فرمایا:

”اعلموا أصحابی وأخوانی! وفقکم اللہ تعالیٰ ان فی مذهب

اہل السنة والجماعة اثنا عشر نوعاً من الخصال فمن کان یتستقیم علی
ہذہ الخصال، لا یكون مُبتدِعاً، ولا یكون صاحب الهوآء، فعلیکم

أصحابی واخوانی ان تكونوا فی ہذہ الخصال حتی تكونوا فی شفاعۃ

نبینا محمد ا یوم القیامۃ“

اے میرے ساتھیو اور بھائیو اللہ ﷻ ہر اچھے کام میں تمہاری مدد اور موافقت کرے۔

جان لو! کہ فلسفہ الہیات اور علم عقائد میں طبقہ اہل السنّت والجماعت کا رکن شمار کئے جانے کے لئے بارہ (۱۲) خصلتیں (نشانیوں) ہیں۔ اور جو شخص ان خصلتوں (نشانیوں) کو اپنے اندر پیدا کرے گا اور اس کے بعد ان پر مستقل مزاجی سے قائم رہے گا وہ کبھی اہل بدعت یا طبقہ اہل ہواؤ ہوس میں سے نہیں ہو سکتا ہے۔

میرے دوستو اور بھائیو! تم لازمی طور پر ان عادات کو اختیار کرو تا کہ قیامت کے دن نبی اکرم ﷺ کی شفاعت کے حق دار بن سکو۔ اور دنیا میں اللہ کی مدد اور نصرت کی ہوئی جماعت اہل السنّت والجماعت میں شامل ہو جاؤ۔

اور اس کے بعد امام اعظم نے بارہ باتیں تفصیل کے ساتھ ارشاد فرمائیں اور ہر ایک خصلت (عادت) کی ابتداء ایک لفظ **فُتِيَ** یعنی ہم اقرار کرتے ہیں کے الفاظ سے ابتداء کی ہے۔

دوسری اہم ترین اور جامع ترین وصیت بنام قاضی اسلام امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم الانصاری کے نام ہے:

قارئین کرام کی آسانی کے پیش نظر اسکو ہم نے پندرہ عنوانات تقسیم کر دیا ہے۔ اس تقسیم کا ہمارے سامنے واحد مقصد استفادہ عام ہے۔ ورنہ علامہ ابن نجیم نے اور دوسرے ائمہ کرام نے اس وصیت نامے کو ایک ترتیب

دار مضمون کی شکل میں نقل کیا تھا اور اس سے عام آدمی کا استفادہ مشکل ہو گیا تھا سوائے اس شخص کہ جو ایک ہی مجلس میں بیٹھ کر پوری توجہ کے ساتھ اس کو پڑھ ڈالے اور اس کے متنوع قسم کے مضامین اور کثیر مواد کی وجہ سے یہ ممکن نہ تھا البتہ مختلف عنوانات میں تقسیم ہونے کی وجہ سے استفادہ آسان اور سہل تر ہو گیا ہے ﴿اللہ تعالیٰ اس سے استفادہ کی توفیق نصیب فرمائے۔

اس وصیت نامے کے مخاطب خالص علمائے کرام ہیں۔ امام اعظم کی یہ وصیتیں اوت نصیحتیں رسول اللہ ﷺ کی سنت مبارکہ اور فرمان نبوی:

كلموا الناس على قدر عقولهم

لوگوں کے ساتھ جب بھی کوئی بات کرنا مطلوب ہو تو انکے مزاج اور عقولوں کو سامنے رکھتے ہوئے بات کیا کرو۔

کاممل اور کامل مصداق ہیں

یہ وصیت نامہ بندہ کاتب نے جب اپنے زمانہ تدریس میں درجہ تخصیص کے طلباء اور طالبات کو بالاستیعاب پڑھایا تو اس وقت کلاس میں موجود بعض طلباء نے التماس کی تھی کہ اس کا اردو میں ترجمہ کیا جانا بہت زیادہ فائدے کا باعث ہوگا اور انکی اس بات کو دل میں اس طرح بٹھالیا کہ آج ﴿اللہ تعالیٰ نے اسی وعدہ کو پورا کرنے کی خالی توفیق ہی نہیں بخشی بلکہ اس امام اعظم کے کامل اور مکمل وصیت نامے کے مرتب ہو جانے کا باعث بن گیا۔

دعا ہے کہ اللہ ﷻ امام اعظم کے اس روحانی اور علمی فیض کو اپنی بارگاہ اقدس میں قبول فرمائے اور امت مسلمہ میں اس کو قبولیت عامہ نصیب فرمائے اور اسکا فیض امت میں جاری و ساری فرمائے اور ان شاء اللہ اس دعاء کی قبولیت کا یقین کامل ہے اس لئے کہ اس کے مقدمہ کی قبولیت کی دعاء حطیم کے درمیان غلاف کعبہ کو پکڑ کر کی گئی ہے اور ان شاء اللہ اللہ ﷻ اسکو ضرور قبول فرما چکا ہے۔

اس وصیت نامے میں ایک اہم ترین وصیت نامہ امام یوسف بن خالد سستی کو لکھا گیا ہے جس میں امام اعظم فرماتے ہیں:

واعلم: انك متى اسأت معاشرة الناس صارو لك اعداء ولو كانوا لك امهات وآباء۔ وانك متى أحسنت معاشرة قوم ليسوا لك باقرباء صارو لك امهات وآباء۔

اور آپ یہ بات اچھی طرح جان لو کہ جب آپ لوگوں کے ساتھ انکے معاشرتی مسائل میں برائی کے ساتھ پیش آؤ گے تو اس کے نتیجے میں وہ آپ کے دشمن بن جائیں گے خواہ وہ آپ کے ماں باپ ہی کیوں نہ ہوں، اور اگر ان کے ساتھ ان کے مسائل میں حسن سلوک کے ساتھ پیش آؤ گے تو وہ لوگ آپ کے لئے غیر ہونے کے باوجود بھی آپ کے لئے ماں باپ کی طرح بن جائیں گے۔

ان وصیت ناموں میں ایک وصیت نامہ امام اعظم نے اپنے ایک

شاگرد علامہ عثمان البتی کے نام لکھا تھا۔

اس وصیت نامے میں اہم ترین بات یا اسکی اہمیت یہ ہے کہ جب بعض لوگوں نے امام اعظم پر مرجیہ ہونے کے الزامات لگائے تو امام اعظم نے اس غلط فہمی کا اس وصیت نامے میں خود جواب دیا ہے۔ اگرچہ یہ رواج شروع سے چلا آ رہا ہے کہ ناقلمین اور ناقدرین سنی سنائی باتوں پر بھروسہ کر کے اپنی کتب میں امام اعظم کے بارے میں مرجیہ ہونا لکھ ڈالا ہے اور اس بارے میں ذرہ برابر تحقیق اور تنقید کی ضرورت محسوس نہ کی ہے اور اس غلط فہمی کی تحریک اس قدر عام ہوئی کہ بڑے بڑے اہل علم اور اہل تقویٰ بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

لیکن حق کے متلاشی ہر دور میں حق کو ہی تلاش کیا کرتے ہیں اگرچہ انکی تعداد کم ہوتی ہے۔ انہی حق کے متلاشیوں میں سے ایک نام بصرہ کے ایک عالم دین علامہ عثمان البتی بھی ہیں انہوں نے امام اعظم کے بارے میں مرجیہ ہونے والی بات سنی تو بجائے سنی سنائی بات پر یقین کرنے کے براہ راست امام اعظم کو ایک خط ارسال کیا اس مسئلہ کی حقیقت دریافت کی اور اس کے جواب میں حضرت امام اعظم نے اس متنازعہ مسئلہ کے بارے میں اپنی پوزیشن واضح کی ہے آپ فرماتے ہیں:

”تمہارا خط مل گیا ہے؛ اور اس میں جو ہمدردانہ باتیں آپ نے لکھی ہیں ان کو اچھی طرح سمجھ چکا ہوں؛ اور تم نے جو خط میں یہ لکھا کہ

”خط لکھنے کا مقصد صرف طلب ہدایت اور خیر خواہی ہے“

اس کو میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں

اور تم نے ایک جگہ لکھا کہ تمہیں میرے فرقہٴ مرجیہ میں شامل ہونے کی اطلاع

ملی ہے نیز یہ کہ آپ کو اطلاع ملی کہ میں اس بات کا مدعی ہوں کہ

”مؤمن گمراہ بھی ہو سکتا ہے“

اور یہ میری طرف سے ایسی باتیں سننا آپ کے لئے تکلیف اور طبیعت پر

گرانی کا باعث ہوئی ہیں اور انہی باتوں نے آپ کو خط لکھنے پر مجبور کیا۔

لہذا جواب سنو! کہ

جو چیز اللہ ﷻ سے دوری کا باعث ہو وہ شرعی طور پر عذر نہیں بن

سکتی۔ اور یہ کہ کوئی انسان اپنی بنائی ہوئی باتوں سے کبھی راہ ہدایت اور

صداقت نہیں پاسکتا۔ شرعی طور پر کلمہ ”حق اور قول فیصل اگر کوئی چیز بن سکتی

ہے تو وہ صرف تین چیزیں ہیں (ایک): قرآنی ہدایت (دوسری) سنت

رسول ﷺ (تیسری): اصحاب رسول اللہ کا عمل۔

اس کے علاوہ سب کچھ بندوں کی ایجاد ہے، اور ایک لحاظ سے

بدعت کی تعریف میں آتی ہیں“

امام اعظم کا اس قدر واضح انداز کسی انسان کے لئے الجھاؤ یا شبہے کا

باعث نہیں بن سکتا لیکن اس کے باوجود موجودہ دور میں بھی ایسے لوگ ہیں جو

تاحال اپنی بے تکی راگنی الاپ کر بے سدھے سامعین سے داد وصول کرنے

کی فکر میں پڑ رہے ہیں۔

انہی وصایا میں امام اعظم کا امام نوح کو عدالتی اور قضائت کے معاملات میں وصیت فرمانا ایک مصلح کا ہی کام ہے اور ان میں بھی جب امام اعظم فرماتے ہیں کہ میں ایک عرصہ سے تیرے اندر قاضی بننے کا خواب مچلتا ہوا دیکھ رہا تھا یہ جملہ امام اعظم کے ایک زیرک اور باہوش اور بڑے مدبر استاد ہونے کی دلیل ہے۔

اور انہی باتوں کی اہمیت کے پیش نظر امام زرنوجی فرماتے ہیں:

ينبغي لطالب العلم أن يحصل على كتاب الوصية التي كتبها أبو حنيفة ليوسف بن خالد السمتي البصري رحمة الله عليه عند رجوعه الى أهله يجده من يطلبه وقد كان استاذنا شيخ الاسلام برهان الأيمة على بن ابى بكر قدس الله روحه العزيز، أمرني بكتابته عند الرجوع الى بلدى وكتبته ولا بد للمدرس والمفتي في معاملات الناس منه

(تعليم المتعلم: ۱۵-وصايا امام اعظم: ۹)

تمام طالب علموں کو چاہئے کہ امام اعظم کی کتاب الوصیت جو انہوں نے اپنے ایک شاگرد علامہ یوسف بن خالد سمتی بصری رحمہ اللہ کو اس وقت جب وہ تکمیل علم کے بعد واپس اپنے شہر بصرہ کو واپس جا رہے تھے تو انکو لکھ کر دی تھی اس وصیت کو ضرور حاصل کیا کریں، اور اسی وصیت کے بارے میں میرے استاذ امام برہان الدین مرغینانی (صاحب ہدایہ) نے میری تکمیل

تعلیم کے بعد مجھے لکھنے کا حکم فرمایا تھا اور میں نے اسکو لکھ لیا تھا۔ اس وصیت نامے کو حاصل کرنے کی ہر شخص کو پوری کوشش کرنی چاہئے اور ہر مدرس اور مفتی پر لازم ہے کہ وہ لوگوں کے ساتھ معاملات میں اس وصیت کو اسوہ بنائے۔

(ہم نے مذکورہ وصیت نامے کو اسی کتاب میں پوری تفصیل اور ترجمے کے ساتھ شامل کر دیا ہے؛

اللہ ﷻ مجھے اور میری اولاد کو اس کے مطابق عمل کی توفیق دے

اگرچہ یہ بات امام زرنوجی نے تو امام اعظم کے صرف ایک وصیت نامے کے بارے میں فرمائی تھی لیکن بندہ کاتب یہی بات اس تمام وصایا کے بارے میں عرض کرتا ہے کہ انکو اپنی زندگی میں پیش نظر رکھنا خیر ہی خیر ہے اور برکت ہی برکت ہے اور سلامتی ہی سلامتی ہے۔


اور اسی خیر و برکت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام مکی نے المناقب میں یوں ارشاد فرمایا:

نعمان ارهب بالمواعظ صحبه فرأ و رواء الحق فی ارہابہ

امام نعمان اپنے وعظ و نصیحت کے ذریعے اپنے احباب کو ڈراتے رہتے تھے اور انکے اس ڈراوے میں تم دیکھو گے کہ حق کی روایت انکے انداز بیان اور انکے برشکوہ الفاظ میں پوشیدہ ہے۔

او سألتنی عنہ وعن آدابہ فاقراً وصایاہ الی اصحابہ

تم مجھ سے امام اعظم کے اور انکے وصایا کے ادب و آداب کیوں نہیں پوچھتے ہو بات یہ ہے کہ انکے وصایا پوری توجہ کے ساتھ پڑھو جو انہوں نے اپنے ساتھیوں کو لکھے ہیں۔

تر عالم الفقه المعظم شانہ والحلم والتقوى ضمير اہابہ
جب تو ان میں ایک سرسری نظر دوڑاؤ گے تو ان میں دیکھو گے کہ آپ علم فقہ میں بڑی اونچی شان والے ہیں اور حلم و بردباری میں تقویٰ میں اور  کے خوف سے کانپتے ہوئے دل والے ہیں۔

وترى العبادة والتحزن والبكاء الخوف قائمة الى محرابه
اور تو انکو اللہ ﷻ کی عبادت میں اللہ ﷻ کی ملاقات کے غم میں اس کے سامنے رونے دھونے میں اور محراب میں اللہ کے سامنے کھڑے ہوئے عبادت کرنے میں مصروف پائے گا

اقراء كتاب ابى حنيفة تلتقط در السعادة من سطور كتابه
امام اعظم کی کتب سے استفادہ کیا کرو اس لئے کہ انکی کتب کی ہر ایک سطر میں سعادت مندی کے موتی چنے گئے ہیں۔

اقراء لتعلم انه خان على كل خليفة من جلال خطابه
علم دین حاصل کیا کر اور یہ بات اچھی طرح جان لے کہ امام اعظم اپنے عظیم انداز بیان سے ساری دنیا کے لئے علم دین کی دکان سجائے اور خود اسکے نگہبان بنے ہوئے ہیں۔

ان الائمة كلهم من بعده فى رفعة الغبراء من كتابه
امام اعظم کے بعد دنیا کے تمام ائمہ کرام انکی کتابت علم کی گرد راہ کے
راہی بنے انہی سے استفادہ کرنے میں مصروف ہو گئے ہیں۔

وارجو من الله خير الثواب ويهدى من اليه انيب آمين!
لا اله الا الله الحق المبين سبحان الله الملك الحق الامين

رشيد احمد العلوى

حال نزيل بمكة المكرمة

١٥ جمادى الثانى ١٤٢٦

بعد صلاة العصر



خطبہ حجۃ الوداع

..... تحقیق و ترجمہ

مفتی رشید احمد (علوی)





(۱): لا الہ الا اللہ وحدہ ، لا شریک لہ ، لہ الملک ولہ الحمد ، یحییٰ ویمیت وهو علی کل شیء قدير - لا الہ الا اللہ وحدہ ، وأنجز وعده ، ونصر عبده ، وهزم الأحزاب وحده -

اللہ وہ ذات ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے، اسکا کوئی شریک نہیں، ساری کائنات کی بادشاہی اسی کے لئے ہے اور ساری تعریفیں بھی اسی کے لائق ہیں۔ وہی ہر ایک کو زندہ کرتا ہے اور ہر ایک کو موت دیتا ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والی ذات ہے۔ ﴿اللہ﴾ وہ ذات ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے۔ وہ اپنے وعدے پورے کرنے والی ذات ہے اپنے بندے کی مدد کرنے والی ذات ہے اور بڑے بڑے لشکروں کو وہ اکیلا ہی شکست فاش دے دیتا ہے۔

.....

حضور اکرم ﷺ کی سنت مبارکہ تھی کہ جب بھی آپ کلام کا آغاز فرماتے ابتداء میں اللہ ﷻ کی تعریف بڑے بلیغانہ انداز میں فرمایا کرتے تھے جیسا کہ یہاں خطبے سے عیاں ہے۔

(۲): یاأيها الناس!

اسمَعُوا قَوْلِي! فَإِنِّي لَا أُرَانِي وَأَيَّاكُمْ أَن نَجْتَمِعَ فِي هَذَا الْمَجْلِسِ أَبَدًا -
وفى رواية: فَإِنِّي لَا أَدْرِي لَعَلِّي لَا أَلْقَاكُمْ بَعْدَ عَامِي هَذَا بِهَذَا الْمَوْقِفِ
أَبَدًا -

اے لوگو!

میری بات بڑے غور سے سنو۔ میرا نہیں خیال کہ اس مقام پر جہاں
آج میں اور آپ کھڑے ہیں اسی انداز میں ہم دوبارہ آپس میں نہ ملیں گے

-

اور ایک روایت کے الفاظ کے مطابق یوں ارشاد فرمایا: مجھے یوں لگتا ہے کہ
شائد اس مقام پر جہاں میں اب کھڑا ہوں آئندہ کبھی بھی یہاں آپ سے نہ
مل سکوں گا۔

.....

ان الفاظ سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جان چکے تھے کہ آئندہ
اس مقام پر دوبارہ حاضری نہیں ہوگی اصل میں صاحب ایمان کو اللہ ﷻ
ایک خاص نظر نصیب فرماتے ہیں جس سے عام لوگ محروم ہوتے ہیں اسی
لئے فرمایا: اتق فراسة المؤمن فإنه ينظر بنور الله. اللہ ﷻ کی
طرف سے مومن کو دئے گئے تقویٰ سے ڈرو اس لئے کہ وہ اللہ ﷻ کے نور سے
دیکھتا ہے

(۳): ایہا الناس!

انّ اللہ یقول:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَىٰكُمْ﴾

الا ! ان ربکم واحد ، وان ابائکم واحد -

الا ! لافضل لعربی علی عجمی ، ولا لعجمی علی عربی

ولا لآسود علی أبيض ، ولا لأبيض علی أسود-

وفی روایة: ولا لأحمر علی أسود ولا لآسود علی أحمر فضل الا بالتقوی

الانس من آدم ، وآدم من تراب ، الا کل مأثرة او دم او مال يدعی به فهو تحت قدمی هاتین ، الاسدانة البيت ، و سقایة الحاج -

اے لوگو! بے شک اللہ ﷻ فرماتے ہیں:

”اے لوگو ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہارے قبیلے اور خاندان بنائے تاکہ تم اپنا تعارف ایک دوسرے کو کروا سکو۔ اور تم میں سے زیادہ معزز وہ شخص ہے جو اللہ سے زیادہ تقوی اختیار کرنے والا ہے“

یاد رکھو! تمہارا پروردگار اکیلا ہے اور تم ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہو۔

خبردار!

کسی عربی کو کسی نجی پر اور نہ کسی نجی کو کسی عربی پر کسی قسم کی کوئی فضیلت ہے اسی طرح کسی کالے رنگ والے کو کسی سفید رنگ والے پر اور نہ سفید رنگ والے کو سیاہ رنگ والے پر کوئی فضیلت ہے۔

اور ایک روایت میں فرمایا: اور نہ سرخ رنگت والے کو کسی سیاہ رنگ والے پر اور نہ سیاہ رنگت والے کو سرخ رنگ والے پر کوئی فضیلت ہے۔ اور اگر کسی کو کسی دوسرے پر کوئی فضیلت ہے تو وہ صرف تقویٰ کی بناء پر ہے۔

تمام لوگ آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام کی ولادت مٹی سے ہوئی ہے اور اگر کوئی شخص کسی دوسرے پر اپنے خون یا اپنے مال کی وجہ سے اپنی برتری کا دعویٰ کرتا ہے وہ سب میرے قدموں کے نیچے ہیں۔ سوائے بیت اللہ کی تولیت اور حاجیوں کی خدمت گاری کے صرف انکو اپنے کام سرانجام دینے میں ترجیح دی جائے گی

.....

اس فرمان نبوی ﷺ سے معلوم ہو گیا کہ دنیا میں کسی شخص کو کسی دوسرے پر کوئی ترجیح یا فوقیت نہیں ہے۔ اور اگر کوئی فوقیت ہے تو وہ صرف اور صرف تقویٰ اور پرہیزگاری کی وجہ سے ہے۔ اور تقویٰ کی حقیقت جاننے کا معاملہ بندے اور اللہ ﷻ کے مابین ہے کوئی انسان اندازہ نہیں لگا سکتا۔ اس لئے انسانوں کو انسانی حدود میں رہتے ہوئے ایک دوسرے کے ساتھ برابری اور مساوات اختیار کرنی چاہئے۔

(۴): ثم قال يا معشر قريش!

لاتجيبو بالدينيا تحملونها على رقابكم ، ويجيء الناس بالآخرة۔

فلا أغنى عنكم من الله شيء۔

معشر قريش ان الله قد اذهب عنكم نخوة الجاهلية وتعظمها

بالأباء

اس کے بعد قبیلہ قریش کو مخاطب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

اے قریش کے لوگو !

دنیا کے پیچھے ایسے نہ پڑ جانا کہ تم اللہ کے پاس جب پیش کئے جاؤ تو تمہاری گردنیں دنیا کے بوجھ کے نیچے دبی ہوئی ہوں اور اسکے مقابلے میں دوسرے لوگ جب اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوں تو وہ آخرت کے ساز و سامان کی مکمل تیاری کر کے آئے ہوئے ہوں ایسی صورت میں میں تمہاری اللہ ﷻ کی بارگاہ میں کوئی مدد نہیں کر سکوں گا۔

اے قبیلہ قریش! اللہ ﷻ نے تمہیں جاہلیت کے زمانے کے کبر اور نخوت اور اپنے آبا و اجداد کے نام پر اپنے آپ کو بڑا بنانے والی عادات سے پاک کر دیا ہے۔

.....

چونکہ حضور ﷺ کی پیش گوئی ہے کہ صحیح معنوں میں ائمہ قبیلہ قریش میں سے ہی ہونگے اس لئے ائمہ اور حکمران طبقے کو خاص طور سے نصیحت فرمائی ہے۔

(۵): اَيُّهَا النَّاسُ!

ان دماءکم و أموالکم و اعراضکم علیکم حرام الی یوم تلقوا ربکم ، کحرمة یومکم هذا ، و حرمة شهرکم هذا فی بلدکم هذا ، و انکم ستلقون ربکم فیستلکم عن اعمالکم وقد بلغت الا: فلا ترجعوا بعدی ضلالاً یضرب بعضکم رقاب بعضٍ ، و ستلقون ربکم فلیستلکم عن اعمالکم؛

اے لوگو! تمہارے آپس کے خون اور مال اور آپس کی عزتیں ایک دوسرے پر قیامت تک کے لئے اسی طرح قابل تحریم و تکریم بنا دی گئی ہیں جیسے آج کے دن ، موجودہ مہینے اور اس شہر مکہ کا احترام ہمیشہ کے لئے لازم کر دیا گیا ہے

تم جلد ہی اپنے پروردگار سے ملنے والے ہو اور وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھے گا اور میں نے یہ بات صحیح معنوں میں تمہارے تک پہنچا دی ہے۔

خبردار!

میرے بعد گمراہی کے راستے پر نہ چل پڑنا اور ایک دوسرے کی گردنیں نہ کاٹتے پھرنا اور جلد ہی تم اپنے پروردگار سے ملنے والے ہو اور وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں ضرور پوچھے گا۔

(۶): اَيُّهَا النَّاسُ!

اسمعو اقولى واعلموا ان كل مسلم اخو المسلم ، وان المسلمين
اخوة ، ارقائكم ارقائكم ، اطعموهم مما تأكلون ، و اكسوهم مما
تلبسون

الآ: كل شىء من امر الجاهلية تحت قدمى موضوع وان كل دم فى
الجاهلية موضوعة۔

وان اول دم أضع وفى رواية يوضع من دمائنا دم ربيعة بن الحارث بن
عبد المطلب وكان مسترضعا فى بنى سعد وفى رواية فى بنى ليث فقتله
بنو هذيل وهو اول ما ابراء من الجاهلية۔

فمن كانت عنده أمانة فليئدها الى من ائتمنه عليها۔

وان كان ربا وفى رواية : ربا الجاهلية موضوع ولكم رؤوس اموالكم
لا تظلمون ولا تظلمون قضى الله ان لا ربا۔

وأول ربا أضع من ربانا ربا عباس بن عبد المطلب فإنه موضوع كله۔
اے لوگو !

میری ایک بات توجہ سے سنو اور اسکے مطابق عمل کرو

اور وہ یہ کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور تمام مسلمان آپس میں
بھائی بھائی ہیں۔ تم میں سے جو غلام ہیں وہ نرم روی کے محتاج ہیں لہذا اس
بات کو اپنی عادت بنا لو کہ آئندہ سے جو چیز تم خود کھایا کرو وہی انکو کھلایا

کر اور جیسا لباس تم خود پہنتے ہو ویسا ہی انکو بھی پہنایا کرو۔

خبردار!

جاہلیت کے کاموں میں سے ہر کام میرے پاؤں کے نیچے ہے۔ اور جاہلیت کے زمانے میں اگر کسی کا کسی پر خون بہا (فدیہ) تھا وہ بھی معاف کیا جاتا ہے۔

اس میں سے پہلا خون جو میں معاف کرنے کا اعلان کرتا ہوں۔

اور ایک روایت میں فرمایا: جو خون ہمارے خونوں میں سے معاف کر دیا گیا وہ ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کا خون ہے جو قبیلہ بنی سعد (ایک روایت کے مطابق قبیلہ بنی لیث) کی رضاعت میں تھے اور بنی ہذیل نے انکو قتل کر دیا تھا یہ سب سے پہلا خون ہے جس کو میں معاف کرتے ہوئے اس عمل کی ابتداء کرتا ہوں۔

اور اگر کسی شخص کے پاس کسی کی امانت ہو تو اسکو لازم ہے کہ جس نے اسکے پاس امانت رکھوائی تھی اسکو واپس دیدے۔

اور اگر کسی شخص کا کسی کے ساتھ سودی معاملہ ہو اور ایک روایت میں یوں ارشاد فرمایا کہ ہر قسم کا سودی لین دین آج ختم کیا جا رہا ہے اور تمہیں صرف اور صرف تمہارا اصل زر ہی ملے گا اور اسی کے تم اصل حق دار ہو۔ اسلئے کہ نہ تم ظلم کئے جائے گا اور نہ کسی کو کس دوسرے پر ظلم کرنے کی اجازت دی جائے گی۔

اور سب سے پہلی سود کی رقم جو ہمارے خاندان میں عباس بن عبدالمطلب کی ہے وہ سارے کا سارا آج ختم کیا جاتا ہے۔

نبی ﷺ کے اس بیان میں امت مسلمہ کے برسر اقتدار آنے والے لوگوں کے لئے ایک ایسا سنہری اصول بیان کیا گیا ہے جو انقلابی سیاست کے لئے ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

اور وہ اصول یہ ہے کہ جب بھی کسی معاشرے میں انقلابی انداز میں کوئی نیا نظام زندگی متعارف کروایا جائے وہ معاشرے میں اثر و نفوذ پیدا کرنے کے لئے کچھ قربانیاں مانگتا ہے تب جا کر وہ لوگ صحیح معنوں میں اس نظام زندگی کی حقیقی برکات سے معنوں میں مستفید ہو سکتے ہیں۔ اور اگر ایسا نہ کیا جائے تو وہ انقلاب خود بخود ناکام ہو جایا کرتا ہے کیونکہ بعد میں ان لوگوں کے ان بے معنی مسائل کو سلجھانے میں ہی ساری توانائی صرف ہو جائے گی اور کوئی نئی بنیاد نہ ڈالی جاسکے گی۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعد والے لوگوں کے لئے ایک ایسی بنیاد رکھی جو عام لوگوں کے معاشرتی انقلاب کے لئے ایک بہترین اسوہ کی حیثیت کے ساتھ ساتھ سیاسی نظام میں بھی بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے۔

(۷): ایہا الناس!

ان اللہ عز وجل قد اعطى كل ذى حق حقه ، فلا وصية لوارث۔

الولد للفراش وللعاهر الحجر وحسابهم على اللہ۔

من ادعى الى غير ابيه ، او تولى ۔

وفى رواية : وانتمى الى غير موالیه فعليه لعنة اللہ ۔

ألا! لا يحل لامرأة ان تعطى من مال زوجها شيئا الا باذنه۔

الدين مقضى، والعارية موداة۔

والمنحة مردودة، والزّعيم غارم۔

ولا يحل لامرئ من مال لاخته الا ما أعطاه اياه عن طيب نفس منه ، فلا

تطمئن أنفسكم ۔

وفى رواية فلا تظلموا انفسكم ۔

الا! قد بلغت؟

اے لوگو!

بلاشبہ اللہ ﷻ نے ہر حق دار کا حق متعین فرما دیا ہے لہذا اب شرعی وارث

کے لئے وصیت کی ضرورت نہیں ہے۔

اور اگر کسی کے ہاں بچہ پیدا ہو تو وہ صاحب خانہ کا بچہ سمجھا جائے گا اور

بدکاری کا الزام لگانے والے کو سزا کے طور پر پتھر مارے جائیں گے اور

اصل حقیقت حال کا فیصلہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے گا۔

جو شخص اپنے والدین کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنا انتساب کرتا ہے یا اپنے موالی سے ہٹ کر کسی اور کی طرف انتساب کرتا ہے۔

یا ایک روایت میں یوں فرمایا: کہ جو شخص اپنے آپ کو کسی اور کے موالی میں بتاتا ہے اس پر اللہ ﷻ کی لعنت ہو۔

عورتیں دھیان سے سنیں !

کہ کسی عورت کو یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے خاوند کا مال اسکی اجازت کے بغیر کہیں خرچ کیا کریں۔

قرض مقروض پر واجب الاداء ہے، کسی سے ادھار مانگ کر لی گئی اشیاء امانت ہیں۔

اور استعمال کے لئے دی گئی اشیاء قابل واپسی ہیں، کفیل یا سردار اپنے امور کی سرانجام دہی کا پابند ہے۔

کسی مرد کے لئے اس کے بھائی کا مال لینا حلال نہیں جب تک کہ وہ اپنی آزاد مرضی سے اسکو نہ دیدے لہذا کسی کا مال لے کر دل مطمئن نہ کر لیا کرو۔

ایک روایت میں یوں الفاظ ہیں کہ ایک دوسرے کے حقوق دبا کر ظلم نہ کیا کرو

اس کے بعد پوچھا

دھیان سے بتاؤ! کیا یہ بات میں نے تمہارے تک پہنچا دی ہے؟

(۸): آیہا الناس!

فاتَّقوا اللّٰهَ فى النِّساءِ انّ لکم على نساءکم حقّاً ، ولهم علیکم حقّاً۔

لکم علیہنّ ان لا یواطئنّ فرشکم احداً تکرهونه ، وعلیہن ان لا یأتین بفاحشۃ مبینة -

فان فعلن فان اللّٰهَ قد اذن لکم ان یتجرّوهن فى المضاجع ، وان تضربوهن ضرباً غیر مبرح ، فان انتهین فلهن رزقهن وکسوتهن بالمعروف -

واستوصوا بالنِّساءِ خیراً ، فانّهن عوان لکم وفى رواية : عندکم عوان ، لا یملکن لأنفسهن من الخیر شیئاً۔

فاتَّقوا اللّٰهَ فى النِّساءِ فانّکم ان اخذتموهنّ بامانة اللّٰهَ ، واستحللتم فروجهنّ بکلمات اللّٰهَ
اے لوگو !

عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اس لئے کہ تمہاری عورتوں کے تمہارے ذمے حقوق ہیں اور کچھ تمہارے حقوق ان کے ذمے بھی ہیں۔

انکے ذمے تمہارا حق تو یہ ہے کہ تمہاری مرضی کے بغیر کسی کی خدمت گزاری نہ کریں اور جن کو تم ناپسند کرتے ہو اسکو اپنے گھر میں نہ آنے دیں۔ اور یہ کہ

کوئی کھلے عام فحاشی اور گناہ کا کام سرانجام نہ دیں اور اگر وہ کوئی ایسا گناہ سرانجام دیں تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں اجازت دی ہے کہ انکا بستر جدا کر دو اور اگر ان پر ہاتھ اٹھانے کی ضرورت پیش آئے تو اس بارے میں ایسا انداز اختیار کرو کہ وہ اس طرز عمل کو دیکھ کر وہ برا عمل ترک کر دیں اور انکو کھلے عام نہ مارا کرو۔ اور اگر وہ اپنی ان بری حرکات سے باز آجائیں تو انکو کھلانا پلانا احسن طریقے سے تمہارے ذمے لازم ہوگا۔

اور تمہیں عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ تمہاری معاون ہیں اور روایت میں فرمایا: وہ تمہارے پاس معاون ہیں۔ وہ اپنے پاس کسی چیز کی ملکیت نہیں رکھتی بلکہ اپنا سب کچھ دوسروں پر لٹا دینے کی فطرت پر پیدا کی گئی ہیں۔

لہذا عورتوں کے معاملے میں اللہ ﷻ سے ڈرو اگر انکو تم اپنے قبضے میں لینا چاہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے امانت کے طور پر لیا کرو، اور انکو اپنے اوپر ساتھ نکاح کے ذریعے حلال کرنا چاہو تو اللہ تعالیٰ کے نام اور اسکے کلمات کے ساتھ حلال کیا کرو۔

آجکل عورتوں کے لئے تو بڑا خاص اصول ہے اور عام زندگی میں اسکو سامنے رکھنا لازم ہے تاکہ وہ غیروں کے ہاتھ میں کھلونا نہ بنیں بلکہ اپنا اصل مقام جان سکیں

(۹): فاعقلوا أيها الناس!

واسمعوا قولی فانی قد بلغت۔

وانی قد ترکت فیکم ما لن تضلوا بعده أبداً إن اغتصمتم به کتاب اللہ۔

وفی روایۃ: ما إن استعصمتم به فلن تضلوا أبداً کتاب اللہ وسنة نبیہ۔

واياکم والعلو فی الدین ، فانما أهلك من قبلکم العلو فی الدین۔

ان أمر علیکم عبداً مجدع اسود یقودکم بکتاب اللہ فاسمعوا له

وأطیعوا۔

اے لوگو میری بات دھیان سے سنو اور اچھی طرح سمجھو !

کیونکہ میں اپنا فریضہ رسالت ادا کر رہا ہوں:

بلاشک و شبہ میں تم میں ایک ایسا طریقہ چھوڑے جا رہا ہوں اس کو اختیار کرنے

نے کے بعد تم کبھی گمراہ نہیں ہو گے اور ان میں ایک کتاب اللہ ہے۔

اور ایک روایت یوں ارشاد فرمایا: اگر تم اسکو مضبوطی سے پکڑے رکھو گے تو

کبھی گمراہ نہیں ہو گے ان میں پہلی کتاب اللہ اور دوسری اس کے نبی ﷺ کی

سنت کو اپنی عملی زندگی میں اختیار کرنا ہے

اور تم دین کے کاموں میں غلو کرنے سے بچو اس لئے کہ تم سے پہلے لوگوں کو

دین کے کاموں میں غلو اختیار کرنے کی وجہ سے ہلاک کیا گیا۔

اگر تم پر کوئی کالا سیاہ غلام بھی آقا بنا دیا جائے جب تک وہ کتاب اللہ کے

مطابق فیصلہ کیا کرے اسکی بات دھیان سے سننا اور اسکی اطاعت کرنا لازم

ہے

.....

اس آخری خطبے کو اگر سنگ میل کی حیثیت سے تسلیم کر لیا جائے تو رسول اللہ ﷺ کی کسی اور بات کو سامنے رکھے بغیر ہم بلاوجہ کی فرقہ واریت سے بچ سکتے ہیں

کیونکہ آجکل بعض لوگوں میں یہ بات جڑ پکڑ گئی ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل کرنے سے مراد احادیث نبویہ پر عمل کرنا ہے اسی لئے انہوں نے احادیث کی کتب کو عمل کی بنیاد بنا لیا ہے جبکہ نبی علیہ السلام کے اس آخری خطبے کے الفاظ میں واضح طور سے فرمایا کہ عمل کے لئے میری سنت کو اختیار کرو۔

اسلئے کہ ایک ہی کام کے بارے میں احادیث ایک سے زیادہ ہو سکتی ہیں جبکہ سنت ساری زندگی میں صرف ایک ہی ہوتی ہے۔

اس بات کو اگر اچھی طرح سمجھ لیا جائے تو حدیث پر عمل کی دعوت سے جو فرقہ واریت پھیل رہی ہے وہ خود بخود دم توڑ جائے گی۔

اللہ ﷻ سے اخلاص دل کے ساتھ یہ دعا ہے کہ وہ ہمیں آپس میں اتفاق اور اتحاد کی دولت نصیب فرمانے کے ساتھ دنیا میں غلبہ اسلام کے لئے قبول فرمائے۔ آمین

(۱۰): یا ایہا الناس !

وان الشیطان قد یئس من ان یبعد فی ارضکم هذه وفى رواية فى بلدکم هذا ابداء، ولكن ستکون له طاعة فیما تحتقرون من اعمالکم فسیرضی به - وفى رواية : ولكنّه رضی ان یطاع فیها سوى ذلك مما تحتقرون من اعمالکم فاحذروه على دینکم

الا: فاعبدوا ربکم ، وصلوا خمسکم ، وصوموا شهرکم ، وادّوا زکاة اموالکم طیبة بها انفسکم ، وتحجّوا بیت ربکم ، واطیعوا ولاةً وفى رواية : ذا أمرکم ، تدخلوا جنّة ربکم
الا: لا یجنى جان الاعلی نفسه -

الا: لا یجنى جان على ولده ، ولا مولود على والده۔

اے لوگو !

شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا ہے کہ تمہاری اس سرزمین میں اسکی عبادت کی جائے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ اس بات سے مایوس ہو گیا ہے کہ تمہارے اس شہر میں کبھی بھی اسکی عبادت کی جائے، ہاں وہ معمولی کام جن کو تم حقیر اور بے کار سمجھتے ہو گے ان میں اسکا طریقہ اختیار کرنے سے ہی وہ راضی ہو جائے گا اور ایک روایت میں یوں فرمایا: ہاں اس کے علاوہ ایسے کام جن کو تم معمولی درجے کا سمجھتے ہو ان میں اسکی اطاعت کئے جانے پر ہی وہ راضی ہو جائے گا۔ لہذا شیطان سے بچو اور اپنے

دین کو بچاؤ

خبردار!

اپنے اللہ کی ہی عبادت کیا کرنا، پانچ نمازیں ادا کیا کرنا، رمضان کے مہینے میں روزے رکھا کرنا، اور اپنے دل کی خوشی سے اپنے مالوں میں سے زکوٰۃ دیا کرنا، اور بیت اللہ کا حج کیا کرنا، اور اپنے امراء کی اطاعت اور ایک روایت میں فرمایا: صاحب امر لوگوں کی اطاعت کیا کرنا، اپنے پروردگار کی جنت میں داخل ہو جانا

خبردار! کسی شخص کی جنایت اسی پر لازم آتی ہے

خبردار! کسی شخص کی جنایت اس کے بیٹے پر لازم نہیں آتی اور نہ کسی والد کی اس کے بیٹے پر لازم آتی ہے

آجکل یہ رواج بڑا عام ہو گیا ہے کہ ایک فرقہ کے لوگ دوسرے فرقہ کے لوگوں پر مشرک و کافر کا فتویٰ بے دریغ صادر کر دینے میں کوئی شرم اور عار بھی محسوس نہیں کرتے جبکہ رسول اللہ کا مندرجہ بالا فرمان اس مسئلہ میں حجت تامہ اور عامہ کا درجہ رکھتا ہے۔ اور اس میں بھی عجیب بات تو یہ ہے کہ عام کیا خاص لوگ بھی دنیا کی معمولی باتیں جن کی وجہ سے شیطان خوش ہوتا ہے اس کی طرف بالکل دھیان ہی نہیں جاتا اور یہ دنیا کی زندگی کے کام ہیں جن کا تعلق دنیا اور اس کے مسائل سے ہے۔

(۱۱): یا أيها الناس !

”انما النسيء زيادة في الكفر يضل به الذين كفروا يحلونه عاما ويحرمونه عاما ليواطئوا عدة ما حرم الله فيحلوا ما حرم الله“ ويحرموا ما احل الله لتأخذوا مناسككم -

فانى لا ادرى لعلى لاحج بعد حجتى هذه -

الآ: وان الزمان قد استدار كهيئة يوم خلق السموات والارض وان عدة الشهور عند الله اثني عشر شهرا في كتاب الله يوم خلق السموات والارض -

منها اربعة حرم ثلاثة متواليات ذوالقعدة ، وذو الحجة ، والمحرم ورجب مضر وفي رواية : الفراد الذى بين جمادى وشعبان -

اے لوگو !

بے شک مہینوں کو آگے پیچھے کرنا کفر میں زیادتی کے مترادف ہے کافر لوگ اس سے گمراہی میں مبتلاء ہوتے ہیں وہ کسی ماہ کو ایک سال میں حلال اور دوسرے سال میں اسی کو حرام قرار دے لیتے ہیں۔ تاکہ ان مہینوں کی گنتی پوری کر لیں اور اس کا مقصد یہ ہے کہ جنکو اللہ ﷻ نے حرام قرار دیا ہوتا تھا انکو حلال قرار دے لیں اور اس میں ان کے سامنے مقصد صرف یہ ہوتا تھا کہ مناسک حج کی ترتیب کو پورا کر لیں۔

میں نہیں جانتا کہ آئندہ برس تمہارے ساتھ حج کر سکوں گا یا نہیں۔

خبردار رہو !

زمانے میں اسی طرح تبدیلی آتی ہے جیسے آسمانوں اور زمینوں کی ہیئت میں تبدیلی ہوتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے جب سے آسمانوں و زمین کو بنایا ہے اسی وقت سے مہینوں کی تعداد بارہ مقرر فرمائی ہے اور اسی کا فیصلہ اپنی کتاب میں نازل فرمایا ہے

ان بارہ مہینوں میں سے چار مہینے حرمت والے متعین فرمائے ہیں تین مہینے اوپر نیچے آتے ہیں اور وہ ذوالقعدہ، ذوالحجہ، اور محرم جبکہ رجب ان میں سے ترتیب سے ہٹ کر آتا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ: وہ اکیلا ہے جو جمادی اور شعبان کے مابین ہے

.....

یہ اس زمانے کا عام فیشن تھا کہ جو اس زمانے میں برسر اقتدار طبقہ تھا وہ جب اور جس طرح چاہتا اسی طرح مہینوں کی ترتیب کا اعلان کر دیا کرتا تھا اور اسی طرح مہینوں کے دنوں کی تعداد بھی وہ اسی طرح اپنی مرضی سے طے کر لیا کرتے تھے انکے ہاں اللہ کی رضا کا تو کوئی معاملہ نہ تھا صرف انکے پیش نظر دنیا کی اغراض اور مفادات تھے اسی لئے انکی اس عادت سے اللہ ﷻ کی عبادات کے ایام بھی متاثر ہوتے تھے۔

(۱۲):

ألا: فليلغ الشاهد الغائب ، فرب مبلغ اوعى من سامعه ، وأنتم تسئلون وفي رواية مسئولون عنى فماذا انتم قائلون ؟

الا هل بلغت ؟

قالوا: اللهم نعم ! نشهد أنك قد اديت الامانة ، وبلغت الرسالة ، ونصحت

فقال رسول الله ﷺ باصبغه السبابة يرفعها الى السماء، وينكتها الى الناس ،

اللهم اشهد اللهم اشهد اللهم اشهد

خبردار! جنہوں نے یہ باتیں سنیں وہ غیر موجود حضرات کو خبر دے

دو کیونکہ بہت سارے سننے والوں کی بجائے جن کے پاس بات کو پہنچایا

جائے وہ زیادہ بات کی حقیقت کو سمجھ سکتا ہے۔ اور تم سے میرے بارے میں

پوچھا جائے گا تو تم کیا جواب دیا کرو گے۔ اور ایک روایت میں یوں

فرمایا کہ: تم میرے بارے میں پوچھے جاؤ گے تو بتاؤ کیا جواب دو گے؟

دھیان سے بتاؤ! کیا میں نے ساری بات آپ تک پہنچا دی ہے؟

ان سب نے جواب دیا اللہ کی قسم ہاں ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ

آپ نے امانت کا حق ادا کر دیا اور آپ نے رسالت کا فریضہ پورا

کر دیا، اور سب کچھ آپ نے ٹھیک ٹھیک پہنچا دیا۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنی سبابہ (شہادت کی انگلی) کو آسمان کی طرف بلند کرتے جاتے اور لوگوں کی طرف اشارہ فرماتے جاتے اور یہ کلمات فرماتے جاتے تھے

اے اللہ تو گواہ بن جا اے اللہ تو گواہ بن جا اے اللہ تو گواہ بن جا

.....

ہم بھی اس بات کے گواہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پیغام رسائی کا حق ادا کر دیا اور ﷻ کا حکم بندوں تک پہنچانے میں کوئی کمی نہیں کی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ



اللَّهُ



امام ابو اسماعیل

حماد بن نعمان الامام ابو حنیفہ نعمان بن ثابتؒ

کے مختصر حالات زندگی



احوال شیخ الفقہاء امام ابو اسماعیل حماد بن امام ابو

حنیفہ نعمان بن ثابتؓ

اسم گرامی حماد بن ابی حنیفہ تھا اور کنیت ابو اسماعیل تھی۔

آپ نے زیادہ تر علم کا حصول اپنے والد امام اعظم ابو حنیفہ سے کیا تھا۔ اور انکی زندگی میں ہی مسند افتاء پر بیٹھ گئے تھے۔ اور آپ امام اعظم کے بڑے درجے کے تلامذہ مثلاً امام ابو یوسف اور امام محمد اور امام زفر کے طبقہ میں آپ بھی شمار کئے جاتے تھے۔

امام حماد کے معروف تلامذہ میں سے آپکا بیٹا اسماعیل تھا اور انکے علاوہ اور بہت سارے لوگوں نے آپ سے علم حاصل کیا تھا۔

آپ کی اولاد میں کل چار بیٹے تھے جن میں سے پہلے بیٹے کا اسم گرامی اسماعیل تھا انہی کی وجہ سے آپ ابو اسماعیل کنیت لکھا کرتے تھے۔

بعض لوگوں امام اسماعیل پر یہ الزام بھی لگایا ہے کہ آپ خلق قرآن کے قائل تھے جبکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ اس مسئلے میں آپ کا عقیدہ اور نظریہ وہی تھا جو امام ابو حنیفہ کا تھا۔

اور انکا نقطہ نظر اس بارے میں یہ تھا کہ قرآن بحیثیت ﴿اللہ﴾ کا کلام ہونے

کے مخلوق نہیں ہے البتہ بحیثیت کتابت چھپائی وغیرہ مخلوق ہے اور اس میں کاغذ یا

سیاہی کو مخلوق کہا گیا ہے اور یہ بات حقیقت پر مبنی ہے اور امام حماد کے دوسرے ابوجیان، تیسرے حضرت عمر، اور چوتھے بیٹے حضرت عثمان تھے اور یہ سبھی اپنے وقت کے علمائے اعلام میں شمار کئے جاتے تھے۔ امام حماد اپنے وقت میں زہد کے امام معروف تھے اسی لئے آپ کی شان اور حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے امام کر درری فرماتے ہیں:

ان الغالب كان على حماد الدين والورع والفقہ وكتابة الحديث

(المنقب لکردی: ۲/۲۱۲)

آپ کا علم دین، تقویٰ اور علم فقہ کے حصول کا غالب ذوق تھا اور کتابت حدیث بھی آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔

اور اسی بات کو مورخ کبیر علامہ صمیر می مندرجہ ذیل کے الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

وكان الغالب عليه الدين والورع والزهد مع علم بالفقہ وكتابة الحديث

(اخبار ابی حنیفة: ۱۵۱)

آپ کے مزاج میں علم دین، تقویٰ و پرہیزگاری اور علم فقہ کے حصول کے ساتھ ساتھ کتابت حدیث کا بھی غلبہ اور محبوب مشغلہ تھا۔

اور امام حماد کی عملی زندگی کا یہ معاملے پر تبصرہ کرتے ہوئے بشر بن ولید فرماتے ہیں:

كان حماد شديد على أهل الهوآء يكسر عليهم أقاويلهم
ويحتج عليهم بحجج لم يكن تيسر ذلك لحذاق المتكلمين

(المنقب لكردي: ۲/۲۱۲)

امام حماد اہل ہواہ کی مخالفت میں بڑے سخت تھے۔ اور نئے سخت سے سخت سوالات اور دلائل کا مسکت جواب دیدتے تھے۔ اور اُنکی مخالفت میں ایسے دلائل قائم کرتے تھے جو عام متکلمین کے بس کا روگ نہ تھا۔

عملی زندگی میں امام حماد کے بارے میں محمد بن مروان خفاف سے منقول ہے کہ:

استقضى حماد على الكوفة بعد القاسم بن معن ثم على
بغداد كلَّها ثم على البصرة فلم يزل على ذلك حتى اصابه
الفالج فاستأذن في الانصراف فأذن له

امام حماد بن ابو حنیفہ کو ابتداء میں کوفہ کا قاضی بنایا گیا اور امام قاسم بن معن کی وفات کے بعد بغداد کے سارے علاقے کا قاضی مقرر کر دیا گیا اور بعد ازاں بصرہ کا قاضی بنایا گیا اور یہ قضاہت آپ کے پاس اس وقت تک رہی جب تک آپ اپنی عمر کی زیادتی کی وجہ سے فالج کی بیماری میں مبتلا ہو گئے اور اس کے بعد اپنے حاکم وقت سے فراغت کی اجازت چاہی کہ مزید اس مسند پر قائم رہنا مشکل ہے جسکی آپ کو اجازت دے دی گئی۔

آپ نے امام اعظم کی ایک مسند کی روایت کے ساتھ ساتھ امام اعظم

کی فقہ اکبر کی روایت کی جو ملا علی کے شرح کے ساتھ معروف اور متداول ہے اور کئی دوسرے شراح نے بھی اسکی شرح لکھی ہے جن میں زیادہ معروف ابو المنتمی شرح الفقہ الاکبر اور القول الفصل شرح الفقہ الاکبر اور نور الظلم شرح الفقہ الاکبر۔

اور ایک وصیت جو امام اعظم نے تمام افراد کے لئے فرمائی اور دوسری جو صرف آپکو فرمائی انکی روایت بھی آپ نے بیان فرمائی ہے اور یہ دونوں وصیتیں اس مجموعہ مبارکہ میں شامل کی جا رہی ہیں اور متن فقہ اکبر ہماری تصنیف مجموعہ الفقہ الاکبر میں شامل اشاعت ہے۔
آپکی وفات ۱۷۶ ہجری میں ہوئی۔





وصیت بنام ابن امام

حماد بن نعمانؒ



نحمدہ ونصل علی رسولہ الکریم الی یوم الدین اما بعد
 آئندہ صفحات میں امام اعظم کے اس وصیت نامے کا تذکرہ کیا جا رہا ہے جو
 آپ نے اپنے سب سے بڑے بیٹے امام حماد (جنکے احوال زندگی گذشتہ
 صفحات میں گزرے ہیں) کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا تھا:

يَا بُنَيَّ !

أرشدك الله وأيدك أوصيك بوصايا ان حفظتها وحافظت عليها ،
 رجوت لك السعادة في دينك و دُنْيَاكَ ان شاء الله -
 اے میرے پیارے بیٹے

اللہ ﷻ تجھے راہ ہدایت پر ثابت قدم رکھے۔ اور خیر کے ہر کام میں
 تیری دستگیری فرمائے۔ میں تجھے چند وصیتیں کرتا ہوں اگر تو نے انکو یاد رکھا
 اور اپنی عملی زندگی ان وصیتوں کے مطابق ڈھال لی تو مجھے قوی امید ہے کہ تم
 ان شاء اللہ اپنے دین و دنیا اور آخرت میں سعادت مند اور خوش بخت رہو
 گے۔

أولها: التقوى بحفظ جوارحك من المعاصي خوفاً من الله تعالى والقيام بأوامره عبودية له تعالى -

پہلی یہ کہ: ﴿اللہ﴾ تعالیٰ سے تقویٰ اختیار کرتے اور ڈرتے ہوئے اپنے اعضاء اور جوارح کو معاصی سے پاک رکھو۔ اور اللہ ﷻ کے احکامات کو بجالانے میں سستی نہ دکھاؤ اور اللہ ﷻ کے احکامات کو اسکی عبودیت اور اسکے فرائض میں سے اپنا ایک فرض سمجھ کر ادا کیا کرو۔

والثانی: أن لا تستقر علی جهلٍ ما تحتاج الی علمه -
دوم یہ کہ: کبھی اپنے آپ کو کسی ایسی بات سے جہالت میں نہ رکھنا جس کے جاننے کی زندگی کے کسی موڑ پر بھی تجھے ضرورت پیش آسکتی ہو۔

والثالث: أن لا تعاشر شخصاً الا من تحتاج الیه فی دینک ودنیاک
سوم یہ کہ: جب تک دینی یا دنیاوی ضرورت درپیش نہ ہو بلاوجہ کسی عام آدمی سے میل جول نہ رکھنا۔

فائدہ:

لوگوں کے ساتھ اس طریقہ کار کے اختیار کرنے کا یہ فائدہ ہوگا کہ اپنے اندر استغناء نفس پیدا ہوگا اور عام لوگوں کی نظروں میں علمی وقار اور رعب قائم رہے گا اور یوں جب انکو ضرورت ہوگی وہ آپ سے فائدہ اٹھائیں گے اور آپ کا قیمتی وقت ضائع نہ کریں گے۔

والرَّابِعُ : أَنْ تَنْصِفَ مِنْ نَفْسِكَ وَلَا تَنْصِفَ لَهَا إِلَّا لِلضَّرُورَةِ۔

چہارم یہ کہ: آپ ہر شخص کے ساتھ انصاف کرنے کی عادت ڈالو اور اپنے معاملات میں لوگوں سے انصاف کے خواہاں نہ ہو کرو۔

فائدہ:.....

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جن لوگوں کے حقوق آپ کے ذمے ہیں انکو احسن طریقے سے ادا کرنا اور جو آپ کے حقوق کسی اور کے ذمے ہیں اس میں اگر وہ کمی کوتاہی کر رہے ہوں یا انصاف نہ کر رہے ہوں اس کو انصاف نہ کرنے کی وجہ سے اصل صورت احوال سے متنبہ کر دو، لیکن ان سے حصول انصاف کا مطالبہ نہ کیا کرو اسلئے کہ اگر ان سے انصاف کا مطالبہ کرو گے تو اگر وہ جاہل ہے اور انصاف کو جانتا نہیں آپ اسکو انصاف کرنے کی تلقین کر کے اپنے علم کی ناقدری کر رہے ہو، اور اگر وہ جان بوجھ کر بددیانتی کر رہا ہے اور ظلم کرنے پر آمادہ ہو چکا ہے تو آپ اسکی بددیانتی کو لوگوں کے سامنے عیاں کر کے اس کو اپنا مخالف بنا لو گے۔ لہذا بہترین اصول یہ ہے کہ اپنے حقوق حاصل کرنے کے لئے ایسے جہلاء کے پیچھے نہ پڑو یہی اصل حکمت اور دانائی ہے اور اس عمل سے آپ اپنا بہت سا وقت بچا سکتے ہیں۔

والخامسُ : أَنْ لَا تَعَادَى مُسْلِمًا وَلَا ذَمِيًّا

پنجم یہ کہ: کسی مسلمان یا کسی ذمی سے دشمنی نہ پیدا کرنا۔

فائدہ:.....

اس لئے کہ مسلمان سے دشمنی اللہ تعالیٰ کے احکامات کی خلاف ورزی کے مترادف ہے اور ذمی (جو شخص کسی کا فرمملکت کا باشندہ ہو اور ویزے کے علاقہ میں آیا ہو) سے دشمنی کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ وہ واپس اپنے وطن جا کر تجھے اور تیرے دین کو بدنام کرے گا جس بدنامی کو زائل کرنے کی آپکے پاس کوئی صورت نہیں ہوگی یا بصورت دیگر وہ تجھے نقصان پہنچا کر اگر چلا جائے تو اس سے بدلہ لینا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہوگا اور اس کام میں تیرا بہت سا وقت ضائع کر دیگا۔

والسّادس : أن تقنع من الله بمارزقك من مالٍ أوجاهٍ
ششم یہ کہ جو مال اور مرتبہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں تجھے دیا ہے اس پر قناعت کرنا اور مزید سے مزید تر کی فکر میں نہ لگنا۔ اگر کوئی بلند مقام مقدر میں ہوا تو خود بخود مل جائے گا اور اگر مقدر میں نہیں تو ہزار کوشش کے باوجود بھی سوائے ذلت اور رسوائی کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

والسّابع : أن تحسن التدبير فيما في يدك استغناءً به عن الناس -
ہفتم یہ کہ جو مال و مرتبہ تیرے دست قدرت میں ہے اس کے بارے میں حسن تدبیر سے چلانا تاکہ عام لوگوں کی محتاجی سے بچ سکو۔

فائدہ:.....

امام اعظم کی یہ بات اللہ تعالیٰ کے فرمان سے مأخوذ ہے جس میں

فرمایا

وَاقْصِدْ فِي مَشِيكِ وَأَغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ

کہ اپنی حال میں میانہ روی رکھنا اور دھیمی آواز رکھا کرنا۔

اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ آدمی سست روی سے عام لوگوں سے پیچھے نہ رہ جائے اور بہت تیز چلنے سے گرنے پڑے جبکہ اور کوئی اس کا معاون بھی اس کے قریب نہ ہو جو اسکی مشکل میں مدد کر سکے۔

والثامن: عَلَى أَنْ لَا تَسْتَهِينَ عَيْنِ النَّاسِ عَلَيْكَ -

ہشتم یہ کہ: عام لوگوں کی نظروں میں اپنے آپ کو بے وزن نہ بنانا۔

فائدہ:

اس نصیحت پر عمل نہ کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگ آپ کے علم کی بے قدری کریں گے اور تیرے مقابلے میں اپنے آپکو بڑا جاننے لگیں گے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ ان کے دلوں سے علماء کا وقار ختم ہو جائے گا اور یوں وہ اللہ تعالیٰ کے دین سے دور ہو جائیں گے۔

والتاسع: أَنْ تَقْمَعَ نَفْسِكَ مِنَ الْخَوْضِ فِي الْفُضُولِ -

نہم یہ کہ: فضولیات میں پڑنے سے اپنے نفس کی حفاظت کرنا۔

فائدہ:

اور اگر اس نصیحت پر عمل نہ کیا تو اسکا نقصان یہ ہوگا کہ لوگوں کی نظروں میں آپکا علمی مقام اور قدر و منزلت ختم ہو جائے گی اس لئے کہ آپ فضولیات میں عامۃ الناس کا مقابلہ نہیں کر سکو گے اور جب وہ ایک بھی فضول بات میں تم سے آگے ہونگے تو وہ ہر کام میں اپنے آپکو آپ سے بلند سمجھیں گے۔

والعاشر: **أَنْ تَلْقَى النَّاسَ مُبْتَدِئًا بِالسَّلَامِ ، مُحْسِنًا بِالْكَلَامِ مُتَحَبِّبًا إِلَى أَهْلِ الْخَيْرِ ، مُدَارِيًا لِأَهْلِ الشَّرِّ۔**

دہم یہ کہ: لوگوں سے ملاقات کے وقت سلام میں پہل کیا کرنا اور آپکا انداز کلام انتہائی مہذب اور شستہ ہونا چاہئے اور اہل خیر کے ساتھ محبت سے پیش آیا کرنا اور اہل شر کے شر و فساد سے بچنے کے لئے انکی خاطر مدارت کیا کرنا۔

والحادی عشر: **أَنْ تُكْثِرَ ذَكَرَ اللَّهِ تَعَالَى وَالصَّلَاةَ عَلَى رَسُولِهِ**

ﷺ

یازدہم یہ کہ: اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کیا کر اور نبی ﷺ پر کثرت سے درود پاک پڑھا کرنا۔

فائدہ:

اسلئے کہ ﷻ کا ذکر پالش کا کام دیتا ہے جیسا کہ فرمایا گیا

لكل شيء صقالة وصقالة القلوب ذكر الله
 ہر چیز کو چکانے کے لئے کوئی نہ کوئی پالش ہوتی ہے اور گناہوں میں آلودہ
 دلوں کی پالش ﴿اللہ﴾ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ اور درود دلوں میں نور کو مستحکم کرنے کا
 ذریعہ ہے۔

والثانی عشر: ان تشتغل بسید الاستغفار وهو قوله عليه
 السلام

(۱) ” اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لِاِلهِ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰى
 عَهْدِكَ وَاَوْعَدِكَ مَا سَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ
 شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِبِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَاِنَّهُ لَا يَغْفِرُ
 الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ“

من قالها حين يسي فمات من ليلته دخل الجنة ومن قالها حين يصبح
 فمات من يومه دخل الجنة

وعن أبي الدرداء رضي الله عنه حين قيل له احترق بيتك قال ما احترق
 لكلمات وسمعتهم من رسول الله ا من قالها اول نهاره لم تصيبه مصيبة
 حتى يمسي ، ومن قالها آخر نهاره لم تصبه حتى يصبح

(۲): ” اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لِاِلهِ اِلَّا اَنْتَ رَبِّيْ عَلَيَّكَ تَوَكَّلْتُ وَاَنْتَ رَبُّ
 الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ وَلَمْ يَشَاءَ لَمْ يَكُنْ لِحَوْلٍ وَلَا قُوَّةٍ اِلَّا بِاللّٰهِ

الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا، اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِي وَمِنْ شَرِّ كُلِّ ذِي شَرٍّ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا أَنْتَ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ“

دوازدهم یہ کہ: کلمات سید الاستغفار پڑھنے کا ہمیشہ معمول رکھا کرو اور اس کے کلمات اوپر متن میں (۱) پر گزر رہے ہیں جس کا ترجمہ یوں ہے:

{اے میرے اللہ! تو ہی میرا پروردگار ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو نے ہی مجھے پیدا کیا ہے۔ اور میں تیرا ہی بندہ ہوں۔ اور تجھ سے کئے گئے عہد اور تمام وعدوں پر جہاں تک مجھ سے ہو سکے قائم ہوں۔ جو مجھ سے گناہ ہو گئے یا اللہ میں اسکی شر سے آپکی پناہ چاہتا ہوں، اور تیری ساری نعمتوں کا اقرار کرتا ہوں۔ اور جو گناہ مجھ سے ہو گئے ان کا بھی اقراری ہوں، لہذا یا اللہ! مجھے بخش دے کیونکہ تیرے سوا میرا کوئی بخشہا نہیں ہے}

سید الاستغفار کی فضیلت یہ ہے کہ جو شخص شام کے وقت ان کلمات کو پڑھے اور پھر اسی رات کو فوت ہو جائے تو سیدھا جنت میں داخل ہوگا اور جو شخص صبح کے وقت ان کلمات کو پڑھے اور اگر اسی دن مر گیا تو سیدھا جنت میں داخل ہو جائے گا۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک روایت منقول ہے کہ ان کو کسی نے آکر کہا: آپ کا گھر جل گیا ہے۔ انہوں نے کہا نہیں جلا۔ اسلئے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ کلمات سنے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا جو شخص

(۲) میں مذکور کلمات کو دن کے شروع میں پڑھ لے اسکو اس دن کی شام تک کوئی مصیبت نہیں آئے گی۔ اور جو شخص دن کے آخری حصے میں پڑھ لے گا تو صبح ہونے تک اسکو کوئی مصیبت نہیں آئے گی۔

(اور چونکہ انہوں نے یہ کلمات اسی دن پڑھے تھے اس لئے آگ لگنے کی خبر دینے والے کی بات کی تصدیق نہ کی ماشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کی باتوں پر ان حضرات کا کس قدر بلند ایمان تھا کہ خبر دینے والی کی بات کا ہی سرے سے انکار کر دیا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بات ارشاد فرمائی تھی جو حضرت نے خود سنی تھی اللہ ﷻ انہی مقدس ہستیوں کی اتباع میں ایسا ہی کامل اور مکمل ایمان کی دولت نصیب فرمائے جو ہمارے دنیا کے غموں اور آخرت کی تکلیفوں میں مداوا بن سکے)

اور ان کلمات کا جو (۲) میں مذکور ہیں ترجمہ یوں ہے:

{اے اللہ تو ہی میرا پروردگار ہے۔ تیرے علاوہ میرا کوئی معبود نہیں ہے تجھ پر ہی میں بھروسہ کرتا ہوں اور تو ہی عرش عظیم کا پروردگار بھی ہے۔ جو میرا اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا اسلئے کہ نیکی کرنے کی طاقت اور برائی سے روکنے کی قدرت صرف اور صرف میرے اللہ تعالیٰ کے پاس ہے جو بڑی بلند شانوں والا اور بڑی عظمتوں والا ہے۔ میں جانتا ہوں میرا اللہ ہی ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے اور میرا اللہ ہی ہر چیز کا اپنی قدرت کا ملہ کے ساتھ احاطہ کرنے والا ہے۔ اے میرے اللہ

میں اپنے نفس کے شر سے، اور ہر شر پر پیدا کردہ چیز کے شر سے، اور تیری مخلوقات میں سے جس کی ساری طاقتیں تیری ہی پیدا کردہ ہیں اور تیرے ہی دست قدرت میں ہیں ان سب سے آپکی پناہ میں آتا ہوں اور میرا رب ہی وہ ذات ہے جو سیدھے راستے کی طرف ہدایت دینے والا ہے}

والثالث عشر: أن تُوَاضِبَ عَلَيَّ قِرَاءَةَ الْقُرْآنِ كُلِّ يَوْمٍ، وَتَهْدِي ثَوَابَهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَوَالِدَيْكَ وَأَسَاتِيدِكَ وَسَائِرِ الْمُسْلِمِينَ سِز دہم یہ کہ: روزانہ پابندی کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت کیا کرو۔ اور اسکا ثواب رسول اللہ ﷺ کی روح مبارکہ، اور اپنے والدین، اپنے اساتذہ، اور تمام مسلمانوں کو پہنچایا کرو۔

فائدہ:

آج کل یہ بات پڑھے لکھے لوگوں میں جڑ پکڑتی جا رہی ہے کہ مرنے کے بعد ثواب پہنچانے کا کوئی فائدہ نہیں اس بارے میں امام اعظم کی مندرجہ بالا نصیحت مینارہ نور کی حیثیت رکھتی ہے بلاوجہ اس بات سے انکار کرنا اہل السنّت والجماعت کے راستے سے ہٹ جانا ہے۔ اور دوسری طرف جہلاء کا یہ عالم ہے کہ ثواب پہنچانے کے بہانے انہوں نے اپنا روزگار کا سلسلہ شرع کیا ہوا ہے اور اس میں مخصوص رسم و رواج بنا لئے گئے ہیں اگر کوئی انکی موافقت نہیں کرتا اسکو وہابی اور نہ جانے کون کون سے القاب سے یاد کیا جاتا

ہے اور انکا یہ طرز عمل بھی اہل السنّت والجماعت کا طریقہ نہیں ہے:

اس لئے کہ کسی میت کو ثواب پہنچانے کے لئے:

(۱): نہ تو کوئی وقت مخصوص ہے کہ اس وقت ثواب جائے گا اور کسی وقت نہ جائے گا۔

(۲) نہ کلام کی مقدار مخصوص ہے کہ اگر اس مقدار میں پڑھا تو ثواب پہنچے گا ورنہ نہیں پہنچے گا۔

(۳) نہ دعا کا کوئی طریقہ مخصوص ہے کہ اس طرح سے دعا مانگی تو ثواب پہنچے گا ورنہ نہیں پہنچے گا۔

(۴): نہ کسی شخص مخصوص کا ہونا لازم ہے کہ وہ ہوگا تو ثواب پہنچے گا ورنہ نہیں پہنچے گا

بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا میں جو کلام بھی پڑھا اور جتنا بھی پڑھا اور جس وقت بھی پڑھا اسی وقت دل سے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور ثواب اس کے حق دار کو یا جس کو ثواب بھیجنا ہے پہنچ جاتا ہے۔

ہاں بعض انتظامی ضروریات کے پیش نظر کوئی خاص موقعہ کی مناسبت سے کوئی مجلس متعین کر لی جائے تو اس میں شامل ہونا یا نہ ہونا فرائض شرعیہ میں سے نہیں اگر کوئی شامل ہو جائے تو اچھا ہے اور اگر کوئی شامل نہ ہو اس کو مورد طعن و تشنیع ٹھہرانا ہرگز ہرگز نہ صرف یہ کہ جائز نہیں بلکہ بعض اوقات اپنے اس نیک عمل کو ضائع کرنے اور بدعات کے زمرے میں شامل کرنے

کے مترادف بن جاتا ہے۔

والرابع عشر: **أَنْ تَحْتَرَزَ مِنْ أَصْحَابِكَ أَكْثَرَ مِنْ أَعْدَائِكَ**
أَذْكَرُ فِي النَّاسِ الْفَسَادُ فَعَدُوُّكَ مِنْ صَدِيقِكَ مُسْتَفَادٌ۔

چہاردہم یہ کہ: تو اپنے دوستوں سے زیادہ اجتناب کیا کر نسبت اپنے دشمنوں کے۔ اس لئے کہ لوگوں میں فساد زیادہ پیدا ہو گیا ہے اور جو آج تیرے دوست ہیں وہی آئندہ وقت میں دشمنوں کا روپ اختیار کر لیتے ہیں۔

والخامس عشر: **أَنْ تَكْتُمَ سِرَّكَ وَذَهَبَكَ وَمَذْهَبَكَ وَذَهَابَكَ۔**
 پانزدہم یہ کہ: اپنے رازوں کو، اپنی دولت، اگر کہیں جانے کا ارادہ ہو تو اس مقام اور ارادے کو، اور کوئی کام کرنے لگے تو اس میں جو آپ کے سامنے مقصد پیش نظر ہے جب تک وہ کام پایہ تکمیل کو نہ پہنچ جائے ان باتوں کو لوگوں سے چھپا کر رکھا کر اس سے تیرے کام میں استحکام پیدا ہوگا۔

فائدہ:

عام حکماء کا قول ہے تین باتوں کو چھپانا چاہئے زن عورت؛ زر، دولت زمین؛ جامداد۔ اور اگر دیکھا جائے تو آج دنیا کے سارے فتنے اسی وجہ سے ہیں کہ جس کو چھپانے اور پردے میں رکھنے کا حکم تھا جبکہ ہم نے اسکو کھلے عام منڈی کی چیز بنا لیا ہے۔

اور خاص طور پر مغربی تہذیب کی سب سے بڑی بنیاد ہی عورت کو ہر

جگہ اور ہر مقصد کے لئے استعمال کرنا ہے آپ کوئی مشہوری ایسی نہیں پائیں گے جس میں عورت یا اسکے کسی عضو استعمال میں نہ لایا گیا ہو چاہے جبکہ اسکا کوئی مقصد بھی نہیں ہوتا اور عورت کو اس مقصد کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے اور وہ بھی اپنی معصومیت اور سادے پن کی وجہ سے مکار لوگوں کے ہاتھ میں کھلونا بن گئی ہے اللہ حفاظت فرمائے۔

والسّادس عشر: أن تُحَسِّنَ الْجَوَارِ، وَتَصْبِرَ عَلَى أذى الْجَارِ۔
شازد ہم یہ کہ: اور ہمسائیوں کے ساتھ ہمیشہ حسن سلوک کیا کر اور اگر ہمسائیوں کی طرف سے آپ کے ساتھ کوئی نازیبا بات پیش آجائے اس پر صبر کیا کرو۔

فائدہ:

یہ بات تو عیاں ہے کہ اللہ ﷻ نے قرآن کریم میں اور رسول اللہ ﷺ نے احادیث مبارکہ میں انکی کس قدر فضیلت بیان فرمائی ہے لہذا انکے حقوق تمام اہل حقوق سے مقدم ہونے چاہئے۔

والسّابع عشر: أن تَمَسَّكَ بِمَذْهَبِ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَتَجْتَنِبَ عَنِ أَهْلِ الْجِهَالَةِ وَذَوِي الضَّلَالَةِ۔

ہفد ہم یہ کہ: ہر حال میں اہل السنّت والجماعت کے راستے پر چلنا اور اہل جہالت اور گمراہ لوگوں کے راستے سے اعراض کرنا لازم ہے۔

فائدہ:.....

امام اعظم کے زمانے سے ہی چونکہ امت میں فرقہ واریت شروع ہو چکی تھی اور ہر فرقے کا یہی دعویٰ تھا کہ ہم مسلمان ہیں اسلئے یہ واضح کرنا ضروری تھا کہ کون لوگ کس قسم کے مسلمان ہیں؟ اور یہ جو آج کل فیشن بن گیا ہے کہ عام لوگ اپنے آپ کو خالی مسلمان کہلانے کی فکر میں ہیں اور اپنا تعلق اہل السنّت والجماعت کے ساتھ بتانا بھی فرقہ واریت سمجھتے ہیں۔ حالانکہ جب مختلف فرقوں میں سے ہر ایک اسلام کا دعوے دار ہو تو اس وقت اپنا اور اپنے اسلام کا اصل روپ اسی صورت میں عیاں ہو سکتا ہے جو آپ اپنے گروہ کی نشان دہی کریں اور سب سے پاکیزہ اور مقدس گروہ اہل السنّت والجماعت ہی کا ہے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب امت کو یہ خبر دی کہ پہلی اُمّتیں بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئیں تھیں اور امت محمدیہ بہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ تو صحابہ کرام نے پوچھا وہ ایک فرقہ یا رسول اللہ ﷺ کونسا ہوگا؟

جس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي

یہ وہی فرقہ ہے جو میرے اور میرے صحابہ کرام کے راستے پر ہوگا۔ اور اہل السنّت والجماعت اصل میں وہی لوگ ہیں جو نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کے راستے پر ہیں۔ جیسا کہ تفصیلات آئندہ صفحات میں معلوم ہو جائیں گی۔

والثامن عشر: أَنْ تُخْلِصَ النِّيَّةَ فِي أُمُورِكَ وَتَجْتَهِدَ فِي أَكْلِ
الْحَلَالِ عَلَى كُلِّ حَالٍ -

ہر وہم یہ کہ: اپنے تمام کاموں میں اخلاص و نیت کو پیش نظر رکھو اور ہر
حال میں حلال کھانے کی عادت ڈالو۔ کیونکہ حلال کھانے سے اللہ کے ہاں
عبادت بھی مقبول اور اللہ بھی راضی اور آخرت بھی کامیاب ہو جاتی ہے۔

والتاسع عشر: أَنْ تَعْمَلَ بِخَمْسَةِ أَحَادِيثٍ جَمَعْتُهَا مِنْ خَمْسِ
مِائَةِ أَلْفٍ:

(۱): إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَلِكُلِّ أَمْرٍ مَانَوِيٌّ

(۲): مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ

(۳): لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ

(۴): إِنَّ الْحَلَالَ بَيْنَ وَالْحَرَامِ بَيْنَ وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيرٌ

مَنْ النَّاسِ فَمَنْ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعَرْضِهِ وَمَنْ وَقَعَ فِي

الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ ، كَرَاعٍ يَرْغَى حَوْلَ الْحِمَى يُوشِكُ أَنْ يَقَعَ فِيهِ ،

أَلَا أَنْ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمَى! أَلَا وَأَنْ حِمَى اللَّهِ مَحَارِمُ! أَلَا وَأَنْ فِي الْجَسَدِ

مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَهِيَ

الْقَلْبُ -

(۵): الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ -

نوزدہم یہ کہ: زندگی بھران پانچ احادیث پر عمل کرنے کی کوشش میں رہنا جن کو میں نے پانچ لاکھ احادیث کے ذخیرہ میں سے عمل کے لئے چنا ہے۔

(۱): تمام اعمال کا آخرت میں نتائج کے لحاظ سے نیت پر دار و مدار ہے اور ہر ایک شخص کو اس کے عمل کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہی مراد ملے گی جس کی عمل کے آغاز کے وقت اس نے نیت ہوگی۔

اسکو حدیث کو بخاری اپنی صحیح میں نے سات بار، اور امام مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب الامارۃ میں روایت کیا ہے۔

(۲): انسان کے اسلام کی سب سے بڑی خوبی اور اچھائی یہ ہے کہ وہ لایعنی اور بے ضرورت کاموں کو ترک کر دے۔

فائدہ:

لا یعنی اس کام کو کہتے ہیں جن کی انجام دہی سے انسان کو نہ دنیا کا فائدہ ہو اور نہ آخرت کا کوئی فائدہ ہو۔

اور صوفیاء کرام نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ لایعنی کاموں کے ارتکاب سے آدمی کے اعمال کا نور ضائع ہو جاتا ہے اور دل کا سرور تباہ ہو جاتا ہے اور آدمی اسی طرح کے لایعنی کاموں میں آگے بڑھتا ہے حتیٰ کہ وہ گناہ کی حدود میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس لئے لایعنی میں پڑ کر اپنا قیمتی وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے اور آدمی کی عقلمندی یہ ہے کہ وہ اس قسم کے کاموں سے مکمل اجتناب کرے جو اسکولاً یعنی اور بے کار کاموں بتلا کر دیں۔

(۳): تم میں سے کوئی بھی شخص حقیقی معنوں میں مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک اسکی یہ عادت نہ بن جائے کہ جو کچھ وہ اپنے لئے پسند کرے وہی اپنے دوسرے مؤمن بھائیوں کے لئے بھی پسند کیا کرے۔

(۴): اللہ تعالیٰ کے احکامات میں حلال اشیاء بھی واضح ہیں اور حرام اشیاء بھی واضح ہیں اور ان دونوں یعنی حلال و حرام کے درمیان ایسے امور ہیں جو مشتبہات میں سے ہیں اور جن کی حقیقی صورت حال سے عام لوگ آگاہ نہیں ہیں ہاں جسکو اللہ تعالیٰ بتا دیں اسکو معلوم ہو سکتا ہے اور جو شخص شبہات والی اشیاء سے بچ گیا اس نے اپنی عزت اور آبرو کو محفوظ کر لیا۔ اور جو شخص ان شبہات والی اشیاء میں پڑ گیا اور ان میں الجھ گیا وہ یقیناً حرام کے راستے پر چل نکلے گا۔ اور اسکی مثال ایسے ہی ہے جیسے کوئی چرواہا اپنے جانور کسی دوسرے کی حدود میں چرائے تو خطرہ یہ ہے وہ غیر کی حدود میں داخل ہو جائے گا۔

خبردار! ہر ایک مالک کی چراگاہ ہوتی ہے اور اللہ ﷻ کی چراگاہ اس کی محرّمات اور منع کردہ اعمال اور اشیاء ہیں۔ اور وہی شخص ﷻ تعالیٰ محرّمات کی صحیح معنوں میں پاسداری کر سکتا ہے جو اسکی حدود پر رک جاتا ہے۔

خبردار! ہر انسان میں اللہ تعالیٰ نے ایک لوتھڑا پیدا کیا ہے اور وہ لوتھڑا اس قدر اہم ہے اس کی درستگی ساری جسم کی درستگی ہوتی ہے اور صحت کا

باعث بن جاتا ہے اور اس لوٹھڑے کی خرابی سارے جسم کی خرابی کا باعث بن جاتی ہے اور اس لوٹھڑے کا نام انسانی دل ہے۔
 (۵): تم میں سے صحیح معنوں میں مسلمان وہی شخص ہو سکتا ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان ہر طرح محفوظ ہوں۔
 فائدہ:.....

ایک مسلمان کے ہاتھ سے دوسرے مسلمانوں کے محفوظ ہونے کا مطلب ایک تو یہ ہے کہ کسی کو گالی نہ دی جائے اور کسی کو مارا پیٹا نہ جائے۔ اور دوم یہ ہے کہ کسی کی غیبت، چغلی، بہتان، گالی دینا بھی زبان سے نقصان ہے اور کسی کی طرف استہزاء کے انداز میں اشارے کرنا۔ اور سوم یہ کہ انگلیوں کے اشاروں سے کسی کی توہین کرنا یا ہاتھ کے اشاروں سے کسی مؤمن کو ایذا پہنچانا مراد ہے۔
 ﴿اللہ﴾ ہمیں اس قسم کی تمام امراض سے محفوظ فرمائے۔

والعشرُونَ: أَنْ تَكُونَ بَيْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ فِي حَالِ صِحَّتِكَ وَتَمُوتَ بِحُسْنِ الظَّنِّ بِاللَّهِ وَغَلَبَةِ الرَّجَاءِ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ أَنْ اللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔
 بستم یہ کہ: جب تم صحت کے عالم میں ہو تو اللہ ﷻ سے اپنے ایمان کو خوف اور امید کے درمیان میں رکھے اور جب مرنے لگے تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن بھی ہو اور قلب سلیم بھی ہو اور اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے

مغفرت کی امید غالب کر دی ہو۔

بے شک اللہ تعالیٰ ہی بخشنے والے اور مہربان ہیں

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين

محمد واله واصحابه اجمعين

برحمتك يا ارحم الراحمين

امين

☆ ﴿ بحمد الله ﴾ ☆

☆☆☆☆



وصیت بنام اصحاب عام
المعروف علامات اہل السنّت والجماعت

نعمان بن ثابت الکوفی

۸۰ھ.....۱۵۰ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي نَوَّرَ قُلُوبَنَا بِالْمَعْرِفَةِ وَالْإِيقَانِ وَصَلَّ عَلَيَّ مِنْ كَانَ نَبِيًّا وَرَسُولًا إِلَى كَافَّةِ الْخَلْقِ مِنَ الْجَنَّةِ وَالْأَنْسَانِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ الْبِرَّةِ السَّادَةِ وَالْأَكْرَامِ وَمَنْ تَبِعَهُمْ إِلَى يَوْمِ الْإِحْسَانِ

المقدمة فى ذكر اهمية الخصال

لَمَّا مَرَضَ أَبُو حَنِيفَةَ رضي الله عنه قَالَ : اَعْلَمُوا اَصْحَابِي وَاخْوَانِي ! وَفَقَّكُمْ اللّٰهُ تَعَالَى اِنْ فِى مَذْهَبِ اَهْلِ السَّنَةِ وَالْجَمَاعَةِ اثْنَا عَشَرَ نَوْعًا مِنْ الْخِصَالِ فَمَنْ كَانَ يَسْتَقِيمُ عَلَى هَذِهِ الْخِصَالِ ، لَا يَكُونُ مُبْتَدِعًا ، وَلَا يَكُونُ صَاحِبَ الْهَوَاءِ ، فَعَلَيْكُمْ اَصْحَابِي وَاخْوَانِي اِنْ تَكُونُوا فِى هَذِهِ الْخِصَالِ حَتَّى تَكُونُوا فِى شَفَاعَةِ نَبِينَا مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ الْقِيَامَةِ .

مقدمہ مصنف :

تمام تعریفیں اس ذات والاصفات کے لئے مخصوص ہیں جس نے ہمارے دلوں کو ایمان کے نور سے مزین فرمایا اور اس کی تمام رحمتیں رسول اکرم صلى الله عليه وسلم کے لئے ہوں جو نبوت اور رسالت کے منصب کے ساتھ ساری انسانیت اور جنیت کی طرف مبعوث فرمائے گئے اور آپ کی پاکیزہ آل

اور برگزیدہ اصحاب کرام جو اللہ ﷻ کی طرف سے سرداری کے منصب پر فائز کئے گئے اور تا صبح قیامت ان پاک باز ہستیوں کی اتباع کرنے والے بھی اللہ ﷻ کی رحمتوں سے بہرہ یاب ہوں۔

وصیت نامہ کی اہمیت:

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنی آخری بیماری میں تمام احباب اور شاگردوں کو اپنے قریب بلا کر فرمایا:

اے میرے ساتھیو اور بھائیو اللہ ﷻ ہر اچھے کام میں تمہاری مدد اور موافقت کرے جان لو! کہ علم عقائد میں طبقہ اہل السنّت والجماعت کا رکن شمار کئے جانے کے لئے بارہ (۱۲) خصلتیں یا بارہ نشانیاں ہیں۔ اور جو شخص ان عادات اور خصلتوں کو اپنے اندر پیدا کرے گا اور پھر ان پر مستقل مزاجی سے قائم رہے گا وہ کبھی اہل بدعت میں سے اور نہ ہی طبقہ ہواؤ ہوس میں سے ہو سکتا ہے۔

میرے دوستو اور بھائیو! تم لازمی طور پر ان عادات کو اختیار کرو تا کہ قیامت کے روز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے حصہ دار بن سکو اور دنیا میں اللہ کی مدد اور نصرت کی ہوئی جماعت اہل السنّت والجماعت میں شامل ہو جاؤ۔

الخصلة : ۱- (الایمان) (قرار و نصرون)

أولها: الايمان اقرار باللسان وتصديق بالقلب والاقرار وحده لا يكون ايماناً لأنه لو كان ايماناً لكان المنافقون كلهم مؤمنين - وكذلك المعرفة وحدها لا تكون ايماناً لأنها لو كانت ايماناً لكان أهل الكتاب كلهم مؤمنين - قال الله تعالى في حق المنافقين:

﴿ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ كَذِبُونَ ﴾

(المنافقون: ۱۰)

وقال تعالى في حق اهل الكتاب :

﴿ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ آبَاءَهُمْ ﴾

(البقرة: ۱۴۶)

والايمان لا يزيد ولا ينقص لأنه لا يتصور زيادة الايمان الا بنقصان الكُفر ولا يتصور نقصان الايمان الا بزيادة الكفر فكيف يجوز ان يكون الشخص الواحد في حالة واحدة مؤمناً وكافراً حقاً - والمؤمن مؤمن حقاً والكافر كافر حقاً وليس في ايمان المؤمن شك كما انه ليس في كفر الكافر شك كقوله تعالى:

﴿ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ﴾

(الانفال: ۴)

[وقال الله تعالى]

﴿أَوْلَيْكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا﴾

(النساء: ۱۵۶)

والعاصون من أمة محمد ﷺ من اهل التوحيد مؤمنون وليسوا بكافرين -

﴿پہلی خصلت﴾

ایمان کی حقیقت اور اس کے ارکان

ان میں پہلی خصلت یہ ہے کہ زبان سے اقرار کرے اور دل سے تصدیق کرے۔ کیونکہ صرف زبان سے اقرار کرنا ایمان نہیں ہو سکتا اگر یہ ایمان ہو تو سارے منافق بھی مؤمن بن جائیں گے اسلئے کہ اس نے زبان سے اقرار تو کیا مگر انکی تصدیق قلبی نہیں ہے۔ اسی طرح اکیلی معرفت اور دل سے تصدیق بھی ایمان نہیں ہو سکتی، اگر اس کو ایمان مانا جائے تو سارے اہل کتاب مؤمن بن جائیں گے جیسے اللہ ﷻ نے جماعت منافقین کے بارہ میں ارشاد فرمایا:

وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اَنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ

اے نبی ﷺ جب آپ کے پاس منافق آکر اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور یہ کہ آپ اللہ ﷻ کے سچے رسول ﷺ ہیں تو انکے جواب میں اللہ ﷻ فرماتے ہیں اللہ بھی اس بات کے گواہ ہیں کہ اے نبی ﷺ آپ اللہ ﷻ کے سچے رسول ہیں اور اللہ ﷻ اس بات کی بھی گواہی دیتے ہیں منافق اپنے ایمان دار ہونے کے دعویٰ میں جھوٹے ہیں اس وجہ

سے کہ وہ زبان سے اقرار تو کرتے ہیں مگر دل سے تصدیق نہیں کرتے۔ اور اہل کتاب کی حقیقت یہ ہے وہ نبی ﷺ کو اسی طرح جانتے اور پہچانتے ہیں جیسے کوئی شخص اپنے بیٹے کو جانتا اور پہچانتا ہوں مگر زبان سے اقرار نہ کرنے کی وجہ سے ان کے ایمان کی اللہ ﷻ کے ہاں کوئی حقیقت اور قدر قیمت نہیں ہے۔

جیسے اللہ ﷻ نے فرمایا:

يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ آبْنَاءَهُمْ

وہ نبی علیہ السلام کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے اولاد کو پہچانتے ہیں۔ اس کے باوجود وہ اہل ایمان میں سے نہیں ہو سکتے۔ اس سے معلوم ہوا ایمان میں زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق دونوں کا ہونا ضروری ہے اگر ایک ہو اور دوسری نہ ہو تو اس کا ایمان درست نہ سمجھا جائے گا۔ ایمان میں کمی اور زیادتی:

اور ایمان میں کمی اور زیادتی نہیں ہوتی وجہ اس کی یہ ہے کہ ایمان کی زیادتی اس وقت تک تصور نہیں کی جاسکتی جب تک کفر میں کمی نہ ہو اور یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کہ ایک شخص ایک ہی وقت میں سچا مؤمن اور سچا کافر بھی ہو کیونکہ ایمان اور کفر کی کمی کوئی مادی چیز نہیں۔ بلکہ یہ تو ایک کیفی چیز ہے لہذا اس میں کمی اور زیادتی کا گمان ہی محال ہے کیونکہ ایمان میں کمی اور زیادتی کیت اور مادیت کی صفت سے تعلق رکھتی ہے نہ کہ کسی کیفیت سے۔

ایمان میں شک کرنے اور معاصی کا حکم:

اور ہر مؤمن سچا مؤمن ہے اور ہر کافر پکا کافر ہے جیسے مؤمن کے ایمان میں شک نہیں اسی طرح کافر کے کفر میں شک نہ ہوگا جیسے اللہ ﷻ کا قول ہے:

اولئك هم المؤمنون حقا

یہی لوگ سچے مؤمن ہیں۔

اور کافروں کے بارہ میں ارشاد فرمایا:

اولئك هم الكافرون حقا

یہی لوگ سچے کافر ہیں۔

اور معلوم ہونا چاہیے کہ اُمتِ محمدیہ کے وہ لوگ جو توحید باری ﷻ کے قائل ہیں گناہ گار ہونے کے باوجود یہ لوگ مؤمن ہیں کافر ہرگز نہیں ہیں۔

.....

اس خصلت میں کل تین مسئلے قابل غور ہیں

۱: ایمان کے ارکان کتنے ہیں ہمارے نزدیک ایمان کے دو ارکان ہیں زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق اور اعمال کا بجالانا ایمان کی خارجی نشانیوں میں سے ہے ایمان کے اجزا میں سے نہیں ہے اور جو احادیث میں آیا ہے:

لا يقبل ایمان بلا عمل ولا عمل بلا ایمان

کسی شخص کا ایمان عمل کے بغیر اور عمل ایمان کے بغیر قابل قبول نہیں ہے

اسے مراد ابتدائے اسلام میں ایسا تھا بعد میں یہ ضابطہ نہیں رہا اسلئے کہ خود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يُخْرِجُ مِنَ النَّارِ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنَ الْإِيمَانِ
 جس شخص کے دل میں ایک ذرے کے برابر بھی ایمان ہوگا اللہ ﷻ اسکو جہنم سے نکال لیں گے۔ دوسرا مسئلہ: ایمان میں کمی زیادتی کا ہے: ایمان ایک ایسی چیز ہے جسکی کمیت نہیں ہے بلکہ ایک کیفیتی چیز ہے اور کیف میں کمی زیادتی نہیں ہوتی ہے تیسرا مسئلہ: ایمان کے اقرار کے ساتھ انشاء اللہ کہنا درست ہے یا نہیں؟ بعض حضرات اسکو درست مانتے ہیں جبکہ حضرت امام اعظم اور حضرات ماتریدیہ کے نزدیک ایمان کے ساتھ انشاء اللہ کا لفظ بولنا درست نہیں اس لئے کہ اس سے ایمان میں شک کا اظہار ہوتا ہے۔

.....

الخصلة ۲: نسبة الايمان بالعمل

العمل غير الايمان والايمان غير العمل بدليل ان كثيراً من الاوقات يرتفع العمل عن المؤمن ولا يجوز ان يقال ارتفع عنه الايمان -
 فان الحائض و النفساء ترفع عنها الصلوة و لا يجوز ان يقال ارتفع عنها الايمان او امر لها بترك الايمان -
 وقد قال لها الشارع دعى الصوم ثم اقصيه و لا يجوز ان يقال دعى الايمان ثم اقصيه و يجوز ان يقال ليس على الفقير الزكوة و لا يجوز ان يقال ليس على الفقير الايمان -

﴿ دوسری خصلت ﴾

ایمان اور عمل کا تعلق

اور معلوم ہونا چاہئے کہ عمل علیحدہ چیز ہے اور ایمان علیحدہ چیز ہے، اس بات کی دلیل یہ ہے کہ اکثر اوقات کسی مؤمن کو اللہ ﷻ کی طرف سے کسی عذر میں مبتلا ہونے کی صورت میں عمل کی معافی دے دی جاتی ہے تو اسکے عذر کی وجہ سے یہ کہا جائے گا کہ اسکو عمل معاف ہے مگر ایمان کے معاف ہونے کی کوئی صورت نہیں ہوتی اور نہ ہی کسی وجہ سے یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں حال میں ایمان چھوڑ دیا جائے۔

مثال کے طور پر حائضہ اور مدت نفاس میں مبتلاء عورت کو نماز معاف کر دی جاتی ہے لیکن یہ نہیں کہا جاتا کہ اس پر ایمان بھی لازم نہیں رہا یا اس کو ایمان چھوڑنے کا حکم دے دیا گیا ہے۔

اور اسی طرح صاحب شریعت نے حائضہ اور نفاس والی عورت کو روزہ چھوڑنے کا حکم تو دیا ہے اور بعد میں اس کی قضاء تجویز کی ہے لیکن اس کو یوں نہیں کہا جائے گا کہ ایام ماہواری میں ایمان چھوڑ دے اور بعد میں اس کی قضاء کر لے اور اسی طرح غریب آدمی پر زکوٰۃ لازم نہیں ہے اس صورت میں یوں تو کہا جاسکتا ہے کہ غریب آدمی پر زکوٰۃ لازم نہیں ہے لیکن یہ کہنا جائز نہیں کہ غریب آدمی پر ایمان بھی لازم نہیں ہے۔

فائدہ:

ایمان اور عمل کے بارے میں جیسا کہ قبل ازیں خصلت میں وضاحت کی ہے کہ ایمان کے ساتھ ساتھ عمل ہونا کیا لازمی ہے یا نہیں؟ اس خصلت میں اسکی مزید وضاحت فرمادی گئی ہے اور مثالوں کے ذریعے اسکو خوب کھول کر بیان کر دیا گیا ہے اس لئے اب اس مسئلے میں مزید شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہنی چاہئے اور اب اس مسئلے میں امام اعظم کو مورد طعن نہ کرنا چاہئے۔

الخصلة ۳: نَقْدِرُ الْخَيْرَ وَالشَّرَّ

نُقِرَّ بِأَنَّ تَقْدِيرَ الْخَيْرِ وَالشَّرِّ كُلَّهُ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى لِقَوْلِهِ تَعَالَى :

﴿ قُلْ كُلُّ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ ﴾

(النساء: ۷۸)

وَلَوْ قَالَ تَقْدِيرُ الْخَيْرِ وَالشَّرِّ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ تَعَالَى كَانَ كَافِرًا بِاللَّهِ تَعَالَى
وَيَبْطُلُ تَوْحِيدُهُ لَوْ كَانَ لَهُ التَّوْحِيدَ

نَقِرُّ بِأَنَّ الْأَعْمَالَ ثَلَاثَةٌ: ۱- فَرِيضَةٌ ۲- وَفَضِيلَةٌ ۳- وَمَعْصِيَةٌ

۱ : فَالْفَرِيضَةُ : بِأَمْرِ اللَّهِ تَعَالَى ، وَمَشِيَّتِهِ ، وَمَحَبَّتِهِ ، وَرِضَائِهِ وَقَضَائِهِ ، وَقَدْرِهِ ، وَارَادَتِهِ ، وَتَوْفِيقِهِ ، وَتَخْلِيْقِهِ ، وَحُكْمِهِ وَعِلْمِهِ ، وَكِتَابَتِهِ فِي اللُّوْحِ الْمَحْفُوظِ -

۲ : وَالفَضِيلَةُ : لَيْسَتْ بِأَمْرِ اللَّهِ تَعَالَى ، وَلَكِنْ بِمَشِيَّتِهِ ، وَمُحَبَّتِهِ ، وَقَضَائِهِ ، وَرِضَائِهِ ، وَقَدْرِهِ ، وَتَوْفِيقِهِ ، وَتَخْلِيْقِهِ ، وَحُكْمِهِ ، وَعِلْمِهِ ، وَكِتَابَتِهِ فِي اللُّوْحِ الْمَحْفُوظِ فَنُؤْمِنُ بِاللُّوْحِ وَالْقَلَمِ وَبِجَمِيعِ مَا فِيهِ قَدْ رُقِمَ وَرُسِمَ -

۳ : وَالمَعْصِيَةُ : لَيْسَتْ بِأَمْرِ اللَّهِ ، وَلَكِنْ بِمِشِيَّتِهِ ، لَا بِمُحَبَّتِهِ وَبِقَضَائِهِ ، لَا بِرِضَائِهِ ، وَبِتَقْدِيرِهِ ، وَتَخْلِيْقِهِ ، لَا بِتَوْفِيقِهِ وَارَادَتِهِ ، وَحُكْمِهِ ، وَعِلْمِهِ ، وَبِخُذْلَانِهِ ، لَا بِمَعْرِفَتِهِ ، وَبِكِتَابَتِهِ فِي اللُّوْحِ الْمَحْفُوظِ

والمؤاخذاة عليه لكونه فعل العبد -

﴿تیسری خصلت﴾

اچھی اور بری تقدیر کا حکم

اور ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ ہر اچھی اور بری تقدیر اللہ ﷻ کی طرف سے ہے۔ کیونکہ اللہ ﷻ کا ارشاد ہے:

قُلْ كُلُّ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ

اے نبی ﷺ آپ فرما دیجئے سب کچھ (خیر اور شر) اللہ ﷻ کی طرف سے ہے اور جو شخص اللہ ﷻ کے علاوہ خیر و شر کسی اور کی طرف سے ہونے کا قائل ہو اور کہے کہ اچھی تقدیر اللہ ﷻ کی طرف سے اور بری اللہ ﷻ کے غیر کی طرف سے ہے یا اس کے الٹ کہے تو وہ شخص کافر ہو جائے گا۔ اور اس کا عقیدہ توحید باطل اور ایمان زائل ہو جائے گا بشرطیکہ وہ پہلے اللہ ﷻ کی توحید کا قائل اور اس پر ایمان کا حامل ہو۔

اعمال کی تین قسمیں ہیں

ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ انسان سے صادر ہونیوالے تمام

اعمال تین طرح کے ہیں:

۱: فرائض ۲: فضائل ۳: معاصی

(۱): فرائض سے مراد، انسان کے ذمہ وہ عمل ہے جنکا ادا کرنا لازم ہے اور

انکا بندے کے ذمے لازم ہونا اللہ ﷻ کے حکم اس کی مشیت، اور اسکی محبت

اسکی رضا، فیصلے اور اسکی تقدیر اور اسکے ارادے، توفیق اور اسکی تخلیق اسی کے حکم علم، اور لوح محفوظ میں لکھے جانے کی وجہ سے ہے اور جو اعمال اس صورت میں معرض وجود میں آئیں وہ فرائض کا درجہ رکھتے ہیں۔

۲: فضائل میں وہ اعمال ہیں جو اللہ کے حکم نہیں بلکہ انکی بجا آوری اللہ ﷻ کی چاہت اور مشیت اسی کی محبت، فیصلے اور اسکی قضاء اسکی رضا اس کی طرف سے مقدر کئے جانے اور اس کی توفیق، تخلیق اور اسکے ارادے اور حکمت اور اللہ ﷻ کے علم کامل اور لوح محفوظ میں لکھے ہونے کی وجہ سے ظہور پذیر ہوتے ہیں لہذا ہم لوح محفوظ اور قلم پر اور ان دونوں کے ساتھ جو کچھ ظاہر ہوا اور لکھا گیا ان سب پر ایمان لاتے ہیں۔

۳: معاصی و گناہوں کا ظہور اللہ ﷻ کے امر سے نہیں ہوتا البتہ اللہ ﷻ کی مشیت سے ہوتا ہے ان کے ظاہر ہونے میں اللہ ﷻ کی محبت شامل نہیں ہوتی البتہ اسی کے فیصلے اور قضاء سے عمل میں آتی ہے اس کے واقع ہونے میں اللہ ﷻ کی رضا کی ضرورت نہیں البتہ اس کی تقدیر اور تخلیق سے وہ کام واقع ہوتے ہیں اور ان کے صادر ہونے میں اللہ ﷻ کی طرف سے توفیق نہیں ملتی البتہ اللہ ﷻ کا ارادہ، اس کی حکمت، اس کے علم کے مطابق انکا عملی ظہور ہوتا ہے اور اس قسم کے عمل کرنے میں اللہ کی ناپسندیدگی شامل ہوتی ہے اس کی معاونت حاصل نہیں ہوتی اور تمام اعمال لوح محفوظ میں لکھ دئے جانے کی وجہ سے ظہور میں آتے ہے اور انکا قابل مواخذہ ہونے کی وجہ

فاعل یعنی انسان سے صادر ہونا ہے۔

فائدہ:

اس خصلت میں تین چیزوں کا جاننا از حد ضروری ہے: پہلا قلم کی کیا حقیقت ہے جسکو اللہ ﷻ نے لکھنے کا حکم دیا تھا۔ دوسرا: قلم کی لکھائی کی کیا نوعیت ہے جو اللہ ﷻ کے حکم سے لکھی۔ تیسرا لوح محفوظ کی کیا حقیقت ہے:

(۱): قلم اللہ ﷻ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے جس میں اللہ ﷻ نے ضروری علوم کے لکھنے کی استعداد کو پیدا کر دیا تھا اس کی حقیقت ملائکہ کی طرح ایک جسم نورانی ہے اور اس میں اللہ ﷻ نے علم اور قوت اور ادراک اور فہم و استفہام کی استعداد رکھ دی تھی اور اللہ ﷻ نے اسی استعداد کے ساتھ قلم کو سب سے پہلے پیدا فرمایا جیسا کہ حدیث پاک میں ہے:

أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ الْقَلَمَ ، فَقَالَ لَهُ : أَكْتُبْ ! فَقَالَ مَاذَا أَكْتُبُ يَا رَبِّي ؟ فَقَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى : أَكْتُبِ الْقَدَرَ مَا كَانَ وَمَا هُوَ كَائِنٌ إِلَى الْآبَدِ

أخرجہ الترمذی: ۲۰۸۱

وفی روایة (فکتب القلم) من استسلم بقضائی، ویصبر علی بلائی ، ویشکر علی نعمائی کتبتہ وبعثتہ صدیقین یقیناً؛ ومن لم یرض بقضائی ، ولم یصبر علی بلائی ، ولم یشکر علی نعمائی ولیخرج من ارضی وسمائی ، ولیتخذ رباً سوائی

اللہ ﷻ نے اپنی مخلوقات میں سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا اور اسکو لکھنے کا حکم دیا اس نے پوچھا اے ﴿اللہ﴾! میں کیا لکھوں؟ ارشاد ہوا قیامت تک جو کچھ بھی واقع ہونے والا ہے وہ سب لکھ دے

اور ایک روایت میں ہے جو میری قضاء و قدر کے سامنے سر تسلیم خم کر دے، میری طرف سے وارد ہونے والی مصیبتوں پر صبر کرے، اور میری نعمتوں پر شکر کرتا ہے، ان کے بارے میں سچے صدیقین میں سے ہونے کا فیصلہ کرتا ہوں اور لکھتا ہوں، اور جو میری قضاء و قدر پر راضی نہیں ہوتا میری طرف سے وارد ہونے والی بلاؤں پر صبر نہیں کرتا، اور میری نعمتوں پر شکر نہیں کرتا، اس کو چاہئے کہ میرے آسمان وزمین میں سے نکل جائے، اور میرے علاوہ کسی اور کو اپنا رب بنا لے۔

اور قلم نے لوح محفوظ میں سب کچھ ان کی ذات اور صفات سمیت لکھ دیا
(۲) کتابت:

لوح محفوظ میں جو کچھ لکھا گیا تھا وہ نہ تو انسانی تحریر کی مانند تھا اور نہ عددی انداز میں تھا اور نہ ہی وہ کوئی خفیہ اشاروں (secret code) میں تھا جیسے آجکل کمپیوٹر کام کرتا ہے اور نہ ہی کوئی اور ایسا طریقہ تحریر تھا جو ہزاروں سال قبل یا ہزاروں برس بعد کے انسان استعمال کرتے یا کر سکتے ہیں یا کریں گے

(۳) لوح محفوظ:

لوح محفوظ بھی اسی طرح اللہ کی نورانی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے اس میں بذاتِ خود کوئی صلاحیت نہیں کہ اپنی مرضی سے کوئی نہ ہو سکے والی بات کر دیں یا نہ ہونے والا کام کر دیں یہ بات اس کے اختیار اور طاقت میں ہے بلکہ وہ اللہ ﷻ کی مرضی کے تابع ہے جو ان سب پر جاری و ساری اور حاوی ہے۔

قلم یا لوح انسانوں کے بنائے ہوئے قلم کی مانند نہ سمجھنا چاہئے بلکہ وہ ان سے یا ان کی مثل بننے یا ہونے سے بھی پاک ہے اور اللہ ﷻ نے ان کو بنایا اور جو حکم فرمایا وہ اسی کے حکم کی تعمیل میں لگے ہوئے ہیں البتہ بعض اوقات اللہ ﷻ اپنی خاص مخلوقات اور ان کے نام اسی طرح کے استعمال کرتے ہیں جیسے دنیا میں ہم نام استعمال کرتے ہیں تاکہ انسان کے سمجھنے میں آسانی ہو جائے اور نام کی موافقت ذات کی موافقت کو لازم نہیں آتی۔

الخصلة ٤ : كيفية الاستواء على العرش

نقِرُّ بان الله تعالى على العرش استوى ، من غير ان يكون له حاجة او استقرار عليه وهو حافظ العرش وغير العرش من غير احتياج -
فلو كان محتاجاً لما قدَرَ على ايجاد العالم وتديره كالمخلوق ولو كان محتاجاً الى الجلوس والقرار فقبل خلق العرش اين كان الله تعالى ؟ فهو مُنَزَّهٌ عن ذلك علواً كبيراً

﴿چوتھی خصلت﴾

اللہ تعالیٰ کا عرش پر استوی

ہم اس بات کا بھی اقرار کرتے ہیں کہ اللہ ﷻ پر مستوی ہیں اور انکو اس استوائے عرش کی نہ تو کوئی حاجت ہے اور نہ ضرورت، اور نہ ہی ان کے عرش پر مستوی ہونے کی کوئی خاص کیفیت یا خاص حالت ہے۔ اور نہ ہی اللہ ﷻ کو عرش پر قرار پکڑنے کی کوئی ضرورت یا حاجت یا مجبوری ہے اس لئے اللہ ﷻ ہی وہ ذات ہے جو عرش اور عرش کے علاوہ ہر چیز کے محافظ ہیں اور یہ سارا عمل ﴿اللہ﴾ تعالیٰ کی کسی مجبوری کی وجہ سے نہیں ہے۔

اللہ بیٹھنے اور آرام کرنے کے محتاج نہیں ہیں

اگر اللہ ﷻ بیٹھنے اور آرام کرنے کے محتاج ہوتے تو جہاں اور دنیا

بنانے پر کبھی قادر نہ ہوتے اور اس کی تدبیر کرنا اور تمام مخلوقات کی طرح اس عالم کی دیکھ بھال کرنا ممکن نہ ہوتا اور اگر یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ اللہ ﷻ بیٹھنے یا آرام کرنے کے محتاج ہیں تو سوال پیدا ہوگا کہ عرش کی تخلیق سے قبل اللہ ﷻ کہاں آرام فرماتے؟

لہذا اس مسئلے کے بارے میں یہی عقیدہ رکھا جائے گا کہ اللہ ﷻ ان تمام کیفیات اور احوال سے پاک ہیں جن کے قول و قرار سے ذات باری ﷻ میں عاجزی اور نقص لازم آئے، اور ہم یوں کہنے پر مجبور ہو جائیں کہ اللہ ﷻ کو اس کی حاجت اور ضرورت ہے کہ آرام کریں یا کسی جگہ پر بیٹھیں
معاذ اللہ۔

فائدہ:

عرش بھی اللہ ﷻ کی نورانی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے جس کے اوپر اللہ ﷻ کی ایک اور مخلوق جس کا نام کرسی ہے رکھی ہوئی ہے اور عرش اللہ ﷻ کی وہ مخلوق ہے جو اللہ ﷻ نے پانی کے بعد بنائی ہے اس لئے کہ ارشادِ باری ﷻ ہے:

وكان عرشه على الماء

یعنی اللہ کا عرش پانی پر تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ پہلے پانی کی تخلیق ہوئی اس کے بعد اللہ ﷻ کا

عرش معروضِ وجود میں لایا گیا اور اللہ ﷻ نے اس کے بعد لوح و قلم بنائے اور ان کو حکم دیا:

اكتب ما هو كائن

یعنی ہمیشہ کے لئے جو کچھ ہونے والا ہے اس کو لکھ دو۔

اس کے بعد آسمان اور زمین اور جو ان کے درمیان کی مخلوقات ہیں انکو بنایا گیا ہے اسی لئے حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ:

كتب الله مقادير الخلائيق قبل ان يخلق السموات والارض بخميس
الف سنة وكان عرشه على الماء

[اخرجه مسلم: ۴۷۹۷ الترمذی: ۳۰۸۲، ص: ۶۲۹]

اللہ ﷻ نے تمام مخلوقات کی تقدیریں آسمان و زمین کے بنائے جانے سے پچاس ہزار سال پہلے لکھ دی تھیں اور اس وقت اللہ ﷻ کا عرش پانی پر تھا۔ اس سے یہ بات معلوم ہو جانی چاہئے کہ عرش بھی اللہ کی دیگر مخلوقات کی طرح ایک مخلوق ہے اور وہ بھی حادث (temporary) ہے اللہ ﷻ اور اسکی صفات کی طرح دائمی (forever) اور قدیم (eternal) نہیں ہے

اسی طرح اللہ کی صفات میں سے ہے

(ہو رب العرش المجید)

اللہ ﷻ عرشِ عظیم کا بھی رب ہے۔

عرش اللہ ﷻ کا پروردہ اور اسی کا پیدا کردہ ہے اور اس کے عرش کے

پائے بھی ہیں جیسا کہ حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

فَاذَا اَنَا بِمُوسَىٰ آخِذٌ بِقَائِمَةٍ مِنْ قَوَائِمِ الْعَرْشِ

[اخرجه البخاری: ۳۱۴۶]

یعنی میں موسیٰ کے ساتھ اللہ ﷻ کے عرش کے پائیوں میں سے ایک

پایہ پکڑ کر کھڑا ہوں گا۔

اور عرش چار جہتوں کے لحاظ سے محدود ہے لیکن اللہ ﷻ جہات میں محدود

نہیں ہیں۔ جیسا کہ ارشادِ بانی ہے:

حَافِينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ

یعنی ملائکہ اللہ ﷻ کے عرش کے گرد اس کو گھیرے ہوئے کھڑے ہیں۔

اور اللہ ﷻ کے عرش مبارک کو کئی پروں والے فرشتے اٹھائے ہوئے

ہیں۔ جیسا اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا:

الْحَمْدُ لِلَّهِ فَاطِرِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ جَاعِلِ الْمَلَائِكَةَ رُسُلًا أُولَىٰ أَجْنِحَةٍ

مَثْنَىٰ وَثَلَاثَ وَرُبَاعَ يَزِيدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ

فاطر: ۱

تمام تعریفوں کے لائق وہ ذات ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا

اور کبھی دو دو اور کبھی تین تین اور کبھی چار چار اور کبھی متعدد پروں والے

ملائکہ کو اپنی پیغام رسانی کا ذریعہ بنایا اور کبھی اپنی مخلوقات میں اس سے بھی

زیادہ تخلیق کیا۔

یہ تمام آیات قرآنی بتاتی ہیں کہ عرش محدود (limited) اور مخلوق ہے اس کے

کئی اجزاء ہیں لہذا وہ حادث اور عارضی ہے دائمی نہیں اور اللہ کا فرمان ہے:

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وِجْهَ

اللہ ﷻ کی ذات کے علاوہ تمام اشیاء ہلاک ہونے والی ہیں۔

اور عرش بھی اللہ ﷻ کی پیدا کردہ اشیاء میں سے ایک شے ہے لہذا وہ حادث بھی ہے اور فانی بھی ہے مزید یہ کہ اللہ ﷻ کے عرش پر متمکن ہونے کے ظاہری معانی دیکھتے ہوئے کسی شک میں مبتلاء نہ ہونا اور ایسا نظریہ یا عقیدہ نہ اختیار کرنا چاہئے کہ اللہ ﷻ بھی اپنے عرش کی مانند حادث ہیں بلکہ اس کے بارے میں یہ رائے بھی نہ ہونی چاہئے کہ ہم ان آیات اور احادیث کو اسکے ظاہر پر محمول کرنے لگیں اس کے بارے میں وہی رائے رکھنی چاہئے جیسا کہ امام مالک سے استوی علی العرش کے بارہ میں پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا:

أَلَا سَتَوَاءُ مَعْلُومٌ وَالْكَافِئُ مَجْهُولٌ وَالْإِيْمَانُ بِهِ وَاجِبٌ وَالسُّؤَالُ عَنْهُ بِدْعَةٌ
اللہ ﷻ کا عرش پر مستوی ہونا مفہوم کے لحاظ سے معلوم ہے، اور اس کی کیفیت نامعلوم ہے البتہ اس پر ایمان لانا واجب ہے۔

کیونکہ ان پر ایمان لانا جزو ایمان ہے چاہے اسکی حقیقت سمجھ میں آئے یا نہ آئے اور اس کے بارہ میں غور و خوض کرنا بدعت ہے اور اس باب میں یہ کلام کافی اور وافی ہے اس شخص کے لئے جو دل رکھتا ہو اور جانتا ہے کہ اس نے اللہ کے سامنے پیش ہو کر اپنے اعمال اور ایمان کے مطابق بدلہ پانا

ہے۔

اگرچہ حنابلہ اور لاندپیہ کا کہنا ہے کہ اللہ ﷺ عرش اور اس کے اوپر کرسی میں مقیم ہیں اور انہوں نے ان الفاظ کو انکے ظاہر پر رکھ کر ہی اپنی رائے قائم کی ہے اور اس لحاظ سے وہ لوگ اللہ ﷺ کے کرسی یا عرش پر اسی طرح مستوی یا قائم ہونے کے قائل ہیں جس طرح کوئی آدمی کسی کرسی پر بیٹھا ہوا ہوتا ہے جبکہ یہ رائے نصوص قرآنیہ کے خلاف ہے اور اسی کی وجہ سے اسلاف نے انکو مجسمہ قرار دیا ہے یعنی یہ کہ وہ اللہ ﷺ کے مجسم اور محدود ہونے کے قائل ہیں جبکہ اس بارے میں اللہ ﷺ نے فرمایا:

لیس کمثلہ شیء وهو السميع العليم

وہ اللہ ﷺ کسی شیء کی مانند نہیں اور نہ ہی انکی کوئی صفت کسی کی صفات کی مانند ہے اس لئے اس قسم کے اقوال سے گریز کرنا لازم ہے اس لئے ہمارا نظریہ جیسا کہ امام مالک کا قول ہے اس کے مطابق ہے۔

.....

الخصلة ٥: (القرآن كلام الله غير مخلوق)

نُقِرُّبَانَ الْقُرْآنِ كَلَامَ اللَّهِ تَعَالَى غَيْرِ مَخْلُوقٍ ، وَوَحْيِهِ وَتَنْزِيلِهِ وَصِفَتِهِ لَأَهُوَ وَلَا غَيْرَهُ بَلْ هُوَ صِفَتُهُ عَلَى التَّحْقِيقِ مَكْتُوبٌ فِي الْمَصَاحِفِ مَقْرُوءٌ بِاللِّسَنِ مَحْفُوظٌ فِي الصُّدُورِ غَيْرُ حَالٍ فِيهَا -

والحروف والحركات والحبر والكاغذ والكتابة كلها مخلوقة
لأنها أفعال العباد -

وكلام الله سبحانه وتعالى غير مخلوق لأن الكتابة والحروف
والكلمات والآيات كلها دلالة القرآن لحاجة العباد إليه -

وكلام الله تعالى قائم بذاته ومعناه مفهوم بهذه الأشياء

فمن قال بان كلام الله تعالى مخلوق فهو كافر بالله العظيم -

والله تعالى معبود لا يزال كما كان -

وكلامه مقروء او مكتوب ومحفوظ من غير مزابلة عنه -

﴿پانچویں خصلت﴾

قرآن کریم کا کلام اللہ ہونا

ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ قرآن کریم اللہ ﷻ کا کلام ہے۔

اسی کی طرف سے وحی کے ذریعے نازل ہوا ہے اور چونکہ یہ اللہ ﷻ کی

طرف سے نازل ہوا ہے لہذا یہ اللہ ﷻ کا کلام اور اسکی صفت ہے نہ کہ ذاتِ خدا لیکن ذات سے غیر بھی نہیں ہے بلکہ تحقیقی بات یہ ہے کہ اللہ ﷻ کی باقی صفات کی طرح یہ بھی ایک صفت ہے جس کا ظہور قرآن کریم کے معرض وجود میں آنے کا باعث ہے۔

قرآن کریم اللہ کی کتاب ہونے کی حقیقت

قرآن کریم ایک کتاب ہے جو مصاحف میں لکھا ہوا ہے زبان کے ساتھ پڑھا جانے والا سینوں میں محفوظ ہو جانے والا اور اس میں کچھ حائل نہیں ہوتا تمام حروف، حرکات، سیاہی، کاغذ، اور کتابت اور اشیاء کی طرح اللہ ﷻ کی مخلوقات میں سے مخلوق ہیں کیونکہ یہ اشیاء اپنے وجود میں آنے کے لئے بندوں کے فعل کی محتاج ہیں جبکہ اللہ ﷻ کا کلام مخلوق نہیں کیونکہ وہ اپنے وجود میں آنے کے لئے کتاب، حروف، کلمات اور عبارات کا محتاج نہیں یہ تمام آلہ قرآن ہیں اور اس کی تشکیل بندوں کی ضرورت کے پیش نظر ہے، نہ کہ اللہ ﷻ کی ضرورت کی وجہ سے یعنی اگر یہ نہ ہوں تو بندے اللہ ﷻ کی اصل مراد تک نہ پہنچ سکیں۔

کلام اللہ کی حقیقت اور اس کا مفہوم

اور اللہ ﷻ کا کلام بذات خود قائم ہے اور اپنے قائم ہونے میں اس کے علاوہ کسی کا محتاج نہیں اور اس کا مطلب اور مفہوم انہی آلات، کلمات، حروف اور حرکات سے واضح کیا جاسکتا ہے اب جو شخص یہ کہتا ہے کہ اللہ ﷻ

کا کلام مخلوق ہے وہ اصل میں اللہ ﷻ کے ساتھ کفر کر رہا ہے اور اللہ ﷻ معبود ہے اور اپنی ہر صفت میں جس طرح ہے ہمیشہ سے اسی طرح ہے اللہ ﷻ کو ان صفات کے بدلنے کی ضرورت نہیں پڑتی اور اس کا کلام پڑھا، لکھا اور محفوظ کیا جاتا ہے اور کوئی چیز بھی ایسی نہیں ہے جو تعلیم کے عمل میں اس لئے زائل ہو جائے کہ اس کے لئے مناسب الفاظ، صحیح ادائیگی، اور درست تحریر، پورے کلمات، کامل حروف نہ مل سکتے ہوں۔

.....

اس مسئلہ کی بنیاد ایک اور مسئلہ پر ہے اور وہ یہ کہ کلام اور متکلم میں کیا تعلق ہے؟

دونوں ایک ہی ہیں یہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے اسی لئے انجیل یوحنا میں ہے:

ابتداء میں کلام تھا خدا کے ساتھ تھا اور کلام خدا تھا۔ ا:

ہندو وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ: دونوں جدا جدا حقیقتیں ہیں۔ اہل السنّت کی

رائے یہ ہے: نہ دونوں ایک ہیں اور نہ دونوں ایک دوسرے سے جدا ہیں

.....

الخصلة ٦ : (الافضل من الامة بعد الانبياء

نُقِرُّ بِأَنَّ أَفْضَلَ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ ﷺ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ ﷺ
ثُمَّ عُمَرُ ﷺ ثُمَّ عَثْمَانُ ﷺ ثُمَّ عَلِيُّ رِضْوَانُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ لِقَوْلِهِ
تَعَالَى :

﴿وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ أُولَئِكَ الْمُقَرَّبُونَ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ﴾

(الواقعة : ١٢-١٠)

وَكُلٌّ مِّنْ كَانَ أَسْبَقَ فَهُوَ أَفْضَلُ - وَيُحِبُّهُمْ كُلٌّ مِّمَّنْ تَقَى وَيُبْغِضُهُمْ كُلٌّ
مِّنَافِقٍ شَقِيٍّ -

﴿چھٹی خصلت﴾

امت میں افضل ترین شخص؟

ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ کے بعد امت میں
افضل ترین شخص حضرت سیدنا ابو بکرؓ الصديق اسکے بعد حضرت عمرؓ الفاروق
اسکے بعد حضرت عثمانؓ ذوالنورین اسکے حضرت علیؓ المرتضیٰ ہیں اور دلیل اس
کی اللہ ﷻ کا فرمان ہے:

وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ أُولَئِكَ الْمُقَرَّبُونَ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ

اور سبقت لے جانے والے اللہ ﷻ کے مقرب بندوں میں سب سے آگے
ہیں اور نعمتوں والی جنت میں انکا ٹھکانہ ہوگا۔

اس اللہ ﷻ کے فرمان سے معلوم ہوا کہ: ایمان لانے میں جو زیادہ مقدم ہے وہی افضلیت میں بھی زیادہ افضل اور مقدم ہے اور ہر مؤمن، متقی صحابہ کرام ﷺ سے محبت کرتا ہے جبکہ ہر منافق، بدقسمت ان سے بغض رکھتا ہے۔

.....

اس خصلت میں تین باتیں قابل ذکر ہیں

پہلی بات: یہ کہ نبی اکرم ﷺ کے بعد امت میں سب سے زیادہ افضل خلفائے اربعہ ہیں

دوسری بات: یہ کہ ان کے بعد جو ایمان میں مقدم ہوگا وہ افضل ہے اس سے جو ایمان کے لحاظ سے مؤخر ہوگا۔

تیسری بات: یہ کہ صحابہ کرام ﷺ سے خواہ وہ کسی درجے کا صحابی ہو کے ساتھ محبت کمال ایمان کی نشانی ہے اور ان کے ساتھ یا ان میں سے کسی ایک کے ساتھ نفرت منافقت کی علامت ہے۔

.....

(الخصلة ٧ : العبد مع اوصافه مخلوق)

نُقِرُّ بان العبد مع جميع اعماله واقاراره ومعرفته مخلوقٌ فلَمَّا
كَانَ الْفَاعِلُ مَخْلُوقًا فَأَفْعَالُهُ اَوْلَى اِنْ تَكُونُ مَخْلُوقَةً وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ طَاقَةٌ
لَا نَهُمْ ضَعْفَاءُ عَاجِزُونَ -

ونقربان الله تعالى خالق الخلق ورازقهم لقوله تعالى :

﴿اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يَمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ﴾

(الروم: ٤٠)

والكسب بالعمل حلالاً وجمع المال حلال ، وجمع المال من الحرام
حرامٌ .

ثم الناس على ثلاثة اصناف :

١- المؤمن المخلص في ايمانه -

٢- والكافر المجاهد في كفره -

٣- والمنافق المداهن في نفاقه -

واللّٰه تعالى فرض على المؤمن العمل ، وعلى الكافر الايمان ، وعلى

المنافق الاخلاص ، بقوله تعالى :

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ﴾

(نساء: ٣٣)

معناه: يَا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ اطِيعُوا اللَّهَ ، وَيَا أَيُّهَا الْكُفْرُونَ آمَنُوا بِاللَّهِ ، وَيَا أَيُّهَا

المنافقون اخلصوا لله۔

﴿ساتویں خصلت﴾

انسان اپنے تمام اوصاف سمیت مخلوق ہے

ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ: بندہ اپنے تمام اعمال، ایمان کے اقرار، اور معرفتِ الہیہ سمیت اللہ ﷻ کی مخلوقات میں سے مخلوق ہے کیونکہ جب اعمال کا عامل جو انسان ہے وہ مخلوق ہے تو اس سے صادر ہونے والے اعمال بطریق اولیٰ اللہ ﷻ کی مخلوق ہوں گے۔

اللہ ﷻ تمام مخلوقات کے خالق و رازق ہیں

پھر ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ: اللہ ﷻ تمام مخلوقات کے خالق، اور رازق ہیں جبکہ بندوں کے پاس اپنی ذاتی کوئی طاقت نہیں ہے کہ: وہ اپنے آپ کو بنا سکیں یا اپنے رزق کا از خود انتظام کر سکیں ان کے ضعیف، عاجز، محدث (temporary) ہونے کی وجہ سے اللہ ہی ان کا خالق اور رازق ہے اور دلیل اس بات کی اللہ ﷻ کا یہ قول ہے:

والله خلقكم ثم رزقكم ثم يميتكم ثم يحييكم

اللہ ﷻ وہ ذات ہے جو تمہیں پیدا کرتی ہے پھر تمہیں رزق دیتی ہے پھر تمہیں زندگی دے گی اور موت دے گی۔

حلال اور حرام کمائی اور اس کا حکم

اور حلال ذرائع سے حلال کمائی حلال ہے اور حرام ذرائع سے مال

جمع کرنا حرام ہے

فائدہ:

البتہ اگر حرام مال کھا لیا جائے یا استعمال کر لیا جائے تو اس کی دو صورتیں ہیں: ۱: اسکا استعمال بوجہ اضطرار یا مجبوری کے ہو تو جس حد تک مجبوری ہے اس حد تک گناہ نہ ہوگا اور مجبوری ختم ہو جانے کے بعد اس کو استعمال میں لانا گناہ ہے البتہ اس کے استعمال سے صادر شدہ فعل شرعی ذمہ داری پوری کرنے کے لئے کافی ہوگا مثلاً حرام روزی کھانے کے بعد اگر کوئی شخص نماز ادا کرے تو اس کی نماز ادا ہو جائے گی لیکن حرام مال جمع کیا جائے اور اسکا مالک بھی معلوم ہو تو اس کا لوٹانا لازم ہے اسی طرح اگر چور کے پاس چوری شدہ مال مل گیا تو اس کے اصل مالک کو لوٹا دیا جائے گا بشرطیکہ اس چور پر حد جاری نہ کر دی گئی ہو۔

انسانوں کے ایمان کے لحاظ سے اقسام!

انسان اپنے ایمان کے لحاظ سے تین اقسام پر مشتمل ہے

۱۔ مؤمن جو اپنے ایمان میں مخلص ہو اور دل سے اللہ ﷻ کے دین کا مطیع

اور فرمانبردار ہو

۲۔ کافر جو کفر پر قائم ہونے کے ساتھ اس کی اشاعت میں جدوجہد کرنے

والا ہو

۳۔ منافق جو اپنے نفاق میں اعلانیہ اقرار کرنے والا ہو اور اس میں کسی قسم

کی جھجک محسوس نہ کرتا

اور اللہ ﷻ نے مؤمن پر ایمان لاپکنے کے بعد عمل لازم کیا ہے اور کافر پر ایمان لانا لازم کیا ہے اور منافق پر اخلاص لازم کیا ہے اور دلیل اس بات کی یہ ہے کہ اللہ ﷻ کا ارشاد ہے:

ياايها الناس اعبدوا ربكم

یعنی اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو۔ تو مطلب اس کا یوں ہوگا کہ: اے لوگو اگر تم مؤمن بن چکے ہو تو اللہ ﷻ کے احکامات کی اطاعت اور فرمانبرداری کرو اور اگر عالم کفر میں مبتلا ہو تو اللہ ﷻ پر ایمان لے آؤ اور اگر منافقت کی بے آب و گیاہ وادی میں سرگرداں ہو تو اپنے اندر اللہ ﷻ کے لئے اخلاص پیدا کرو اسی پر تمہاری دائمی کامیابی کا مکمل انحصار ہے

.....

اس مسئلے میں بھی مختلف نقطہ نظر ہیں جنہوں نے انسان کو قدیم مانا ہے وہ اس کے افعال کو بھی قدیم کہتے ہیں لیکن ہمارے نزدیک انسان چونکہ حادث ہے اس لئے اس سے صادر ہونے والے افعال بھی حادث ہیں۔

.....

الحصنہ ۸ : وقت الاستطاعة مع الفعل

نُقِرُّ بان الاستطاعة مع الفعل لا قبل الفعل ولا بعد الفعل لأنه لو كان قبل الفعل لكان العبد مستغنياً عن الله سبحانه وتعالى وقت الفعل وهذا خلاف حكم النص لقوله تعالى:

﴿والله الغنى وانتم الفقراء﴾

(معمد: ۳۷)

ولو كان بعد الفعل لكان من المحال لان حصول الفعل بلا استطاعة. ولا طاقة للمخلوق في ما لم تقارنه الاستطاعة من الله تعالى -

﴿آٹھویں خصلت﴾

انسان کے عمل کرنے کی طاقت عمل سے پہلے ہے یا بعد میں؟ ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ: عمل کے صادر کرنے کی طاقت اللہ ﷻ کی طرف سے صدور فعل کے ساتھ ہی ملتی ہے نہ کہ فعل کے صادر ہونے سے پہلے یا فعل کے صادر ہو جانے کے بعد کیونکہ اگر یہ استطاعت صدور فعل سے پہلے ہو تو بندہ اپنے تمام افعال سرانجام دہی میں اللہ ﷻ سے مستغنی اور کار خود مختار بن جائیگا اور یہ عقیدہ رکھنا شریعت کے خلاف ہے کیونکہ ارشاد باری ہے:

والله الغنى وانتم الفقراء

اللہ ﷻ غنی ہے اور اے اللہ کے بندو تم سب اللہ ﷻ کی بارگاہ کے فقیر اور

محتاج ہو۔

اسی لئے قطعہ ہے کہ

تو غنی ہے کل جہاں سے میں فقیر آگیا در پر ترے بندہ حقیر
گر کیا نہ تو نے اعلانِ عفو تو رہے گا خوفِ جھکودار و گیر
اور کسی نے اسکو یوں کہا ہے

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر روز محشر عذر ہائے من پذیر
گر تو سے بنی حسابم ناگزیر از نگاہِ مصطفیٰ پنہاں بگیر

اور اگر یہ کہا جائے کہ فعل کے سرانجام دینے کے بعد اس کی استطاعت اور استعداد ملتی ہے تو یہ امرِ محال (impossible) ہے مطلب اسکا یہ ہے کہ ہم ناممکن بات کو ممکن کہہ رہے ہیں کیونکہ کسی فعل یا امر کا سرانجام دیا جانا یا عمل میں لانا طاقت و استطاعت کے ذریعے ممکن ہے اور جب مخلوق میں کسی کے پاس بذاتِ خود کوئی طاقت نہیں تا وقتیکہ اللہ ﷻ کی طرف سے اس کی کوشش کے ساتھ توفیق اور استطاعت حاصل نہ ہو جائے تو وہ کام عمل کی حدود میں داخل کیسے ہو سکتا ہے۔

.....

الخصلة ٩ : (المسح على الخفين)

نُقِرُّ بان المسح على الخفين جائزٌ للمقيم يوماً وليلةً ، وللمسافر ثلاثة ايامٍ وليا ليها لانّ الحديث وَرَدَ هَكَذَا ، و من أنكره فانه يخشى عليه الكفر لأنه ثبت بالخبر المتواتر -

والقصرُ و الافطارُ فى السفرِ رخصة بنص الكتاب لقوله تعالى :

﴿وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ﴾

(النساء: ١٠٦)

و فى الافطار قوله تعالى :

﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾

(البقرة: ١٨٤)

﴿نویں خصلت﴾

موزوں پر مسح کرنا

ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ : مقيم کے لئے ایک وقت میں موزوں پر مسح کرنا ۲۴ گھنٹے کے لئے اور مسافر کیلئے ۷۲ بہتر گھنٹے تک جائز ہے کیونکہ احادیث میں اسی طرح وارد ہوا ہے اور جو شخص اسکا انکار کرتا ہے اس پر کفر میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو جاتا ہے اس لئے کہ مسح کا حکم احادیث متواترہ سے ثابت ہے

فائدہ :

موزوں پر مسح کرنے کے لئے سات شرائط ہیں

- ۱۔ موزہ پاؤں دھونے اور طہارتِ کاملہ کے بعد پہنا گیا ہو یعنی ایسے وقت پہنا گیا ہو جب اس پر غسل لازم نہ ہو۔
 - ۲۔ موزوں نے پاؤں کو ٹخنوں تک چھپا لیا ہو۔
 - ۳۔ مستقل طور پر انکو پہن کر چلنا ممکن ہو۔
 - ۴۔ پاؤں کی چھوٹی تین انگلی کے برابر یا اس سے زیادہ نہ پھٹا ہوا ہو۔
 - ۵۔ موزہ باندھے یا پکڑے بغیر پاؤں پر جمار ہے۔
 - ۶۔ پانی کو جسم تک پہنچنے سے مانع ہو: کیونکہ اس کے باریک ہونے کی وجہ سے یا پھٹ جانے کی وجہ سے جسم تک پانی پہنچ گیا تو مسح باطل ہو جائے گا۔
 - ۷۔ پاؤں کا اگلا حصہ کم از کم تین انگلی کی مقدار پاؤں کے ساتھ موجود ہو اگر ایڑھی موجود ہو مگر پاؤں کا نیچہ موجود نہ ہو تو مسح جائز نہ ہوگا۔
- ضروری تنبیہ:

آجکل امریکہ اور یورپ میں بسنے والے مسلمان خصوصاً اور دیارِ مشرق میں عموماً اپنی پہنی ہوئی عام جرابوں پر مسح کر لیتے ہیں جو وہ جوتوں کے ساتھ رواجاً پہنتے ہیں اس بارے میں معلوم ہونا چاہئے کہ اگر وہ اتنی موٹی نہیں کہ پانی کو جسم تک پہنچنے سے روک سکے یا مذکورہ شرطیں پوری نہ کرتی ہوں تو ان پر مسح کرنا جائز نہیں گا اور بلا وجہ ضد اور عناد کی وجہ سے اپنی نمازیں ضائع کرنا عقل مندی نہیں ہے احادیث مبارکہ میں جو جو رہنمائی کے

الفاظ ہیں وہ اردو زبان میں بولے جانے والے لفظ جراب کے معنوں میں نہیں ہیں اور جب کوئی ایسا لفظ حدیث میں استعمال ہو جو کسی اور زبان میں بھی استعمال ہوتا ہو تو کسی ایسے عالم سے جو زمانہ نبوی کی عربی زبان اور اس زمانے کی اصطلاحات جانتا ہو معلوم کر لیا جائے ورنہ اصطلاحات سفر (travel) کرتی ہیں کبھی ایک لفظ کسی زبان میں ایک چیز کا نام ہوتا ہے تو دوسرے وقت میں وہ دوسرے کام کا نام بن جاتا ہے اس لئے لفظی اشتراک سے حکم مشترک نہیں نکالا جاسکتا لہذا جس چیز پر حکم لگایا گیا ہو پہلے دیکھا جائے کہ اپنی اصل کے لحاظ سے اس عمل کا کیا حکم ہے یہ معلوم ہو چکنے کے بعد عمل کیا جائے اور یہی فطری طریقہ ہے بلاوجہ کے ضد اور عناد میں مبتلا رہنا کہیں کی عقل مندی نہیں ہے۔

قصر نماز، روزہ کے افطار کا حکم

اور نماز میں قصر اور سفر کے دوران روزہ نہ رکھنے میں رخصت قرآن

کریم میں ثابت ہے اللہ ﷻ کا ارشاد ہے:

وإذا ضربتم في الارض فليس عليكم جناح ان تقصروا من الصلوة

یعنی جب تم زمین پر چلو اور سفر کرو تو دوران سفر لازم ہونے والی نمازیں قصر کر لیا کرو

فائدہ: یہ صرف قصر کا حکم چار رکعتوں والی نماز کے لئے ہے اور نوافل،

سنتوں وغیرہ میں تین اختلافی رائے ہیں

۱: رخصت جانتے ہوئے سنتوں کو چھوڑ دیا جائے یا اللہ ﷻ کا قرب جانتے ہوئے سنتوں کو ادا کر لیا جائے

۲: دوران سفر سنتیں چھوڑ دیں اور منزل پر پہنچ جانے پر ادا کرنا شروع کر دیں
 ۳: صحیح رائے یہ ہے کہ: دوران سفر اگر کسی قسم کا خوف ہو تو سنتیں چھوڑ دینا اولیٰ اور اگر اطمینانی کیفیت ہو تو سنتوں کو ادا کرنا اولیٰ اور قابل ترجیح ہے خواہ یہ سفر کسی ثواب کے کام کے لئے کیا جائے یا گناہ کے لئے کیا جا رہا ہو۔
 مسافر کی حد مسافت، اور مدت:

اگر کوئی شخص اپنے اصل مقام سے اڑتالیس میل یا اسکے مساوی مسافت کے لئے سفر کا ارادہ لیکر نکلے تو اپنے شہر کی حدود سے نکل جانے کے بعد مسافر کہلائے گا اور ایئر پورٹ (airport) پر نماز قصر نماز پڑھی جائے گی کیونکہ عموماً یہ شہر سے باہر ہوتے ہیں اور انکا حکم شہروں میں نہ ہونے کا ہے اور اس بارے میں یہی تعامل ہے اور پندرہ دن یا اس سے کم تک مسافر ہی رہے گا اور اگر کسی جگہ قیام کا ارادہ کر لیا تو نماز مکمل پڑھے گا اسی طرح اگر امام مقیم کے اقتداء میں نماز پڑھے تو بھی پوری پڑھے گا اور روزے کے افطار کے بارہ میں بھی اگر سفر کی مسافت اور اتنی ہی مدت کا ارادہ ہو تو مسافر کے حکم میں ہوگا ورنہ نہیں اسی لئے ارشادِ باری ﷻ ہے:

فمن كان منكم مريضاً او على سفر فعده من ايام اخر

یعنی اگر کوئی شخص مریض ہو یا سفر پر ہو تو رمضان کے روزوں کی قضاء ایام

رمضان کے علاوہ دوسرے ایام سے گنتی پوری کرے۔

.....

(الخصلة ۱۰: التقدیرُ مكتوبٌ وما هو كائنٌ)

نُقِرُّ بانِ اللّٰهِ تَعَالَى اَمَرَ القَلَمِ بِانِ اَكْتُبَ ! فقالَ القَلَمُ ماذا اَكْتُبُ يا رَبِّ ؟ فقالَ اللّٰهُ تَعَالَى اَكْتُبْ ما هو كائِنُ الى يَوْمِ القِيامَةِ لِقَوْلِهِ تَعَالَى :

﴿وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُّسْتَطَرٌّ﴾

(القمر: ۵۳-۴)

﴿دسویں خصلت﴾

اللہ تعالیٰ نے قلم سے صحیفہ تقدیر لکھوایا ہے ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ: اللہ ﷻ نے قلم کو ہر چیز کی تقدیر لکھنے کا حکم دیا اور کہا اے قلم لکھ اس نے پوچھا کیا لکھوں؟ اے میرے رب! اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا جو کچھ بھی قیامت تک ہونے والا ہے اس کو لکھ دے اور اس پر دلیل اللہ ﷻ کا قول ہے:

وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ

اور ہر عمل جو انسان کرتے ہیں وہ نامہ اعمال میں محفوظ کر دیا جاتا ہے اور ہر چیز خواہ چھوٹی ہو یا بڑی وہ لوح محفوظ میں لکھ دی گئی ہے

.....

الخصلة ۱۱ : عزابُ و نوابِ القبر وما بعده

نُقِرُّ بان عذاب القبر كائنٌ لا مَحَالَةَ ونقربان سؤالُ المُنكرِ وَ
النكيرِ حَقٌّ لورود الاحاديث -

ونقربان الجنةُ و النارُ حَقٌّ . وهما مخلوقتان الآن لاتفنيان ولا
يفنى اهلهمَا لقوله تعالى فى حق المؤمنين :

﴿أعدت للمتقين﴾

(ال عمران: ٢٤)

و فى حق الكفار :

﴿أعدت للكافرين﴾

(ال عمران: ١٣٦)

خلقهما الله تعالى للثواب و العقاب .

ونقربان الميزانُ حَقٌّ لقوله تعالى :

﴿و نضعُ الموازينَ القسطَ ليومِ القيامةِ﴾

(ال انبياء: ٤٧٠)

والوزن يومئذٍ حَقٌّ لقوله تعالى :

﴿فمن ثقلت موازينه فأولئك هم المفلحون ، و من خفت موازينه

فأولئك الذين خسروا انفسهم بما كانوا بآيتنا يظلمون﴾

(الاعراف: ٩٠)

ونقربان قراءة الكتابِ يومِ القيامةِ حَقٌّ لقوله تعالى :

﴿وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنْشُورًا اِقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ

عَلَيْكَ حَسِيبًا﴾

(الاسراء: ۳۰-۳۱)

﴿گیا رہو یہی خصلت﴾

عذابِ قبر کے بارہ میں

ہم اقرار کرتے ہیں کہ عذابِ قبر ہر عذاب کے مستحق شخص کو ہوگا اور منکر نکیر کے سوال و جواب جو قبر میں پوچھے جائیں گے یہ حق ہیں اور اسی کے مطابق اللہ ﷻ کے پاس معاملہ ہوگا کیونکہ ان باتوں کا احادیث میں اس کثرت سے ذکر کیا گیا ہے کہ گویا متواتر احادیث کے حکم میں ہے۔

جنت اور دوزخ

اور جنت اور جہنم حق ہیں اور یہ دونوں اللہ ﷻ کی ایسی مخلوق ہیں کہ انسان کی طرح ان پر فناء نہیں ہے جنت اور اہل جنت کے بارہ میں ارشادِ ربانی ہے:

أَعَدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ

جنت متقی لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

اور جہنم، اور اہل جہنم کے بارے میں ارشادِ باری ہے:

أَعَدَّتْ لِلْكَافِرِينَ

جہنم کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

اور جنت یا جہنم اللہ ﷻ نے اپنے بندوں کے جزاء یا سزا کے لئے بنائی ہے
میزان کی حقیقت

اور ہم اقرار کرتے ہیں کہ میزان حق ہے
جیسا کہ اللہ ﷻ کا قول ہے:

وَنُضِعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ

اور ہم قیامت کے دن انصاف کے ساتھ اعمال کو تو لیں گے۔

اور اسی طرح قیامت کے دن اعمال کا وزن کیا جانا حق ہے

قیامت کے دن اعمال نامہ پڑھا جانا

اور ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ قیامت کے دن اعمال ناموں

کا لوگوں کے سامنے پڑھا جانا حق ہے جیسا کہ اللہ ﷻ کا ارشاد ہے:

وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنْشُورًا اقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَبْنَفْسِكَ الْيَوْمَ

عَلَيْكَ حَسِينًا

اور ہم قیامت کے دن انکے اعمال نامے کو کھلی کتاب کی صورت میں ان کے

سامنے پھیلا دیں گے (اور انہیں کہا جائے گا کہ) اپنے اعمال نامے پڑھو جو

تمہارے محاسبہ کے لئے بہت کافی ہے۔

.....
اس بحث میں چند فوائد ہیں

پہلا فائدہ:

عذاب قبر اور مرنے کے بعد کی جزاء و سزاء کے بارے میں اس کے بارے میں ایک حقیقت کو جاننا چاہئے اور وہ یہ کہ اس دنیا میں انسان ایک حال سے دوسرے حال میں منتقل ہوتا ہے اور چونکہ اس دنیا کی ہر چیز فانی ہے لیکن جنت یا دوزخ میں چونکہ اجر و جزاء ملنے کا آخری اور حتمی مرحلہ ہے لہذا انسان کی روح کے ساتھ اس کا وجود بھی متصل ہوگا اور دونوں پر فنا نہیں ہوگی بلکہ جزا اور سزا دونوں کو اکٹھے ملے گی کیونکہ اللہ ﷻ کا قول:

ولا تزر وازرة وزر اخرى

ایک کی سزا دوسرے کو نہ دی جائے گی

اس لئے یہ ایک حقیقت ہے کہ مرنے کے بعد یا تو انسان کو اللہ ﷻ کی طرف سے انعامات ملیں ہے اور یا سزاء کا بھگتان کرنا ہوگا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے:

انَّ الْعَبْدَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَتَوَلَّى عَنْهُ أَصْحَابُهُ وَأَنَّهُ لَيَسْمَعُ قِرْعَ نِعَالِهِمْ ، أَنَّهُ مَلَكَانَ فَيَقْعِدَانِهِ فَيَقُولَانِ : مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ ؟ لِمَحَمَّدٍ ﷺ - فَمَا الْمُؤْمِنُ فَيَقُولُ : أَشْهَدُ أَنَّهُ عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ ، فَيُقَالُ لَهُ انْظُرْ إِلَى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ قَدْ أَبْدَلَكَ اللَّهُ بِهِ مَقْعَدَكَ مِنَ الْجَنَّةِ فَيَرَاهُمَا جَمِيعًا

اخرجه الشيخان

بندے کو جب اسکی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اسکو دفنانے والے دفنا کر واپس ہوتے ہیں تو وہ مردہ واپس ہونے والے ساتھیوں کے جوتوں کی آواز

سنتا ہے، اور اسکے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسکو اٹھا کر بٹھا دیتے ہیں اور اسکو کہتے ہیں اس آدمی کے بارے میں تو کیا کہتا ہے؟ اور انکا اشارہ حضرت محمد الرسول اللہ ﷺ کی طرف ہوتا ہے۔ اگر تو وہ شخص مؤمن ہوتا ہے تو کہتا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ ﷻ کے بندے اور اسکے رسول ہیں۔ اس کے بعد اسکو کہا جاتا ہے، اپنا جہنم کا ٹھکانہ دیکھ لو اور اب اسکو اللہ ﷻ نے جنت سے بدل دیا ہے اور اسکو یہ سب کچھ دکھایا جاتا ہے۔

دوسرا فائدہ:

اعمال کے تولے جانے کے بارے میں ہے اگرچہ عقل اس بات کو تسلیم کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہوتی کہ ایک کینی چیز کو تو لا جائے لیکن جدید سائنسی اکتشافات و ایجادات نے ہمیں اس مقام لا کر کھڑا کر دیا ہے کہ اس کو ماننے سے اب کوئی چیز مانع نہیں رہی اور سب سے بڑی بات اللہ ﷻ کا فرمان ہے:

فمن ثقلت موازينه فاؤلئك هم المفلحون

جن کے نامہ اعمال میں عملوں کا وزن زیادہ ہوگا وہ کامیاب ہو جائے گا

اور دوسرے مقام پر ارشاد باری ہے:

واما من خفت موازينه فامه هاويه

اور جن کے اعمال کا وزن تھوڑا ہوگا یہ لوگ انکا ٹھکانہ ہاویہ ہے

اور اعمال ناموں کو تولے جانے اور انصاف ہونے کے بعد دائیں یا بائیں

ہاتھ میں دیا جائے گا جیسا کہ ارشادِ ربّانی ہے:

أَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتَابَهُ بَيْنَهُ فَيَقُولُ هَذَا مَا أقرُّؤُا كِتَابِيَهٗ

جس شخص کے دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا، وہ لوگوں کو خوشی سے یہ کہتا پھرے گا یہ لو میری کتاب اس کو پڑھ کر دیکھو اس میں کیا لکھا ہے۔

اللَّهُمَّ اعْطِنِي كِتَابِي بِيَمِينِي وَحَاسِبْنِي حِسَابًا يَّسِيرًا

وَاللَّهُمَّ لَا تُعْطِنِي كِتَابِي بِشِمَالِي وَلَا مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِي

﴿میں تم (میں)

.....

الحصدة ١٢ : إحياء الاموات و عمرهم

نُقِرُّ بان الله تعالى يُحيي هذه النفوسَ بعد الموتِ يبعثهم الله في يوم كان مقداره خمسين الف سنة للجزآءِ و الثوابِ و اداً الحُقوقِ لقوله تعالى :

﴿و ان الله يبعثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ﴾

(العن: ٧)

و نقرُّ بان لقاء الله تعالى لاهل الجنة بلا كيفية و لا تشبيه و لا جهة حقُّ لقوله تعالى :

﴿و جوهٌ يومئذٍ ناظرةٌ الى ربها ناظرةٌ﴾

و شفاعة محمد ﷺ حقُّ لكل من هو اهل الجنة و ان كان صاحبُ الكبيرة .

و نقر بان عائشة رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَفْضَلُ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ بَعْدَ خَدِيجَةَ الْكُبْرَى وَ هِيَ أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ مُطَهَّرَةٌ عَنِ الزَّنا وَ بَرِيَّةٌ مِمَّا قَالِ الرِّواضِ فَمَنْ شَهِدَ عَلَيْهَا بِالزَّنا فَهُوَ وَلِدُ الزَّنا

وَ نقر بان أهل الجنة في الجنة خالدون و أهل النار في النار خالدون لقوله تعالى في حقِّ المؤمنين :

﴿أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾

(البقرة: ٢٩٥)

و فی حق الکفرین :

﴿أُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾

(البقرة: ۲۷)

﴿بارہویں خصلت﴾

مردوں کو زندہ کرنا اور میدانِ حشر میں جمع کیا جانا

ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ مرنے کے بعد ان تمام جانوں کو زندہ کرے گا اور سب کو ایک ایسے دن میں اکٹھا کرے گا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے اور اس دن تمام انسانوں کو جزاء اور بدلہ دینے کیلئے اکٹھا کیا جائے گا اور ہر ایک شخص کے حقوق پورے پورے ادا کئے جائیں گے اور:

یوم لا تظلم نفس لنفس شیئاً

اس دن کسی جان کے ساتھ کوئی ظلم یا زیادتی نہیں کی جائے گی اور دوبارہ زندہ کیا جانا اس بنا پر ہے کہ ارشادِ بانی ہے:

وان اللہ یبعث من فی القُبور

یعنی اللہ ﷻ قبروں سے سب کو دوبارہ زندہ کرے گا

اللہ تعالیٰ کی ملاقات، اسکی کیفیت:

اور ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ جنتی لوگوں کے لئے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی ملاقات ہونا حق ہے مگر یہ ملاقات بلا کیفیت اور

بلا تشبیہ ہوگی اور نہ ہی کوئی جگہ متعین ہوگی جس طرف سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا جا
ئے۔

فائدہ:

اللہ تعالیٰ کی ملاقات دنیا میں بعض انبیاء کو ان آنکھوں سے بھی ہوئی
اور ایسی رویت دنیا میں انبیاء کے لئے حق ہے جیسے رسول اللہ ﷺ نے
شبِ معراج میں اللہ ﷻ کو دیکھا یہ رویت غیر انبیاء کو نہیں حاصل البتہ خواب
میں غیر انبیاء کے لئے بھی حق ہے جیسے امام اعظمؒ نے ایک سو سے زیادہ
مرتبہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا اسی طرح امام احمد بن حنبلؒ نے خواب میں اللہ ﷻ کو
دیکھا اسی طرح اولیاء کرام کا مکاشفات میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا، جو اصل میں
خواب ہی کے ہم معنی ہوتے ہیں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ اولیاء کرام کی
کتب میں اللہ ﷻ کو دیکھنے کے جتنے واقعات ملتے ہیں یہ سب عالم مکاشفہ یا
عالم رویا کے واقعات ہوتے ہیں اور ان کا حکم خواب سے بڑھ کر نہیں ہوتا۔

البتہ اہل التشیع کا عقیدہ ہے کہ ان کے امام کا الہام اور کشف بمنزلہ
وحی ہوتا ہے اور اسی لئے ان کے نزدیک امام اپنے الہام سے بعض اوقات
قرآنی آیات کو منسوخ کر دیتے ہیں جبکہ اہل السنۃ والجماعت کے ہاں
ایسی کوئی بات نہیں ہے اور بعض اصحاب کو دیکھا کہ وہ مکاشفات پر بنیاد رکھ
کر آئمہ تصوف کی تغلیط اور ان پر طعن و تشنیع کرتے ہیں اس سے پرہیز
لازم ہے معلوم نہیں کہ انسان مخالفت کرنے حد سے تجاوز کر جائے یا وہ شخص

واقعی اللہ ﷻ کے اولیاء میں سے ہو اور کسی ولی اللہ کی مخالفت یا اس سے ضد و عناد اللہ ﷻ کو محاربہ یا اپنے خلاف جنگ کی دعوت دینا ہے اور اس سے ایمان سلب کر لئے جانے کا اندیشہ ہے اور اپنے ایمان کی حفاظت کے لئے ان باتوں سے بچنا لازم ہے

اور آخرت میں اللہ ﷻ کی زیارت کی دلیل یہ ہے کہ: اللہ ﷻ کا ارشاد ہے:

وجوه يومئذ ناظرة الى ربها ناظرة

قیامت کے دن اکثر چہرے اللہ ﷻ کو دیکھنے والے ہوں گے اور ان کا دیکھنا اپنے رب کو ہوگا اس آیت میں اللہ ﷻ نے ان لوگوں کا شبہ دور کر دیا جو یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کسی اور روپ (shape) میں ہوگی

شفاعت رسول ﷺ

رسول اللہ ﷺ کی شفاعت قیامت کے دن حق ہے اور یہ شفاعت ہر اس شخص کو حاصل ہوگی جو اہل جنت میں سے ہوگا اگرچہ وہ شخص کبیرہ گناہ کا مرتکب کیوں نہ ہو جیسے کہ امام نے متن فقہ اکبر ۷۴ میں ارشاد فرمایا:

عورت میں افضل ترین عورت

اور سارے جہاں کی عورتوں میں افضل ترین عورت حضرت عائشہؓ الصدیقہ ہیں مگر ان کی افضلیت حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کے بعد ہے اور یہ

دونوں ام المؤمنین ہیں اور اہل التشیع میں سے جو ان پر زنا کا الزام لگا یا گیا اس سے وہ پاک ہیں۔

اور رافضیوں کے تمام الزامات جو وہ ام المؤمنین کے بارے میں زبان زنی کرتے ہیں ان سے پاک اور بری ہیں اور جو شخص ان پر زنا کا الزام لگاتا ہے وہ مؤمنوں کی ماں پر زنا کا الزام لگانے کی وجہ سے خود ولد الزنا ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں اس قسم کی بد عقیدگی اور بے ایمانی والی صورت حال سے محفوظ فرمائے

آخرت کا بدلہ دائمی ہوگا نہ کہ وقتی

اور ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ: جنتی ہمیشہ جنت میں رہیں گے اور جہنمی جہنم میں ہمیشہ کے لئے رہیں گے اس کی دلیل اللہ ﷻ کا قول ہے کہ:

اولئك اصحاب الجنة هم فيها خالدون

یہی لوگ اہل جنت ہیں اور اس میں ہمیشہ رہیں گے اور کافروں کے بارہ میں ارشاد ہوا:

اولئك اصحاب النار هم فيها خالدون

یہی لوگ جہنم والے ہیں اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس خصلت میں پانچ مسائل بیان ہوئے ہیں

پہلا مسئلہ: ﴿اللہ﴾ تعالیٰ کی پیدا شدہ ہر چیز کو ایک وقت مقررہ پر موت آئے گی

اور اسکی موت کو وقت آگے پیچھے نہ کیا جاسکے گا

دوسرا مسئلہ: قیامت کے دن ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ کی ملاقات اور دیدار کا شرف حاصل ہوگا

تیسرا مسئلہ: اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ کی فضل سے رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کا بابرکت حصہ ملے گا اور آپ کی اس لطف و کرم سے گناہ گار بھی فیض یاب ہونگے اللھم جعلنا منہم۔

چوتھا مسئلہ: تمام عورتوں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا افضل ترین ہیں اور ان کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مقام ہے اور باقی سب کا مقام درجہ بدرجہ ان کے بعد ہے۔

پانچواں مسئلہ: جنتی ہمیشہ جنت میں (اللہ ﷻ ہمیں ان میں سے بنا دے) اور جہنمی ہمیشہ جہنم میں رہیں گے (اللہ ﷻ اس سے ہماری حفاظت فرمائے) آمین

تمت والحمد لله اولاً و آخراً وظاهراً و باطناً

.....

أَشْهُدُكَ لِلَّهِ وَاللَّهِ

و

وَأَشْهُدُكَ مُحَمَّدًا عَبْدَهُ وَرَسُولَهُ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ



وصیت بنام عثمان البتی

اس وصیت نامے کو علامہ زہد الکوثری

نے اپنی تحقیق کے ساتھ مصر

بیروت اور شام سے

طبع کروایا

تھا

اور ہماری

کوشش بسیار کے باوجود

اس کا عربی متن دریافت نہ ہو سکا

اور ان شاء اللہ اگر قارئین کرام نے حوصلہ افزائی

فرمائی تو آئندہ اشاعت میں اسکو بھی شامل اشاعت کریں

گے اس تحریر میں امام اعظم نے اپنے اوپر مرجیہ کا الزام لگائے

جانے کا علمی محاسبہ کرتے ہیں یہ تفصیل امام اعظم نے اپنے ایک شاگرد

بصرہ کے معروف عالم دین اور امام عثمان بن سلیمان البتی المتوفی: ۱۴۳ھ

کے سوال کے جواب میں تحریر فرمایا تھا۔



من ابی حنیفة الی عثمان البتی

اسلام علیک !

بعد از حمد و صلوة تم کو خشیت الہی اور اطاعت باری تعالیٰ کی نصیحت کرتا ہوں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ بہت زیادہ محاسبہ کرنے والے ہیں اور ہر عمل کی پوری جزاء دینے والے ہیں۔

تمہارا خط مل گیا ہے اور اس میں جو ہمدردانہ باتیں آپ نے لکھی ہیں ان کو اچھی طرح سمجھ چکا ہوں اور تم نے جو خط میں یہ لکھا کہ ”خط لکھنے کا مقصد صرف ہدایت اور خیر خواہی ہے“

آپ کی اس بات کو میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔

اور تم نے ایک جگہ لکھا کہ تمہیں میرے فرقہ مرجیہ میں شامل ہونے کی اطلاع ملی ہے نیز یہ کہ آپ کو اطلاع ملی کہ میں اس بات کا مدعی ہوں کہ: ”مؤمن گمراہ بھی ہو سکتا ہے“

اور یہ باتیں میری طرف سے آپ کے لئے تکلیف اور طبیعت پر گرانی کا باعث ہوئی ہیں اور انہی باتوں نے آپ کو میری طرف خط لکھنے پر مجبور کیا ہے۔

قال الامام :

ان افضل ما عُلِّمْتُمْ وما تُعَلِّمُونَ النَّاسَ الشُّنَّةَ -

وانت ينبغي لك ان تعرف من أهلها الذي ينبغي ان تتعلم منه ذلك وتعلم

-

ولعمري! مافى شئء باعدٌ من الله تعالى عذرٌ لاهله ولا فيما احدث

النَّاسِ وابتدعوا أمرٌ يهتدى به -

ولا الأمر الاماجء به القرآن ودعا اليه محمد ﷺ وكان عليه اصحابه

حتى تفرق الناس - واما ما سوى ذلك فمبتدع ومحدث

لهذا جواب سنو! کہ

جو چیز اللہ تعالیٰ سے دوری کا باعث ہو وہ شرعی طور پر عذر نہیں بن سکتی

اور انسان اپنی بنائی ہوئی باتوں سے کبھی راہ ہدایت اور صداقت نہیں

پاسکتا۔ شرعی طور پر کلمہ حق اور قول فیصل اگر کوئی چیز بن سکتی ہے تو وہ صرف

تین چیزیں ہیں (ایک): قرآنی ہدایت (دوسری) سنت رسول ﷺ

(تیسری): اُصحابِ رسول اللہ کا عمل اس کے علاوہ سب کچھ بندوں کی ایجاد

ہے، اور ایک لحاظ سے بدعت کی تعریف میں آتی ہیں۔

میرے اس مکتوب کو پوری توجہ سے پڑھو اور خود پسندی، شیطانی

خواہشات سے اجتناب کرو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس بیماری سے محفوظ فرمائے

اور اپنے اطاعت اور فرمانبرداری کی توفیق نصیب فرمائے اور ہم اسی کی

رحمت اور اطاعت کی توفیق کے طلب گار ہیں۔

سنو!

حضور اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے لوگ مشرک تھے جب آپ دعوت اسلام لے کر مبعوث ہوئے اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دی اور انہیں کہا کہ وہ اس بات کی گواہی دیں۔

”اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں ایک ہیں اور حضور اکرم ﷺ جو کچھ اللہ ﷻ کی طرف سے لائے ہیں اسکا اقرار کریں اب جو شخص بھی اسلام میں داخل ہو گیا وہ شرک سے بری ہو گیا اور اس کا خون باقی تمام مسلمانوں پر حرام ہو گیا، اور تمام مسلمانوں پر اس مسلمان کی عزت و حرمت کی پاسداری ضروری قرار دی گئی اس کے برعکس جس شخص نے حضور علیہ السلام کی دعوت کو قبول نہ کیا وہ شخص کافر اور ایمان سے دور رہا، لہذا اس کا مال اور خون مسلمانوں کیلئے حلال قرار دیا گیا اور اسکے قتل یا جزیہ کے علاوہ کوئی چیز اس سے باعث مصالحت نہیں ہو سکتی تھی۔ اسکے بعد مسلمانوں کے حقوق اور فرائض کے بارے میں قرآن کریم میں آیات کا نزول ہوا اور ایمان کے ساتھ ساتھ اعمال کی بجا آوری بھی ضروری ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾

جو لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اعمال صالحہ بھی انجام دیئے۔

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ مَنْ يُؤْمِن بِاللَّهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا ﴾

جو شخص اللہ پر ایمان لاتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے۔

اور اس جیسے بہت سے ارشادات عالیہ ہیں جو رب غفور نے قرآن کریم میں ارشاد فرمائے ہیں۔

ایمان اور اعمال میں تعلق

لیکن اعمال صالحہ کے ترک کرنے سے آدمی کے ایمان کا نہ ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ تصدیقِ اعمال کے بجالانے کے بغیر ہی حاصل ہو چکی ہے۔ لہذا اب اگر کوئی انسان عمل سے محروم ہونے کے ساتھ ایمان اور تصدیق سے بھی محروم سمجھا جاتا تو اس سے ایمان کا نام اور ایمان کا اس پر سے اطلاق بھی ختم ہو جاتا اور اسکی نہ حرمت باقی رہتی نہ اسکا اسلام کی طرف سے دیئے گئے حقوق میں سے کوئی حق باقی رہتا اور ایسے تمام لوگ پہلے کی طرح کفر میں داخل ہو کر فرار دئے جاتے۔

ایمان و عمل کی ایک دوسرے سے جدا ہونے کی ایک وجہ اور بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ تصدیق کے لحاظ سے لوگوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور نہ ہی تصدیق کے لحاظ سے ان میں باہمی طور پر کوئی فرق مراتب ہے اسلئے کہ فرق مراتب تو اعمال کے لحاظ سے ہوتا ہے اور اعمال ایک دوسرے سے مختلف ہوتے رہتے ہیں۔

جبکہ دین کے لحاظ سے تمام انبیاء و رسل اور فرشتگان سب کا دین ایک ہی ہے جیسا کہ ارشاد باری:

﴿شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ﴾

تمہارے لئے بھی وہی شریعت بطور دین مقرر کی ہے جو نوح علیہ السلام وصیت کی تھی اور جو وحی کی آپ کی طرف اور جو وصیت کی ہم نے ابراہیم علیہ السلام کی طرف موسیٰ علیہ السلام کی طرف اور عیسیٰ علیہ السلام کی طرف کہ دین خداوندی کو قائم کرو اور اس کے بارے میں آپ میں متفق رہو متفرق نہ ہو جاؤ۔

ایک ہدایت تو وہ ہے جس کا تعلق انبیائے کرام علیہم السلام کی تصدیق سے ہے اور ایک وہ ہے جس کا تعلق اعمال اور فرائض کی بجا آوری کے ساتھ ہے اور یہ دونوں تصدیقیں یکساں اور برابر نہیں ہو سکتی ہیں، یہ جو بات آپ کے سامنے بیان کی جا رہی ہے اس کا سمجھنا بالکل مشکل نہیں ہے کیونکہ ایک انسان کو تصدیق و ایمان کی وجہ سے اس طرح مؤمن کہا جاتا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اس کو اپنی کتاب میں مؤمن فرماتے۔ اب اگر وہ فرائض سے آگاہ نہیں ہے تو جاہل اور بے خبر کہلائے گا، اس طرح اگر وہ فرائض اور اعمال سیکھنے میں مشغول ہو تو یہی کہا جائے گا کہ فرائض یا اعمال سیکھ رہا ہے یہ نہ کہا جائے گا کہ وہ ایمان لا رہا ہے یا نئے سرے سے تصدیق کر رہا ہے۔

کیا اسکو اللہ تعالیٰ کی معرفت اور رسول اللہ ﷺ کے بارے میں جاہل کہنا درست ہوگا؟

کیا اس شخص کی جہالت اور نادانی ایک کافر کی نادانی اور جہالت کے برابر ہو سکتے ہیں۔ اعمال کی تعلیم اور فرائض کی بجا آوری کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے:

﴿يَبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ أَنْ تَضَلُّوا وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾

اللہ ﷻ تمہارے لئے سب چیزیں واضح فرما رہے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ تم گمراہ ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والے ہیں۔ اور دوسری جگہ ارشاد باری ﷻ ہے:

﴿فَعَلَتْهَا إِذَا وَآنَا مِنَ الضَّالِّينَ﴾

جب میں نے وہ کام کیا تھا اس وقت میں راہ راست نہ جاننے والوں میں سے تھا۔

مؤمن اور انکے بڑے اعمال:

اگر تم جیسا کوئی بھی انسان کتاب اللہ اور سنت رسول سے اس بارے میں کوئی حجت یا دلیل تلاش کرنا چاہے تو اس کے لئے کوئی مشکل بات نہیں اور نہ ہی یہ کوئی ایسی پیچیدہ اور ناقابل فہم بات ہے۔

ذرا سوچو!

کیا تم ایک مؤمن کو ظالم مؤمن ، گناہگار مؤمن ، غلط کار مؤمن ، معصیت کا مؤمن ، ناانصاف مؤمن نہیں کہتے ، اس قول کے بعد اب دوہی صورتیں ممکن ہیں :

(۱): یہ کہ مؤمن ہدایت ایمانی کی وجہ سے ظلم اور غلط روی میں بھی راہ راست اور ہدایت پر ہی رہا۔

(۲): یہ کہ جس عمل کے بارے میں اس سے غلطی ہوئی اب وہ اس سے دور ہوگئی ، جیسا کہ یعقوب کے بیٹوں نے اپنے والد یعقوب علیہ السلام سے کہا تھا اللہ تعالیٰ اسکو حکایت بیان کرتے ہوئے فرمایا :

﴿ اِنَّكَ لَفِي ضَلَالِكَ الْقَدِيمِ ﴾

بلاشبہ آپ اپنے انہی پرانے اور غلط خیالات میں محو ہیں۔

اس آیت کے بعد کیا تم یہ کہہ سکتے ہو کہ یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کی اپنے اس قول میں کفر مراد تھی ”حاشا وکلا“ تم قرآن کے عالم ہوتے ہوئے ایسی بات نہیں کہہ سکتے۔ تم نے خود لکھا ہے کہ :

”لوگ فرائض سے پہلے اہل تصدیق میں سے تھے اور اس تصدیق کے بعد فرائض کا نزول ہوا“

اگر یہ بات درست ہے تو جس وقت اللہ تعالیٰ کے فرائض کا نزول ہوا اس وقت انہیں تصدیق کرنے والا کہا جاتا۔ تمہارے پاس غالباً اس کا کوئی جواب نہیں ہے کہ

(۱): فرانس کے نزول سے پہلے اللہ تعالیٰ کی تصدیق کرنے والے کی اور

رسول اللہ ﷺ کی حیثیت کیا تھی؟

(۲): اور ان کا دین کیا تھا؟

(۳): تمہارے نزدیک ان کا مقام کیا تھا؟

کیونکہ تمہارے کہنے کے مطابق تصدیق کرنے والے کہلائے جانے کے مستحق تو حقیقت میں یہ لوگ اعمال اور فرانس کی بجا آوری کے بعد ہوئے ہیں۔ اگر تم یہ راہ اختیار کرو کہ یہ لوگ صرف اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کی تصدیق کے بعد مؤمن ہو گئے اس بناء پر ان پر مسلمانوں کے احکامات جاری ہو گئے تو یہ رائے درست ہے۔

یہی بات میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں۔

اور اگر تم یہ کہتے ہو کہ یہ لوگ اعمال کی بجا آوری کے بغیر کافر تھے۔ تو تم نبی ﷺ اور قرآن کریم کی مخالفت کرنے والے ہو گے اور حق بات سے انحراف کرنے والے ہو جاؤ گے۔ اور اگر بالفرض تم نے بے راہ اور اہل بدعت کی طرح یہ کہا کہ یہ لوگ نہ کافر ہیں نہ مؤمن بلکہ انکا اس کے بیچ میں راستہ ہے۔ تو تمہارا یہ کہنا ایک نئی بدعت اور حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کی صریح مخالفت ہے۔

معاصی اور صحابہ کرام

کیا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ امیر

المؤمنین، کہلائے تھے تو کیا آپ کی مؤمنین کی امارت سے مراد مطیعین اور نیکوکار مراد تھے یا کوئی اور تھے، اور نیز یہ کہ شام سے جو جماعت حضرت امیر معاویہ کے ساتھ تھی حضرت علیؓ ان کو اپنے خطوط میں مؤمن کہتے ہیں۔ پس یہ لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی رائے کے مطابق برسر حق تھے وہ اسی جماعت سے برسر پیکار بھی تھے۔

صحابہ کرامؓ دو جماعتوں میں بٹے ہوئے تھے اور دونوں جماعتیں آپس میں تیغ بکف تھیں۔ کیا آپ کے نزدیک یہ دونوں جماعتیں برسر حق تھیں یا نہ نہیں؟

یقیناً ان میں سے ایک ضرور ہدایت یافتہ اور دوسری ضرور راہ راست سے بغاوت پیشہ پر تھی۔ اب ان میں سے جو جماعت بغاوت پیشہ ہے اس کے متعلق آپ کیا کہو گے؟

کون نہیں جانتا کہ اہل قبلہ کا سب سے بڑا جرم اگر کوئی ہو سکتا ہے تو وہ ناحق قتل ہے۔ پھر خاص طور پر صحابہ کرامؓ کا قتل کرنا تو اور بھی بڑی بات ہے۔ جبکہ یہ دونوں جماعتیں تمہارے نزدیک ہدایت یافتہ نہیں ہیں تو تمہارے نزدیک ان دونوں کا نام اور مقام کیا ہوگا؟

اگر کہتے ہو کہ یہ دونوں برسر حق ہیں تو غلط کہتے ہو۔ اگر کہتے ہو کہ دونوں برسر باطل ہیں۔ تو غلط کہتے ہو۔

اگر کہتے ہو کہ صرف ایک برسر حق ہے۔ تو دوسری کے بارے میں کیا

کہو گے؟ کیا تم صاف طور پر کہہ سکتے ہو کہ وہ برسر باطل ہے
ہاں صرف ایک رائے باقی رہ جاتی ہے کہ تم دونوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ
کے علم پر بھروسہ کرتے ہوئے اللہ اعلم (اللہ انکی حقیقت حال کو بہتر جانتا
ہے) کہہ دو۔ اور اس معاملے میں اپنے ظن اندازوں کو دخل نہ دو۔
خلاصہ کلام:

میں جو کچھ کہہ رہا ہوں غالباً تم میری بات اچھی طرح سمجھ رہے ہو گے
میں اس بات کو دوبارہ پوری بات صراحت اور وضاحت کے ساتھ کہتا ہوں
کہ
”تمام اہل قبلہ مؤمن ہیں اور انکو فرائض میں سے کسی کو تاہی کے باعث
ایمان کی حدوں سے باہر نہیں شمار کر سکتا“

اور

”جس نے ایمان باللہ کی دولت کے ساتھ ساتھ پورے فرائض کی بجا
آوری اور اس کے ساتھ اللہ کی اطاعت کو اختیار کیا اسکو اہل جنت میں سے
شمار کیا جائے گا ہے“

اور جس شخص نے ایمان و عمل دونوں کو ترک کر دیا وہ اہل جہنم میں
سے ہے۔ اور جس کو ایمان کی دولت تو نصیب ہوئی مگر فرائض کی ادائیگی میں
کو تاہ ہمت رہا تو وہ گنہگار مؤمن شمار کیا جائے گا۔ اب اللہ تعالیٰ کو اسکے
بارے میں پورا پورا اختیار ہے وہ چاہے تو انکو معاف کر دے اور چاہے تو

انکو عذاب بھی دے سکتے ہیں۔ اب اگر اللہ تعالیٰ نے انکو معاف فرما دیا تو انکے گناہوں کو معاف کر دیا اور اگر عذاب دیا تو گناہوں کی وجہ سے انکو عذاب دیا۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین اس بات پر جس قدر بھی اختلافات پیدا ہو رہے ہیں ہر ایک کے باب میں صرف ایک ہی بات کہہ سکتا ہوں اور وہ ہے:

اللہ اعلم

کہ بمہتر جانتا ہے۔

اہل قبلہ کے بارے میں اوپر جو رائے نقل کی گئی وہ صرف تمہارے خیالات و افکار ہیں ورنہ فقہ و سنت کے حق میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معاملہ تو وہی تھا جو میں نے ظاہر کیا ہے۔ اور وہ اہل قبلہ کے بارے میں یہی کچھ کہتے تھے جو میں کہہ رہا ہوں ان میں عطاء بن ابی رباح، نافع، سعید بن جبیر، ابن عباس، ان سب حضرات کا یہی ارشاد ہے۔

اور حضرت علی کے ایک خط کا ذکر آچکا ہے جس میں انہوں نے دونوں جماعتوں کو مؤمن کہا ہے، عمر بن عبدالعزیز کے متعلق بھی یہی منقول ہے، یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ تم سب سے پہلے طریق سنت حاصل کرو اور اہل سنت کے بارے میں پوری معلومات بہم پہنچاؤ۔

فرقہ مرجیہ کی حقیقت

رہی فرقہ مرجیہ کی بات، تو ایک ایسی جماعت کا کیا واقعی تصور ہو سکتا ہے جس نے ایک درست بات ہی اور اہل بدعت نے انہیں مرجیہ کا نام دے دیا حالانکہ یہ لوگ اہل عدل اور اہل سنت ہیں۔ ان کا یہ نام محض بغض و عداوت کی وجہ سے رکھا گیا، میں لوگوں کو اس کی طرف دعوت دیتا ہوں اور لوگ بدعت کی وجہ سے یہ نام دیتے ہیں۔

بھلا جو چیزیں میں نے اہل عدل سے حاصل کی ہیں اس کو کیسے ترک کر سکتا ہوں اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا تو میں ان تمام مسائل کو شرح و بسط کے ساتھ لکھتا جو تم نے پوچھے ہیں، اس کے باوجود اگر اس بدعت کے حیلہ ساز یوں کی وجہ سے کسی چیز میں تمہیں اشکال ہو تو میں اسکو حل کرنے کے لیے تیار ہوں۔ میں ایضاً حق کے سلسلے میں کوئی کوتاہی نہیں کروں گا اور آپ مخلوق خدا کو ہدایت کا سلسلہ جاری رکھو۔

رزقنا اللہ متقبلاً کریماء

والسّلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ،

والحمد لله رب العالمین ،

وصلی اللہ علی سیدنا

محمّد وعلی الہ و صحبہ

أجمعیٰ



سُبْحَانَ اللَّهِ وَحَمْدِهِ

سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ وَحَمْدِهِ





اقوالِ عشرہ

امام اعظم کے بعض فرامین اور نصائح جنکو

امام ابن عبد البر الاندلسیؒ

نے اپنی شہرہ آفاق کتاب

الاتقاء فی فضائل الائمة الثلاثہ الفقہاء

کے ایک باب بنام

وکر مذنب لہی حنیفہ فیما یعقر لیل السنۃ وما علیہ لئمة الجماعۃ

میں بیان کیا ہے

.....



(۱): عن ابی عصمة نوح بن ابی مریم

قال سألت ابا حنيفة رضي الله عنه فقلت من اهل السنة والجماعة؟

قال: الذي لا ينظر في الله تعالى ، ولا يكفر احداً بذنوبه ، ويقدم ابا بكر وعمر رضي الله عنهما ، ويتولى علياً وعثمان رضي الله عنهما ، ولا يحرم نبيذ الحجر ، ويمسح على الخفين -

.....

امام نوح بن مریم فرماتے ہیں کہ میں امام ابوحنیفہ سے پوچھا کہ اہل

السنت والجماعت کون لوگ ہیں؟

آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا: وہ جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں بحث مباحثہ میں نہیں پڑتے۔ اور کسی شخص کی اسکے گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے تکفیر نہیں کرتے۔ ابو بکر رضي الله عنه اور عمر رضي الله عنه کو باقی صحابہ پر ترجیح دیتے ہیں۔ اور عثمان رضي الله عنه وعلی رضي الله عنه دونوں سے محبت کرتے ہیں۔ نبیذ تمر کو حرام نہیں جانتے۔ اور وضوء میں موزوں پر مسح کرنے کو جائز جانتے ہیں۔



(۲): نوح بن ابی مریم :

يقول سألت ابا حنيفة فقلت هل تشهد لاحد انه من اهل الجنة سوى الانبياء؟

فقال: كل من شهد له النبي ﷺ انه في الجنة بخبر صحيح

.....

امام ابو عصمہ نوح بن مریم

فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہ سے سوال کیا کہ کیا آپ انبیاء کے علاوہ کسی اور شخص کے جنتی ہونے کے بھی دعوے دار ہیں؟
تو آپ نے ارشاد فرمایا ہر وہ شخص جو ایمان کی حالت میں نبی ﷺ کے زیارت سے مشرف ہو اور وہ خبر صحیح کے مطابق جنتی ہے۔

﴿☆.....☆.....☆﴾

(۳): عن يحيى بن نصير

قال: كان ابو حنيفه يفضل ابا بكر وعمر رضي الله عنهما، ويحب عليا وعثمان رضي الله عنهما، وكان يؤمن بالقدر خيره وشره، ولا يتكلم في الله عز وجل بشيء، وكان يمسح على الخفين، وكان من أفقه اهل زمانه وأتقاهم -

.....

یگی بن نصیر فرماتے ہیں کہ:

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کو باقی صحابہ پر فضیلت دیا کرتے تھے۔ علی رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ سے محبت کا اظہار کیا کرتے تھے۔ اور خیر اور شر کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے پر ایمان رکھتے تھے۔ ﷻ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں بحث مباحثہ کو درست نہیں جانتے تھے۔ وضوء کے دوران موزوں پر مسح کو جائز جانتے تھے۔ اور آپ اپنے زمانے کے سب سے بڑے فقیہ اور سب سے زیادہ متقی تھے۔

.....☆.....☆.....

(۴): عن عبد الرحمن بن المشنى

قال: كان ابوحنيفة يفضل ابابكر وعمر رضي الله عنهما ، ثم يقول على
وعثمان رضي الله عنه ، ثم يقول بعد : من كان أكثر سابقاً وأكثر تقى ، فهو
أفضل -

.....

عبد الرحمن بن المشنى فرماتے ہیں کہ:

امام ابوحنیفہ رضي الله عنه ابو بکر رضي الله عنه و عمر رضي الله عنه کو باقی صحابہ سے افضل جانتے
تھے اس کے بعد فرماتے تھے کی عثمان رضي الله عنه و علی رضي الله عنه کا مقام ہے
اس کے بعد فرماتے تھے جو ایمان میں سبقت والا ہے اور جو زیادہ متقی
ہے وہ باقی حضرات پر قابل ترجیح ہے۔



(۵): عن حماد بن ابی حنیفة

يقول سمعت ابا حنیفة يقول : الجماعة ان تفضل ابابكر وعمر ،
وعلياً وعثمان رضي الله عنهم ، ولا تنتقص احداً من أصحاب رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ، ولا
تكفر الناس بالذنوب ، وتصلی علی من قال لا اله الا الله ، وخلف من قال
لا اله الا الله ، وتمسح علی الخفین ، وتفوض الأمر الى الله ، وتدع النطق
فی الله جل جلاله -

.....

امام حماد بن ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد امام ابوحنیفہ سے سنا:
وہ فرماتے تھے اہل السنّت والجماعت میں ہونے کی نشانی یہ ہے کہ
آدمی ابوبکر رضي الله عنه ، وعمر رضي الله عنه اور عثمان رضي الله عنه ، علی رضي الله عنه کو باقی صحابہ سے افضل
جانے۔ اور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی کی تنقیص شان نہ کرے۔
ارتکاب گناہ کی وجہ سے کسی شخص کی تکفیر نہ کرے۔

اور ہر اس شخص کی اقتداء میں نماز پڑھ لے اور ہر اس شخص پر نماز
جنازہ پڑھے جو کلمہ طیبہ لا اله الا الله کے اقرار پر فوت ہو جائے۔ اور دوران
وضوء موزوں پر مسح کو جائز سمجھے۔ اور تقدیر کے معاملات کو اللہ تعالیٰ کے
سپر دکر دے۔ اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں بحث مباحثہ نہ کرے۔

(۶): عن بشار بن قيراط

قال : قدم الكوفة سبعون رجلاً من القدرية فتكلموا في مسجد

الكوفة بكلام في القدر فبلغ ذلك أباحنيفة رضي الله عنه

فقال : لقد قدموا بضلال -

ثم أتوه فقالوا نخاصمك -

قال : فيم تخاصمونني؟

قالوا : في القدر

قال أما علمتم أن الناظر في القدر كالناظر في شعاع الشمس كلما ازداد

نظراً ازداد حيرةً أو قال تحيراً

قالوا : ففي القضاء والعدل؟

قال : فتكلموا على اسم الله

فقالوا: يا اباحنيفة ! هل يسع احداً من المخلوقين ان يجرى في ملك الله

ما لم يقض ؟

قال : لا الا ان القضاء على وجهين : منه امرٌ وحيٌ ، والآخرةُ ، فاما

القدرة فانه يقضى عليهم ويقدر لهم الكفر ولم يأمر به بل نهى عنه -

والامر امران : امر الكينونة ، اذا امر شيئاً كان هو على غير امر الوحي-

قالوا : فاخبرنا عن امر الله أموافق لارادته ام مخالف؟

قال : امره من ارادته وليس ارادته من امره ، وتصديق ذلك قول الله عز وجل

لابراہیم اذقال لابنه

﴿ إِنِّي أَرَا فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَى فَقَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ ﴾

الصفات: ۱۰۲

ولم يقل : ستجدنی صابراً من غير ان شاء الله فكان ذلك من امره ولم يكن من ارادته ذبحه

قالوا : فاخبرنا عن اليهود والنصارى الذين قالوا على الله عز وجل ما قالوا :

﴿ قَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ بِنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ بِنُ اللَّهِ ﴾

التوبة: ۳۰

أفوضى الله على نفسه أن يشتم او تضاف اليه صاحبة والولد؟

فقال : ابو حنيفة رضي الله عنه ان الله لا يقضى على نفسه انما يقضى على عباده

ولو كان يقضى على نفسه لجرت عليه القدرة

قالوا : فاخبرنا عن الله عز وجل اذا اراد من عبده ان يكفر، احسن اليه ام

اساء؟

قال : لا يقال اساء ولا ظلم الا لمن خالف ما امر به والله قد جلّ عن ذلك

، وقد عرف عباده بما اراد منهم من الايمان به

فقالوا : يا ابا حنيفة ! امؤمن انت؟

فقال : نعم

قالوا : أفانت عند الله مؤمن ؟

قال : تسئلونی عن علمی وعزیمتی ، او علم الله وعزیمته ؟

قالوا : بل نسئلك عن علمك ، ولا نسئلك عن علم الله

قال : فانی بعلمی اعلم انی مؤمن ولا اعزم علی الله عزوجل فی علمه

فقالوا : يا اباحنفة ! ما تقول فيمن جحد حرفا من كتاب الله ؟

قال : كافر لأن الله وَعَلَيْكَ قال مهدداً لهم وموعداً

﴿فمن شاء فليؤمن ومن شاء فليكفر﴾

الكهف: ٢٩

قالوا : فان كان هذا من باب الوعيد ،

وقال انى لاؤمن ولا أكفر

قال : فقد خصمتم أنفسكم الا ترون انى أن لم اؤمن فأنا مجبور فى

ارادة الله وَعَلَيْكَ على الكفر وان لم أكفر فأنا مجبور فى ارادة الله وَعَلَيْكَ على

الايمان

قالوا يا اباحنيفة : حتى متى تضلّ الناس ؟

قال : ويحكم انما يضلّ الناس من يستطيع أن يهديهم :

﴿والله يضل من يشاء ويهدى من يشاء﴾

.....

بشار بن قیراط فرماتے ہیں کہ:

فرقہ قدریہ کے ستر افراد کوفہ میں آئے اور کوفہ کی جامع مسجد میں آکر علم تقدیر کے مسئلہ میں لوگوں سے بحث مباحثہ کرنے لگے یہ بات امام ابو حنیفہ کو معلوم ہوئی تو آپ مسجد میں تشریف لائے۔ اور انکے بارے میں فرمایا کہ یہ تو بڑی گمراہی کے رستے پر ہیں۔

وفد قدریہ: یہ سن کر انہوں نے امام ابو حنیفہ کا رخ کیا اور آپ کے پاس آکر کہنے لگے کہ ہم آپ سے مباحثہ کرنا چاہتے ہیں۔

امام اعظم: کس بارے میں مباحثہ کرنا چاہتے ہو؟

وفد قدریہ: تقدیر کے مسئلے پر۔

امام اعظم: کیا تم یہ بات نہیں جانتے کہ علم تقدیر میں بات کرنا تو سورج کی شعاعوں میں جھانکنے کے مترادف ہے آپ جتنی گہری نظر سے اس کو دیکھو گے اتنی زیادہ طبیعت میں حیرت اور پریشانی بڑھے گی

انہوں نے کہا اچھا چلو قضاء قدر اور عدل باری کے بارے میں بات کر لو

امام اعظم: اس پر بات کرنی ہے تو اللہ کا نام لو اور شروع کرو؟

وفد قدریہ: اے ابو حنیفہ کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے کسی

کے بارے میں سنا ہے کہ اس نے ایسا کام سرانجام دیا ہو جو اللہ ﷻ کے

قبضہ قدرت میں نہ ہو؟

امام اعظم: نہیں ایسا تو نہیں سنا لیکن اللہ تعالیٰ کی قضاء کی دو قسمیں

ہیں:

(۱): اللہ تعالیٰ کا امر اور اسکی طرف سے وحی کی گئی ہو

(۲) دوسری اللہ تعالیٰ کی قدرت -

اب قدرت تو اللہ تعالیٰ کی انکے معاملات میں جاری و ساری ہے اور اسکی وجہ سے انکو کفر میں مبتلا کر دیا گیا ہے۔ لیکن اللہ ﷻ نے اس بات سے انکو منع کیا اور اور اس کا حکم نہیں دیا۔

اور اللہ تعالیٰ کا امر بھی دو طرح سے ہے

(۱): امر کینونی: یہ وہ امر ہے جو اللہ ﷻ نے کسی کو حکم تو دیا ہو لیکن یہ امر اسکی وحی والے امر سے مختلف ہو

(۲) دوسرا مروجی جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا۔

وہ قدر یہ: اچھا آپ یہ بتائیں کہ اللہ تعالیٰ کا امر اس کے ارادے کے موافق ہوتا ہے یا مخالف ہوتا ہے

امام اعظم: ﷻ تعالیٰ کا امر تو اسکے ارادے میں سے ہی ہوتا ہے لیکن

اس کا ارادہ اس کے امر میں سے نہیں ہوتا اور اس بات کی تصدیق چاہئے تو

اللہ تعالیٰ کا وہ قول جو ابراہیم نے اپنے بیٹے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا

”بے شک مجھے خواب میں یہ بتایا گیا ہے کہ میں تجھے ذبح کروں۔ اب تو بتا

تیری کیا رائے ہے اپنے جواب دیا اے میرے ابا جان جو آپ کو حکم دیا گیا

ہے آپ اس پر عمل کر گزرئے ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں

سے پائیں گے“

اب جواب میں ان شاء اللہ کے بغیر انہوں نے یہ نہیں کہا کہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے اس لئے کہ یہ بات اللہ تعالیٰ کے امر میں سے تو تھا لیکن اسماعیل کا ذبح کیا جانا اس کے ارادے میں سے نہ تھا۔

وفد قدریہ: اچھا تو یہود و نصاریٰ کی ان باتوں کے بارے میں بتائیں جو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں کہیں تھیں انکی کیا حقیقت تھی کیونکہ انہوں نے کہا:

”کہا یہودیوں نے کہ عزیرؑ کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے اور کہا نصرائیوں نے کہ مسیح ابن مریمؑ اللہ ﷻ کا بیٹا ہے“

تو کیا اللہ تعالیٰ نے خود اپنے بارے میں فیصلہ کیا تھا کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایسی بری باتیں کریں یا اللہ تعالیٰ کی طرف بیوی ہونے یا اولاد کا محتاج ہونے کی نسبت کریں؟

امام اعظمؒ: کہ اللہ تعالیٰ اپنے بارے میں تو فیصلہ نہ کیا تھا البتہ اپنے بندوں کے بارے میں یہ فیصلہ ضرور کیا تھا اس لئے کہ اگر اپنے بارے میں فیصلہ کیا ہوتا تو یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہوتی اسکی قضاء نہ ہوتی

وفد قدریہ: اچھا آپ یہ بتائیں کہ جب اللہ ﷻ کسی بندے کے بارے میں یہ ارادہ کرتے ہیں کہ وہ کفر میں مبتلا ہو جائے تو یہ اس کے ساتھ اچھائی کرتے ہیں یا برائی کرتے ہیں؟

امام اعظم: اس بارے میں ہم نہ تو یہ کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ برائی کی گئی ہے یا ظلم کیا گیا ہے۔ ہاں اتنی بات ہے کہ جو شخص اللہ ﷻ کے اوامر کی مخالفت کرے یہ بات ناممکن ہے اور اللہ تعالیٰ اس بات سے برتر اور بلندتر ہیں کہ اس کے اوامر کی مخالفت کی جاسکے۔ لہذا بندوں میں سے جو شخص بھی یہ بات جانتا ہے کہ اللہ ﷻ کے ارادے کی کیا حقیقت ہے یہ بات اس کے ایمان میں سے ہے۔

وفد قدریہ: اے ابوحنیفہ: کیا آپ مؤمن ہیں؟

امام اعظم: ہاں میں مؤمن ہوں۔

وفد قدریہ: کیا آپ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی مؤمن ہیں؟

امام اعظم: آپ نے میرے عالم اور استطاعت کے مطابق سوال کیا

ہے یا اللہ ﷻ کے علم اور استعداد کے بارے میں سوال کیا ہے؟

وفد قدریہ: بلکہ ہم نے تو آپ کے علم اور استعداد کے بارے میں

سوال کیا ہے اللہ تعالیٰ کے علم کے بارے میں سوال نہیں کیا ہے۔

امام اعظم: میں اپنے علم کی حقیقت تو جانتا ہوں کہ میں مؤمن ہوں اور

اللہ تعالیٰ کے علم و استعداد کے بارے میں میں نہیں جانتا۔

وفد قدریہ: اے ابوحنیفہ: آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو

اللہ ﷻ کی کتاب میں سے کسی ایک حرف کا بھی انکار کر دے؟

امام اعظم: وہ شخص کافر ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو

تہدید کرتے ہوئے اور وعید سناتے ہوئے فرمایا:

”پھر تم میں سے جو شخص چاہے ایمان لے آئے اور جو شخص چاہے کفر اختیار کر لے“

وفد قدریہ: یہ آیت تو وعید کے زمرے میں سے ہے؟

امام اعظمؒ: میں نہ ایمان لاتا ہوں اور نہ ہی کفر اختیار کرتا ہوں اب کیا ہوگا؟

یقیناً تم اپنے بنائے ہوئے جال میں خود پھنس جاؤ گے اس لئے کہ کیا تم دیکھتے نہیں: کہ اگر میں ایمان نہ لاؤں تو میں اللہ ﷻ کے ارادے کے لحاظ سے کفر اختیار کرنے پر مجبور ہوں۔ اور اگر میں کفر اختیار نہ کروں تو میں اللہ تعالیٰ کے ارادے کے لحاظ سے ایمان لانے پر مجبور ہوں۔

وفد قدریہ: اے ابوحنیفہ تو لوگوں کو کب تک گمراہ کرتا رہے گا؟

امام اعظمؒ: افسوس تمہارے حال پر جسکو اللہ ہدایت دینا چاہے میں اسکو کیسے گمراہ کر سکتا ہوں؟

جبکہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا:

”اور اللہ ﷻ گمراہ کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسکو چاہتا ہے“

(۷): عن ابی مطیع البلخی

یقول قال ابوحنیفہ ما مسحت علی الخفین حتی جاء عندی مثل
الشمس فی صحته

.....

امام ابو مطیع بلخی ارشاد فرماتے ہیں

امام ابوحنیفہ نے ارشاد فرمایا: میں موزوں پر کبھی مسح نہ کرتا لیکن میرے پاس
صحت کے لحاظ سے اس قدر واضح دلائل آئے ہیں کہ جن کی صحت سے سورج
بھی ماند پڑ جائے۔

﴿ ☆ ☆ ﴾

(۸): عن ابی یوسف

یقول جاء رجل الى مسجد الكوفة يوم الجمعة فدار على الحلق
يسئلهم عن القرآن و ابو حنیفة رضی اللہ عنہ غائب بمكة فاختلف الناس في ذلك
والله ما احسبه الا شیطانا تصور في صورة الانس حتى انتهى الى حلقتنا
فسئلنا عنها وسئل بعضنا بعضا وامسكنا عن الجواب وقلنا ليس شيخنا
حاضرا ونكره ان نتقدم بكلام حتى يكون هو المبتدئ بالكلام
فلما قدم ابو حنیفة تلقينا بالقادسية فسألنا عن الاهل والبلد
فاجبناهم؟

قلنا له بعد ان تمكنا منه رضى الله عنك وقعت مسئلة فما قولك فيها
فكانه كان في قلوبنا، وانكرنا وجهه ، وظنّ انه وقعت مسئلة معنته ، وانا
قد تكلمنا فيها بشيء -

فقال ماهى الجواب؟

قلنا كذا وكذا ، فأمسك ساكتاً ساعة

ثم قال : فما كان جوابكم فيها؟

قلنا لم نتكلم فيها بشيء ، وخشينا ان نتكلم فيها بشيء فتنكره فسرى عنه
وقال جزاكم الله خيرا اِحفظوا عني وصيتي:

لا تكلموا فيها ، ولا تسئلوا عنها ابدًا ، انتهوا الى انه كلام الله

عَنْكَ بِالْإِسْلَامِ فِي أَمْرٍ لَا يَقُومُونَ بِهِ وَلَا يَقْعُدُونَ !

اعاذنا الله واياكم من الشيطان الرجيم

.....

امام ابو يوسف ارشاد فرماتے ہیں:

ایک روز جمعہ کے دن کوفہ کی جامع مسجد میں ایک شخص آیا اور جتنے علمی حلقے وہاں لگے ہوئے تھے ان سب کے پاس باری باری گیا اور ہر ایک سے وہ قرآن کے بارے میں پوچھتا تھا، امام ابوحنیفہ ہم میں تھے نہیں اور وہ مکہ کے سفر پر تشریف لے گئے تھے۔ لوگوں نے اس کے جواب دینے میں مختلف آراء ظاہر کیں۔ اللہ کی قسم میں تو اس کی شکل و شبہت کی وجہ سے اسکو شیطان تصور کر رہا تھا جو انسانی روپ اختیار کر کے آگیا ہو۔ آخر کار وہ ہمارے حلقے میں بھی آپہنچا اور ہم سے بھی اس نے اسی طرح کے سوالات کئے اور ہم ایک دوسرے سے بھی اس کے بارے میں پوچھنے لگے لیکن کسی سے جواب نہ بن پڑا۔

آخر کار ہم نے کہا کہ ہمارے استاد ہم میں نہیں اور یہ بات سخت ناپسندیدہ ہے کہ ہم طالب علم استاد کی عدم موجودگی میں اس طرح کے مسائل میں دخل دینے لگیں بلکہ ہم استاد کا انتظار کرتے ہیں اور انہی کے آنے کے بعد اس کلام میں کوئی حتمی رائے ظاہر کریں گے

آخر کار جب ہمارے استاد کی تشریف آوری ہوئی اور ہم انکے استقبال کی غرض سے قادیان پہنچے تو ملاقات کے بعد آپ نے سب شہر والوں کی خیریت دریافت کی؟ اور ہم نے انکو ان کی خیر و عافیت سے آگاہ کر دیا۔

ان کے آرام اور سکون کے بعد ہم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو ہمارے سر پر ایک مسئلہ آپڑا ہے آپ اس بارے میں ہماری راہنمائی فرمائیں۔ ہمارے استاد تو گویا ہمارے دلوں میں جھانک رہے تھے باوجود اس کے کہ ہم اپنے چہروں پر اس کے اثرات ظاہر نہ کر رہے تھے، اور وہ سمجھ گئے کہ ہم کسی لایعنی مسئلہ میں پڑ گئے تھے اور اس میں ہم نے کچھ طبع آزمائی کی ہے

آخر کار سارے مسئلے کو بھانپتے ہوئے ہم سے پوچھا کہ اچھا بتاؤ تمہارے سوالات کا کیا جواب تھا؟

ہم نے کہا: ایسے اور ایسے جواب تھا۔

تھوڑی دیر بالکل خاموش رہنے کے بعد ارشاد فرمایا

آپ نے فرمایا اچھا یہ بتاؤ اب تمہارا اس مسئلے میں کیا جواب ہے؟

ہم نے کہا:

ہم نے اس بارے میں بالکل بات نہیں کی اس ڈر سے کہ ہم اس میں کوئی

بات کریں گے تو کہیں آپ اسکو نا پسند کریں اس لئے ہم خاموش رہے

آپ نے فرمایا: اللہ تمہیں جزائے خیر دے میری ایک وصیت اچھی طرح یاد

رکھو!

’اس بارے میں کبھی بھی کوئی بات، یا سوال نہ کیا کرنا۔

اور اپنی بات یہ کہہ کر ختم کر دو کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ایسا کلام ہے جس میں ایک حرف کی کمی یا زیادتی نہیں ہو سکتی

اور میں نہیں سمجھتا کہ یہ مسئلہ کبھی ختم ہو سکے گا حتیٰ کہ اہل اسلام کو ایک ایسی دلدل میں ڈال دے جس کا تعلق نہ قول اقرار سے ہے اور نہ ہی اعتقاد سے

اللہ ہمیں پناہ دے اور آپ سب کی حفاظت بارگاہ ربوبیت سے نکالے گئے شیطان کی شر سے ہماری حفاظت فرمائے



(۹) : عن ابی مقاتل

قال سمعت أبا حنيفة يقول ألنّاس عندنا على ثلاثة منازلٍ

(۱) : الانبياء من اهل الجنة و من قالت الانبياء أنّه من اهل الجنّة فهو من اهل الجنّة

(۲) : والمنزلة الاخرى المشركون : نشهد عليهم أنّهم من اهل النار

(۳) : والمنزلة الثالثة المؤمنون : نقف عنهم ولا نشهد على واحد منهم

أنّه من اهل الجنّة ولا من اهل النار ولكنّا نرجوا لهم ونخاف عليهم ونقول كما قال الله تعالى

﴿ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللَّهُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ ﴾

التوبة: ۱۰۲

حتّى يكون الله ليقتضى بينهم وأنما نرجوا لهم لأنّ الله عزّ وجلّ يقول

﴿ أن الله لا يغفر أن يشرك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء ﴾

النساء: ۴۸

و نخاف عليهم بذنوبهم وخطاياهم وليس أحد من النّاس أوجب له الجنّة ولو كان صوّاماً قواماً غير الأنبياء و من قالت فيه الأنبياء أنّه من اهل الجنّة

.....

امام ابو مقاتل ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہ سے سنا

وہ فرماتے تھے کہ میرے نزدیک لوگوں کی تین اقسام ہیں

(۱): پہلی قسم انبیاء علیہ السلام ہیں اور وہ اہل جنت میں سے ہیں اور جو انبیاء علیہ السلام کے جنتی ہونے کا قائل ہے وہ بھی جنتی ہے۔

(۲): دوسری قسم: مشرکین کی ہے ان کے بارے میں ہم گواہی دیتے ہیں کہ وہ اہل جہنم میں سے ہیں

(۳): تیسری قسم: مؤمنوں کی ہے ان کے بارے میں جنتی یا جہنمی کہنے کے بارے میں ہم خاموشی اختیار (توقف) کرتے ہیں ان میں سے کسی ایک کے بارے میں ہم جنتی ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے اور کسی ایک کے جہنمی ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے ہیں

البتہ ہم ان کے بارے میں اللہ ﷻ سے مغفرت کی امید اور عذاب کا خوف اپنے دل میں رکھتے ہیں۔ اور ہم اللہ تعالیٰ کے قول کا اقرار کرتے ہیں جس میں اللہ ﷻ نے فرمایا:

”انہوں نے اعمال صالحہ کو اعمال سیئہ میں ملا دیا اب ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ انکی طرف توجہ فرمائے“

حتیٰ کہ اللہ ﷻ خود انکے بارے میں حتمی فیصلہ کرے۔

اور ہم امید و ار مغفرت بھی ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”بلاشبہ اللہ وہ ذات ہے وہ اس شخص کی مغفرت نہیں کرتی جو اسکے ساتھ

شرک کرتا ہے اور اس کے علاوہ جس کی چاہتی ہے مغفرت فرما دیتی ہے“

لیکن ہم ان کے گناہوں اور غلطیوں پر پکڑ کی وجہ سے اللہ ﷻ سے ڈرتے ہیں۔

خلاصہ کلام:

یہ ہوا کہ انبیاء علیہ السلام کے علاوہ ہم کسی کو بھی جنتی نہیں جانتے خواہ وہ روزے رکھنے والا اور نمازیں پڑھنے والا شخص ہی کیوں نہ ہو۔ ہاں اگر انبیاء علیہ السلام کسی شخص کی گواہی دیں کہ فلاں شخص بھی جنتی ہے۔ تو ہم اسکو بھی جنتی مانتے ہیں۔

.....☆.....

(۱۰): عن ابی مقاتل

قال ابوحنيفة رضي الله عنه ألايمان هو المعرفة والتصديق والاقرار بالاسلام
قال : والناس فى التصديق على ثلاثة منازل فمنهم من صدق الله وما
جاء منه بقلبه ولسانه ومنهم من صدقه بلسانه وهو يكذبه بقلبه ومنهم
من يصدق بقلبه ويكذب بلسانه
(۱) : فأما من صدق الله وما جاء به رسوله صلى الله عليه وسلم بقلبه ولسانه فهم عند الله
وعند الناس مؤمنون -

(۲) : ومن صدق بلسانه وكذب بقلبه كان عند الله كافرا وعند الناس
مؤمنا لأن الناس لا يعلمون ما فى قلبه و عليهم أن يسموه مؤمناً بما ظهر
لهم من الاقرار بهذه الشهادة وليس لهم أن يتكلفوا علم القلوب -

(۳) : ومنهم من يكون عند الله مؤمناً وعند الناس كافراً وذلك أن
يكون المؤمن يظهر الكفر بلسانه فى حال التقية فيسميه من لا يعرف
كافراً وهو عند الله مؤمن -

.....

امام ابوحنيفه رضي الله عنه نے ارشاد فرمایا

ایمان اللہ تعالیٰ کی معرفت، اسکی تصدیق، اس کے اقرار، اور اس پر اسلام
لانے کا نام ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ کی تصدیق کے لحاظ سے لوگوں کی تین اقسام

ہوگی:

پہلی قسم: وہ ہے کہ آدمی اپنی زبان اور دل سے اللہ تعالیٰ کی تصدیق کرے۔
دوسری قسم: وہ ہے کہ آدمی زبان سے تصدیق تو کرے لیکن دل سے جھٹلائے
تیسری قسم: وہ ہے کہ آدمی دل سے تو تصدیق کرے لیکن زبان سے اقرار کی
 بجائے جھٹلائے۔

اب ان تینوں قسموں کا حکم یہ ہے:

جو شخص اللہ عزوجل اور اس کے رسول کی لائی ہوئی باتوں کی دل و
زبان سے تصدیق کرے وہ اللہ ﷻ کے نزدیک اور تمام مؤمنوں کے
 نزدیک مؤمن سمجھا جائے گا۔

اور جو شخص زبان سے تو تصدیق کرتا ہے لیکن اپنے دل سے حق کو
جھٹلاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو کافر ہے اگرچہ مؤمنوں کے نزدیک وہ
مؤمن سمجھا جائے گا اس لئے کہ لوگوں کو کسی کے دل کا حال معلوم نہیں
ہو سکتا لہذا جو حالات ان کے سامنے ظاہر ہوں انکو اس کے مطابق رائے
دینی چاہئے چونکہ اس شخص نے لوگوں کے سامنے شہادت کا اقرار کیا ہے اس
لئے اسکو مؤمن کہا جائے گا اور انکو اس کے دل کا حال جاننے کے تکلف میں
نہیں پڑنا چاہئے۔

اور وہ شخص جو اللہ ﷻ کے نزدیک تو مؤمن ہے لیکن عام لوگوں کی نظر
میں وہ کافر ہے یہ وہ شخص ہے جس نے ایمان کی حالت کے باوجود لوگوں

کے سامنے تقیہ کرتے ہوئے کفر کا اظہار کیا ہے اس لئے انجان لوگوں کی نظر میں تو وہ کافر ہے اگرچہ اللہ ﷻ کے ہاں اسکو مؤمن ہی سمجھا جائے گا۔

فائدہ:

عام زبان میں ایمان کے لحاظ سے لوگوں کی تین اقسام ہیں

(۱): مؤمن (۲): کافر (۳): منافق

جو شخص زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرے وہ مؤمن ہے۔ اور جو اقرار اور تصدیق نہ کرے وہ کافر ہے۔ اور جو زبان سے اقرار تو کرے لیکن دل سے تصدیق نہ کرے وہ شخص منافق ہے۔

البتہ اگر اقرار و تصدیق کے لحاظ سے یوں دیکھا جائے کہ جو شخص زبان سے اقرار تو کرے لیکن دل سے حق کو جھٹلائے اسکو عام مؤمنوں کی نظر میں مؤمن ہی کہا جائے گا اسلئے کہ عام لوگ ظاہری حالات کے پابند ہیں اور کسی کے دل کی بات کو اگلوانے کے مکلف نہیں، اور اسی طرح اگر کوئی شخص دل سے تصدیق تو کرتا ہو لیکن حلات کے جبر کی وجہ سے ایمان ظاہر نہ کرتا ہو اسکو بھی مؤمن ہی کہا جائے گا۔

﴿تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ﴾



تاریخ اسلام کے پہلے

قاضی

القضاءت

امام ابو یوسف

یعقوب بن ابراہیم الانصاری

کے حالات



احوال قاضی ابو یوسف

قاضی ابو ایوب یعقوب بن ابراہیم بن حبیب انصاری:

امام طحاوی کے بقول آپ کی ولادت ۱۱۳ ہجری میں ہوئی اور آپ کا نام ونسب یہ ہے: یعقوب بن ابراہیم بن حبیب ابن سعد بن حبتہ انصاری الجلی اور آپ کا شجرہ نسب حضرت عبدمناف پر جا کر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل جاتا ہے آپ کے نسب میں سعد رضی اللہ عنہ نامی وہی ہستی ہیں جو احد کے دن جنگ کی تیاری کے دوران رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے مگر عمری کی وجہ سے آپ علیہ وسلم نے انکو جہاد میں جانے سے روک دیا تھا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد کوفہ میں مقیم ہو گئے تھے اور وہیں آپ کی وفات ہوئی اور زید بن ارقم نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کے نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں کہیں تھیں۔

امام صمیری کے بقول

حضرت سعد رضی اللہ عنہ قبیلہ اوس میں سے تھے اور جب آپ غزوہ خندق کے دن ایمان لائے تو آپ کے سر پر رسول اللہ ﷺ نے اپنا دست مبارک اور دست شفقت رکھا اور اسی دست مبارک کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے انکی نسل میں امام ابو یوسف جیسا فرزند جلیل عطاء کیا جس کے عالم اسلام پر ان گنت

احسانات ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا اور دست شفقت کے اثرات انکی نسل میں تاقیامت جاری و ساری رہیں گے۔

امام ابو یوسف خلفائے بنو عباس میں سے ہادی اور رشید کے زمانے میں بغداد کے قاضی رہے ہیں۔ اور تاریخ اسلام میں سب سے پہلے قاضی القضاة کا لقب آپ ہی کو دیا گیا۔

(اخبار الامام ابی حنیفہ: ۹۰)

امام ابو حنیفہ کی خدمت میں سترہ برس تک باقاعدہ حاضر ہوتے رہے اور اس دوران ایک مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ آپ کا صاحب زادہ فوت ہو گیا لیکن آپ اس کی تجہیز و تکفین میں بھی شمولیت نہ کر سکے کہ کہیں امام اعظم کی علمی مجالس میں ناغہ ہو کر بہت سارے علمی فیض سے محرومی نہ ہو جائیں۔

ایک بار امام اعظم ابو یوسف بیمار ہو گئے اور امام اعظم آپ کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے گئے اور آپ کی بیماری والی حالت دیکھ کر فرمانے لگے کہ اگر یہ نوجوان فوت ہو گیا تو بہت سارا علم ضائع ہو جائے گا۔

امام اعظم کے اصول فقہ کو سب سے پہلے آپ ہی نے مدون کیا اور اسی لئے آپ کے بارے میں امام طلحہ بن محمد جعفر فرماتے ہیں:

انہ کان مشہوراً بالعلم ظاہر الفضل بین أصحاب
الامام أفقہ أهل عصره لم يتقدمه أحد في زمانه كان النہایة
فی العلم والحلم والریاسة - وأول من وضع فی أصول

الفقه على مذهب الامام وأملى المسائل وبت علم الأمام فى
أقطار الارض

(المنقب لکردرى: ۱۲۴)

امام اعظم کے اصحاب میں آپ وسعت علم اور بلندی مقام میں سب سے بلند تر اور معروف تھے اور اپنے زمانے کے سب سے بڑے فقیہ تھے اور آپ کے ہم عصر لوگوں میں سے کوئی بھی آپ سے اونچے مقام پر فائز نہ تھا۔ اور وسعت علم و بردباری اور بلندی مرتبہ میں آپ سے بڑھ کر کوئی نہ تھا۔ اور آپ ہی وہ ہستی ہیں جنہوں نے امام اعظم کے مسلک کے مطابق علم فقہ کو مدون کیا۔ آپ نے بہت سارے مسائل اپنے تلامذہ کو لکھوائے اور امام اعظم کے علم کو زمین کے کونوں تک پھیلانے کا ذریعہ بنے۔

علم حدیث میں بھی آپ کا مقام بہت بلند تھا اور آپ نے حضرت امام اعظم سے باقاعدہ ایک کتاب بنام کتاب الآثار بھی روایت کی ہے جو ذخیرہ احادیث میں ائمہ احناف کی سبقت، اور علم حدیث میں ائمہ احناف کی جانب سے ایک بے مثل اضافہ ہے۔

آپ کی محدثانہ شان کا تذکرہ کرتے ہوئے علامہ یحییٰ بن معین کا فرمان

عالی شان ہے:

كان يحب أصحاب الحديث ويميل اليهم وكتبتنا عنه احاديث

(المنقب لکردرى: ۱۲۵)

آپ اصحاب حدیث سے بہت محبت فرماتے تھے اور انکی طرف بہت میلان رکھتے تھے اور ہم نے آپ سے بہت ساری احادیث لکھی ہیں۔
امام حسن بن زیاد اللؤلؤی آپ کی علمی برتری کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حججنا مع ابی یوسف فاعتل فی الطریق

ہم نے امام ابو یوسفؒ کے ساتھ جب بھی علمی مباحثہ کیا تو آپ نے ہمیں ایسے حال میں پہنچا دیا کہ ہمیں سجھائی نہ دیتا تھا کہ کیا کریں۔
علم احادیث میں امام احمد بن حنبل کے سب سے پہلے استاذ تھے اور امام ابو یوسف نے ہی امام احمد بن حنبل میں علم حدیث کا ذوق اور شعور بیدار کیا تھا۔
اور ابن جریر طبری کے امام ابو یوسفؒ کے بارے میں رائے ہے کہ:

كان ابو يوسف يعقوب بن ابراهيم القاضى فقيها عالما حافظا ذكر انه كان يعرف بحفظ الحديث وانه كان يحضر المحدث فيحفظ خمسين او ستين حديثا ثم يقوم فيمليها على الناس وكان كثير الحديث

شان امام اعظم: ۱۵۱

ابو یوسف قاضی تھے اور فقیہ عالم حافظ تھے آپ کے بارے میں کہا جاتا ہے انکا حافظہ بہت زیادہ تھا جب وہ کسی محدث کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے تو ان سے پچاس یا ساٹھ احادیث ایک ہی مجلس میں سنتے اور اسی وقت کھڑے ہو کر لوگوں کو لکھوادیتے تھے اسی بناء پر آپ کثیر الحدیث علماء میں شمار کئے جاتے تھے۔

اور آپ کے شاگرد علی بن صالح جب بھی آپ سے نقل کردہ روایات بیان فرماتے تو کہا کرتے تھے:

حدّثنی افقه الفقهاء ، وقاضی القضاء ، وسید العلماء -

مجھے طبقہ فقہاء میں سب سے بڑے فقیہ نے اور قاضیوں میں سب سے بڑے قاضی نے اور علماء میں سے سب سے بڑے عالم نے یہ حدیث بیان کی۔ اور ایسا مقام آپ کو کیوں نہ ملتا جبکہ آپ اللہ ﷺ امام اعظم کی شاگردی میں وسعت علم کی دولت سے مالا مال فرمایا تھا اور اسی لئے محمد بن علی طوسیؒ آپ کی وسعت علم کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قال یحییٰ بن مُعین وعلی بن المدینی کان أفقہم و
أحفظهم وأعرفهم بمعانی الحدیث

(السناب لکردری: ۱۲۷)

امام یحییٰ بن معین اور علی مدینی کا فرمان ہے کہ امام ابو یوسف زمانے میں سب سے زیادہ فقیہ اور سب سے زیادہ یادداشت والے اور سب سے زیادہ معانی حدیث کو جاننے والے تھے۔

آپ کی تصانیف کی تعداد متعدد محققین مندرجہ ذیل ذکر کی ہیں:

(۱): کتاب الرد علی سیر الاوزاعی (۲): کتاب الخراج (۳):

کتاب الآثار (۴): کتاب الامالی (۵) کتاب الصلوۃ۔

(۶): کتاب الزکوٰۃ (۷): کتاب الصیام (۸): کتاب الفرائض (۹)

: کتاب البیوع (۱۰): کتاب الحدود۔

(۱۱): کتاب الوکالة (۱۲): کتاب الوصایا (۱۳): کتاب الصید

والذبائح (۱۴): کتاب الغصب والاستبراء۔

(۱۵): کتاب اختلاف الامصار (۱۶): کتاب الرد علی مالک بن انس

(۱۷): رسالہ فی الخراج (۱۸): کتاب الجوامع۔

(۱۹): ارأه ابی حنیفة والدفاع عنها (۲۰): اختلاف ابی حنیفة وابن

ابی لیلی (۲۱): کتاب الخراج۔

ان میں سے الجوامع کے بارے میں ہے کہ یہ کتاب آپ نے یحییٰ بن خالد کے لئے لکھی تھی اور یہ کتاب چالیس کتب کا مجموعہ تھی اور اسلاف میں یہ طریقہ کار تھا کہ جو کتاب بھی لکھی جاتی اس میں متعدد کتب ہوتی تھیں اور اس انداز تحریر کے بانی بھی ائمہ احناف تھے اسی طرح امام محمد کی کتاب الاصل اسی انداز کی کتاب ہے اور امام ابو یوسف کی کتاب میں اسی طرح چالیس کتب تھیں۔

آپ کی کتب میں متعدد کتب شائع ہو چکی ہیں، اور کتاب الخراج کا اردو ترجمہ دہلی یونیورسٹی کے شعبہ عربی کے پروفیسر خورشید احمد فاروق نے جائزے کے نام سے کیا تھا جو مطبوعہ ہے۔

﴿مَقَاتِلُ﴾



وصیت بنام ائمہ کرامؑ

و أصحاب عظامؑ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مَلْهَيْتًا

(۱): روى عن أبى يوسف : يقول أجمعنا عند أبى حنيفة رضي الله عنه فى يوم مطير فى نفر من أصحابه ، منهم داود الطائى وعافية الأودى والقاسم بن معن المسعودى وحفص بن غياث النخعى ووكيع بن الجراح ومالك بن مغول وزفر بن الهزيل وغيرهم - فأقبل علينا -

امام ابو يوسف فرماتے ہیں ایک دن باہر بارش ہو رہی تھی اور ہم میں سے چند احباب امام اعظم کی خدمت میں حاضر تھے۔ اور ان حاضرین میں جو خاص طور سے قابل ذکر ہیں ان میں داود طائی عافیہ الأودی، قاسم بن معن مسعودی، حفص بن غیاث نخعی، وکیع بن جراح، مالک بن مغول، زفر بن ہزیل وغیرہم خاص طور سے قابل ذکر تھے امام اعظم نے ہماری طرف متوجہ ہوتے ہوئے فرمایا:

(۲): وقال : أنتم مسار قلبی ، وجلاء حزنی ، قد أسرجت لكم الفقه وألجمته ، فاذا شئتم فاركبوا وقد تركت لكم الناس يطئون أعقابكم ، ویلتَمِسُونَ أَلْفَاظَكُمْ ، وذَلَلتْ لَكُمْ الرِّقَابَ ، ومامِنُكُمْ من أَحَدٍ إِلَّا وَهُوَ يُصَلِّحُ لِلْقَضَاءِ و فيكم عشرةٌ يَصْلِحُونَ أن يكونوا مؤدَى القضاةِ

تم میرے دل کی مسرت اور غموں کو زائل کرنے کا سامان ہو۔ میں نے تم سب کے لئے علم فقہ پر اس طرح زین کس کے لگام چڑھا کر تمہارے ہاتھ میں تھادی ہے کہ تم اس پر جب چاہو سوار ہو جاؤ۔

اب میں لوگوں کو اس حال میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ تمہاری تابع داری کرنے کے درپے ہیں اور تمہارے منہ یا قلم سے نکلے ہوئے الفاظ ان کے لئے دلیل و برہان کا درجہ رکھتے ہیں۔

عنقریب ایک وقت ایسا بھی آنے والا ہے جب لوگ تمہارے سامنے مطیع اور فرمانبردار بن کر کھڑے ہو جائیں گے اور تمہاری تابع داری کریں گے

تم میں سے ہر ایک شخص اس بات کی مکمل صلاحیت رکھتا ہے کہ اگر اسکو منصب قضاء پر بٹھایا جائے تو وہ اسکی ذمہ داری احسن طریقے سے پوری کر سکے۔ اور تم میں سے دس افراد ایسے بھی موجود ہیں جو قاضیوں کی تربیت کر سکنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

(۳): فسألتكم بالله ، وبِقَدْرِ مَا وَهَبَ لَكُمْ مِنْ جَلَالَةِ الْعِلْمِ أَنْ تَصُونُوا

الْعِلْمَ عَنِ الدَّلِّ ، أَوْ قَالَ لِمَا صَنَعْتُمُوهُ عَنِ ذَلِّ الأَسْتِيْمَارِ

میں ﴿اللہ﴾ کے نام پر تم سے التماس کرتا ہوں اور اس علم کے وقار اور مرتبے کا تمہیں واسطہ دیتا ہوں جو اللہ ﷻ نے تمہیں دیا ہے کہ تم اس علم کو ذلت سے محفوظ رکھنا۔

یا یوں کہا کہ۔ اس علم کو امارت اور سرداری کی طلب کی ذلت امیزی سے محفوظ رکھنا۔

فائدہ:

جو نصیحت حضرت امام اعظم نے فرمائی اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض اوقات انسان سمجھتا ہے کہ دولت یا شہرت کے ذریعے اصل عزت حاصل ہوتی ہے جبکہ اصل عزت اور ذلت دینے والی ذات تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جیسا کہ فرمایا:

ان العزة لله جميعا ايها المؤمنون لعلكم تفلحون

ساری کی ساری عزت تو اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اے مومنوں اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

جتنا انسان دولت کے پیچھے بھاگتا ہے اتنی ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذلت ملتی ہے اور دولت کے ذریعے ذلت میں مبتلا ہونا ایک ایسا امر ہے جو آسانی

کے ساتھ سمجھ میں نہیں آتا اس لئے کہ امارت کا شوق اور بڑا بننے کی فکر آدمی کو اندھا کر دیتی ہے اور آدمی عزت حاصل کرنے کے مقصد کے لئے ہر دروازہ کھٹکھٹاتا ہے حتیٰ کہ حکمرانوں کے دروازوں کا بھکاری بن جاتا ہے اور یہ بات بھول جاتا ہے کہ:

قربِ سُلطانِ آتشِ سوزاں بود

حکمرانوں کا قرب تو جلانے والی آگ ہے۔ جو ان کے قریب جاتا ہے جل جاتا ہے۔ اور آدمی یہ بات بھول جاتا ہے کہ:

بئس الفقیر علی باب الامیر، وخیر الامیر علی باب الفقیر

بدترین فقیر وہ ہے جو امراء کے دروازوں کا چکر کاٹتا پھرے اور بہترین امیر وہ ہے جو فقراء کے دروازوں پر آئے اور انسان کو اسکی طلب اس قدر اندھا کر دیتی ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حبك شیء یعمی ویصم

کسی چیز کی محبت تجھے اندھا اور بہرا کر دیتی ہے آدمی کو حب جاہ، حب مال، حب دنیا، حب شہوات کا مرض لاحق ہو جائے تو اس سے بڑے بڑے فتنوں کے سوتے پھوٹتے ہیں اور علم جیسی بے مثل دولت ضائع ہو جاتی ہے۔ اور اس فتنے سے بچاؤ کی امام اعظم وصیت فرما رہے ہیں

(۴): فَإِنْ بُلِيَ مِنْكُمْ رَجُلٌ بِالِدَّخُولِ فِي الْقَضَاءِ ، فَعَلِمَ مِنْ نَفْسِهِ خَرَبَةً ،
سَتَرَهَا اللَّهُ تَعَالَى عَنِ الْعِبَادِ ، لَمْ يَجْزُ قَضَائُهُ وَلَمْ يَطْلُبْ لَهُ رِزْقَهُ -

وَإِنْ كَانَتْ سَرِيرَتُهُ مِثْلَ عَلَانِيَتِهِ جَازَ قَضَائُهُ وَطَلَبَ لَهُ رِزْقَهُ -

اگر تم میں سے کوئی شخص قاضی بنائے جانے کی آزمائش میں مبتلا ہو جائے ، اور وہ شخص اپنے اندرونی حالت کی وجہ سے جانتا ہو کہ وہ قاضی بنائے جانے کے اہل نہیں اور اس کی یہ بات اللہ جل جلالہ نے لوگوں کی نظروں سے اوجھل رکھی ہو تو اس کا قاضی بننا جائز نہیں ہوگا اور اس سلسلے میں جو وہ تنخواہ یا روزینہ لے وہ حلال نہ ہوگا۔

ہاں اگر کسی کا ظاہر اور باطن ایک جیسا ہو تو اسکو اگر قاضی بنائے جانے کی پیش کش کی جائے تو اسکو قاضی بننا جائز ہے اور اسی صورت میں اسکا وظیفہ اور تنخواہ حلال ہے۔

(۵): فَإِنْ دَفَعْتَهُ أَوْ أَلْجَأْتَهُ ضَرُورَةً إِلَى الدُّخُولِ فِيهِ فَلَا يَجْعَلَنَّ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّاسِ حِجَابًا۔

وَلْيُصَلِّ الصَّلَاةَ الْخَمْسَةَ فِي جَامِعِهِ ، وَلْيُنَادِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ ”مَنْ لَهُ حَاجَةٌ“ فَإِذَا صَلَّى صَلَاةَ الْعِشَاءِ الْآخِرَةَ نَادَى ثَلَاثَةَ أَصْوَاتٍ ”هَلْ أَحَدٌ مَنِ لَهُ حَاجَةٌ“ ثُمَّ يَدْخُلُ إِلَى مَنْزِلِهِ ۔

فَإِنْ مَرَضَ مَرَضًا لَا يَسْتَطِيعُ الْجُلُوسَ مَعَهُ لِلْحُكْمِ أَسْقَطَ مِنْ رِزْقِهِ بِقَدْرِ مَرَضِهِ

پھر اگر کسی وجہ سے عہدہ قضاة قبول کرنا پڑ گیا تو اپنے اور عام لوگوں کے درمیان کوئی حجاب یا پردہ نہ رکھنا۔

اور پانچوں نمازیں جامع مسجد میں ادا کیا کرنا۔ اور ہر نماز کے بعد اعلان کر دیا کرنا کہ اگر کسی کو کوئی ضرورت ہو وہ مجھ سے رابطہ کر سکتا ہے اور جب عشاء کی نماز پڑھے تو یہی اعلان تین مرتبہ کیا کرنا۔ اگر کوئی ضرورت مند نہ آئے تو اپنے گھر میں چلے جانا۔

اگر زمانہ قضاة میں کوئی ایسی بیماری لاحق ہوگئی ہو جس کی وجہ سے مجلس قضاة میں بیٹھنا ممکن نہ رہے تو جتنے دن بیمار رہے اتنے دن کی مقدار اپنی تنخواہ میں سے منہا کر دیا کرنا۔

(۶): وَأَيُّمَا إِمَامٍ غَلَا فِيْنَا ، أَوْ جَارٍ فِي حُكْمِهِ بَطَلَتْ إِمَامَتُهُ وَلَمْ يَجْزُ حُكْمُهُ

وفی روایة قال: ایما امام اغل فینا او جار فی حکمه من احکامه۔

اور اگر کسی شخص کو امام بنایا جائے اور وہ اس امامت کے منصب کی قدر دانی نہ کرے اور اس میں دھوکہ دہی کی عادت اپنالے یا اپنے جاری کردہ احکامات میں اللہ ﷻ کے احکامات کی تکمیل کی بجائے ظلم کا راستہ اختیار کرے تو اس عمل سے اسکی امامت باطل ہو جائے گی اور اس کو احکام جاری کرنا جائز نہیں رہے گا۔

اور ایک روایت میں جو الفاظ ارشاد فرمائے اس میں یوں کہا:

کہ ہر وہ امام جو ہمارے درمیان بد عہدی کرے یا اپنے اجرائے احکام میں سے کسی حکم میں ظلم کے راستے کو اختیار کرے تو اسکی امامت کا حق باطل ہو جاتا ہے اور لوگوں پر اسکے احکامات کی تابعداری لازم نہیں رہتی۔

فائدہ: امام اعظم کے اس قول کے پیش نظر صاف طور سے یہ فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ اگر کوئی امام یا حاکم امامت یا حاکمیت کے برحق اور درست طریقہ کار کے مطابق اس منصب پر فائز ہو لیکن بعد میں ظلم و ستم کا راستہ اختیار کر لے تو اس کے اس عمل اور طریقہ کار سے اسکی امامت خود بخود باطل ہو جائے گی اور اس کو اس کے منصب سے ہٹانے کی اور معزول کرنے کی شرعاً ضرورت نہیں

ہوگی بلکہ وہ اپنے منصب سے خود بخود معزول سمجھا جائے گا۔
 اور یہ کہ اس کے خلاف اگر کوئی شخص جماعت سازی یا حکومت سازی یا
 انقلاب آفرینی یا تبدیلی نظام کی کوشش کریگا اس پر بغاوت کا فتویٰ نہ لگایا
 جائے گا اور نہ ہی اس کو رسول اللہ ﷺ کے احکامات کا امین سمجھا جائے گا
 بلکہ رسول اللہ ﷺ نے تو فرمایا ہے:

السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِي مَا أَحَبَّ وَكَرِهَ ، مَا لَمْ يُؤْمَرْ
 بِمَعْصِيَةٍ ، فَإِذَا أَمَرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ

الخرجه الشيخان

امیر کی بات کا سننا اور اسکی اطاعت کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے خواہ وہ
 بات اسی کی پسند کی کرے یا ناپسند کی کرے لیکن یہ حکم اس وقت تک ہے جب
 تک وہ امیر معاصی کے ارتکاب میں نہ پڑ جائے اور ہاں جب وہ معاصی اور
 گناہوں کا راستہ اختیار کر لے تو نہ اسکی بات سننا ضروری اور نہ اسکی اطاعت
 کرنا لازم ہے

لہذا ایسے شخص کو باغی نہ کہا جائے گا، اور آج کل امت مسلمہ میں سب سے بڑا
 فتنہ انکے اپنے بنائے ہوئے دستور اور قوانین ہیں جن کا اسلام اور دین کے
 ساتھ دور کا بھی تعلق نہیں

اور گر ہے تو دو چار سوشقوں میں سے ایک دو شقیں اس میں ایسی ڈال
 دی گئی ہیں جو اپنا مفہوم بتانے میں خود الجھاؤ کا باعث بنتی ہیں اس لئے ایسے

کسی دستور یا منشور یا قاعدے اور قانون کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے قوانین کے سامنے کوئی حیثیت نہیں

اسلئے اگر کوئی امام یا حاکم وقت احکامات نبویہ یا احکامات خداوندی کی مخالفت کرتا ہے اس کی حیثیت حاکم نہیں قابض کی ہے اور وہ امام حق نہیں امام باطل ہے اور اسکی وجہ سے اللہ ﷻ کا سایہ لوگوں پر نہیں بلکہ ایسا شخص نحوست کا باعث

اور مورد لعنت ہے اور اسکی وجہ سے جو آفات سالوں میں آنے والی ہیں وہ دنوں میں نازل ہوتی ہیں دعا ہے کہ ﴿اللہ﴾ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے اس وقت دنیائے اسلام کے اکثر حکمران امام باطل کے حکم میں آتے ہیں اور ان میں سے شرعی لحاظ سے کوئی بھی واجب الاطاعت نہیں

(۷) وان أذنب ذنبا بينه وبين الناس أقيم عليه ويقمه أقرب القضاء اليه
وفى رواية : فان اذنب ذنبا بينه وبين الله تعالى يلزمه او يستوجب به
الحد درىء عنه الحد لانه اولى باقامته -

اور اگر کوئی شخص کسی گناہ کا ارتکاب کرے جس کا تعلق اس آدمی اور دوسرے
لوگوں کے حقوق سے ہے تو اس پر ایسے طریقے سے شرعی حکم نافذ کرنا جو
تمہارے منصب قضائت میں سب سے بہتر طریقہ ہو اور اس کے نتیجے میں وہ
بندہ اور لوگ شرعی حدود کی پاس داری کرنے لگیں۔

اور ایک اور روایت میں جو الفاظ ہیں انکا مفہوم یوں ہے:
اگر کوئی شخص ارتکاب گناہ کرتا ہے جس کا علم یا معاملہ صرف اس بندے اور
اللہ ﷻ کے درمیان ہی ہے اور کسی شخص کو اس کے بارے میں علم ہی نہیں
ہے اور بظاہر اس کے عمل سے اس پر حد جاری کیا جانا بھی معلوم ہو رہا ہے تو
اس سے حد کو ساقط کر دینا اس لئے کہ کسی شخص پر حد جاری کئے جانے سے اس
کا ساقط کر دینا زیادہ بہتر ہے۔

نَمَسَ بِحَمْرٍ اللَّهِ وَمِنَهُ

یا قاضی الحاجات ویا وافع البدایح

یا مجب الرحومات

یا ولید السحیرین ویا خیر الناصرین

یا مقلب القلوب ویا موسع الارزاق

هب لنا منک رسالاً ورسلاً ورفیقاً

ویارب العالمین

آمین



وصیت بنام قاضی اسلام

امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم الانصاری

امام اعظم

کی اپنے تلمیذ خاص

امام ابو یوسف القاضی رحمہ اللہ

کو جو انکی تکمیل تعلیم اور حصول معرفت الہیہ

کے بعد انکو روانہ کرنے کے وقت جو وصیت فرمائی

وہ ہم علمائے کرام اور خاص طور سے درجہ تخصیص کے طلباء

عظام کی راہنمائی کے لئے درج رقم کر رہے ہیں تاکہ امام اعظم

کے کلمات رحانیہ اور پراز حکمت سے ہم میں سے

ہر کوئی فائدہ حاصل کر سکے۔



نحمد الله العلي العظيم وسبحا ذالْقُوَّةِ الْمَسِيحِ وَذَالْعَرْشِ

(العظيم) ونصلي ونسلم على رسوله الكريم (ص) بعد

فعن ابي حنيفة رضي الله عنه انه اوصى الى ابي يوسف رحمه الله

بعد ان ظهر له منه الرشد وحسن السيرة والاقبال على العلم -

فقال له يايعقوب !

(۱): سياست اور حاکموں کی مصاحبت کے اصول

☆..... وقر السلطان و عظم منزلته -

☆..... وأياك والكذب بين يديه

☆..... ولا تدخل عليه في كل وقت وفي كل حال ما لم يدعك لحاجة

علمية ، فأنك اذا أكثرت الاختلاف اليه تهاون بك ، واستخف و

صغرت منزلتك في عينه فكن منه كما انت من النار تنتفع وتتباعد ولا

تدن منها ، فأنك تتحرق وتتأذى منها -

☆..... فان السلطان لا يرى لأحد ما يرى لنفسه -

☆..... وأياك وكثرت الكلام بين يديه فإنه يأخذ عليك ماتفقوه به

وقلته لیری من نفسه بین یدی حاشیتہ آنہ أعلم منك وانه یخطئك
وتصغر بذلك فی أعین قومه -

☆..... ولتکن اذا دخلت علیه تعرف قدرک و قدر غیرک۔

☆..... ولا تدخل علیه و عنده من اهل العلم من لا تعرفه فانک ان
کنت أدون حالا منه لعلک تترفع علیه فیضرك و ان کنت اعلم منه لعلک
تحط عنه وتسقط بذلك من عین السلطان۔

☆..... و اذا عرض عليك شیئا من أعماله فلا تقبل منه الا بعد ان تعلم
انه یرضابک و یرضی مذهبک فی العلم و القضاء کیلا تحتاج الی
ارتکاب مذهب غیرک فی الحکومات۔

☆..... ولا تواصل أولیاء السلطان و حاشیتہ بل تقرب الیه فقط و تتباعد
عن حاشیتہ لیكون مجدک و جاهک باقیاً۔

.....

..... اے یعقوب! صاحب مرتبہ کی عزت و وقار کا خیال رکھنا اور اسکی

قدر و منزلت کا خیال رکھنا۔

..... اور اس قسم کے لوگوں کے سامنے جھوٹ مت بولنا۔

..... اور ہر وقت اور ہر حال میں اس کے پاس آنے جانے کا معمول

نہ بنانا جب تک تجھے کوئی علمی ضرورت نہ پیش آجائے۔ کیونکہ اگر تم اس کے
پاس کثرت سے آنا جانا رکھو گے تو وہ تمہیں معمولی درجے کا آدمی سمجھے گا۔ اور

اسکی نظروں میں تجھے اور تیرے مقام کو کمتر اور حقیر بنا دے گا۔ اور تم حاکم وقت کے ساتھ ایسے رہو جیسے آگ کے ساتھ رہتے ہو بوقت ضرورت اس سے نفع اٹھاتے ہوئے بھی اس کے قریب نہیں جاتے بلکہ اس سے دور رہتے ہو۔ اور آپ کو معلوم ہے کہ اس کے قریب جانے سے وہ آپ کو جلا دے گی اور نقصان پہنچائے گی۔

..... بلاشبہ حاکم وقت جو اپنا مقام اور مرتبہ سمجھتے ہیں وہ اپنی نظروں میں کسی اور کا نہیں سمجھتے۔

..... جب اس کے پاس جانا ہوتا تو انکے سامنے زیادہ باتیں نہ کیا کرنا کیونکہ اگر تو نے کوئی نامناسب بات کی تو وہ تیرا مواخذہ اور بے احترامی کرے گا اور اس بات کا تذکرہ اپنے حاشیہ نشینوں میں کریگا تاکہ ان میں بیٹھ کر وہ یہ ظاہر کر سکے کہ وہ تجھ سے زیادہ بڑا عالم ہے۔ اور بلاوجہ تیری غلطیاں نکالی جائیں گی اور تجھے لوگوں کی نظروں میں حقیر کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

..... جب تو اسکے پاس جائے تو کوشش کرنا کہ وہاں اپنی اہمیت اور دوسروں کی قدر و منزلت کا لحاظ رکھنا اور اسکی پاسداری بھی کرنا۔

..... حاکم وقت کے پاس کسی ایسے وقت میں نہ جانا جب اس کے پاس کوئی ایسے اہل علم بیٹھے ہوں جو تجھے نہ جانتے ہوں کیونکہ علمی مسائل میں بحث کے دوران اگر ان مسائل میں تو ان پر غالب آ گیا تو ہو سکتا ہے تجھے

اس کا نقصان ہو کو نہ وہ بادشاہ کے مقرب ہوں تو بادشاہ کو یہ بات بری لگے اور وہ تیری ناقدری کرے اور اگر وہ تجھ سے کم علم والے ہوں اور اپنی جہالت کا جادو بادشاہ کے سامنے جگا چکے ہوں تو آپس میں گٹھ جوڑ کر کے حاکم وقت کی نظروں میں تیری ذلت کریں گے۔

..... اگر بادشاہ وقت تیرے لئے کوئی مال بھیجے تو اسکو اس وقت تک قبول نہ کرنا جب تک تجھے یقین کامل نہ ہو جائے کہ وہ تجھ سے اور تیرے مذہب سے اور تیرے کئے گئے فیصلوں راضی ہے تاکہ حکومتی سیاست میں کسی دوسرے شخص کے مذہب کو اختیار کرنے کی مجبوری نہ لاحق ہو۔

..... اور بادشاہ کے دوست و احباب اور حاشیہ نشینوں کے قرب اور انکی دوستی سے بچ کر صرف اور صرف اسی سے تعلقات قائم رکھنا اور اس کے علاوہ سے پرہیز کیا کرتا کہ تیرا رعب اور وجاہت قائم رہے۔

فائدہ:

اس موضوع پر امام اعظم کی وصیت بنام اصحاب کرام کا مطالعہ ضرور کیا جانا چاہئے۔

(۲): نجی زندگی کے راہنماء اصول

- ☆ ولا تتكلم بين يدي العامة الا بما تستل عنه۔
- ☆ وأياك والكلام فى المعاملة والتجّار الا بما يرجع الى العلم كيلا يوقف على حبك و رغبتك فى المال فانهم يسيئون الظن بك و يعتقدون مِيلك الى اخذ الرّشوة منهم۔
- ☆ ولا تضحك ولا تبسم بين يدي العامة۔
- ☆ ولا تكثر الخروج الى الاسواق۔
- ☆ ولا تتكلم المراهقين فانهم فتنة و لا بأس ان تكلم الاطفال و تمسح رؤسهم۔
- ☆ ولا تمش فى قارعة الطريق مع المشائخ والعامة ، فانك ان قدّمتهم ازدرى ذلك بعلمك ، وان اخرتهم ازدرى بك من حيث انه اسن منك فان النبى صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال :
- من لم يرحم صغيرنا ولم يؤقر كبيرنا فليس منا۔
- ☆ ولا تقعد على قوارع الطريق فاذا دعاك ذلك فاقعد فى المسجد
- ☆ ولا تأكل فى المساجد والاسواق ولا تشرب من السقايات
- ولا من أيدي السقائين۔

☆..... ولا تقعد على الحوانيت۔

☆..... ولا تلبس الديباج والحلى وانواع الابريسم فان ذلك يفضى الى
الرعونۃ۔

..... اور عام لوگوں کے سامنے اپنی علمیت نہ بھگا راکر ہاں اگر تجھ سے
کوئی علمی بات پوچھی جائے تو اسکا جواب ضرور دیا کر۔

..... اور تاجروں کے ساتھ انکے تجارتی معاملات کی باتیں نہ کیا کر
بلکہ اس سے اجتناب کیا کر، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تیری اس قسم کی باتوں سے یہ
اندازہ لگائیں کہ تیرے دل میں مال کی رغبت اور محبت ہے اور اس سے وہ
تیرے بارے میں بدگمانی کرنے لگیں اور تیری اس قسم کی باتوں سے اندازہ
لگائیں گے کہ تو ان سے رشوت لینا چاہتا ہے، اگر کوئی تاجر اپنے معاملات
کے بارے میں تجھ سے استفسار کرے تو اس کی وضاحت ضرور کیا کر۔

..... اور تو عام لوگوں کے سامنے اونچی آواز میں نہ ہنسا کر اور نہ ہی
بلاوجہ لوگوں کے سامنے مسکرایا کر اس سے تیرے رعب میں کمی آئے گی۔

..... اور تو بلاوجہ بازار میں نہ آیا جایا کر اس سے عامۃ الناس کی
نظروں میں عزت اور وقار میں کمی واقع ہوگی۔

..... اور مراہق (قریب البلوغ لڑکوں) سے باتیں نہ کیا کر ط کیونکہ
وہ سراسر فتنہ ہوتے ہیں، ہاں نوعمر بچوں سے باتیں کرنے میں اور انکے سر پر

ہاتھ پھیرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

..... مشائخ اور عام لوگوں کے ساتھ راستے کے درمیان میں نہ چلا کرنا کیونکہ اگر تو انکے آگے چلو گے تو انکی عمر تجھ سے زیادہ ہونے کی وجہ سے انکی بے ادبی کرو گے اور اگر تم انکے پیچھے چلو گے تو اپنے علم کی قدر دانی نہ کر سکو گے

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

جو شخص ہمارے چھوٹوں پر مہربانی نہیں کرتا اور ہمارے بڑوں کا احترام نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

..... بلاوجہ راستوں کے درمیان نہ بیٹھا کرو اور اگر اسکی ضرورت

پیش آجائے تو اس کے لئے بہترین جگہ مسجد ہے

..... اور مساجد میں یا بازار میں بیٹھ کر کھانے اور پینے سے مکمل

اجتناب کیا کر۔ اور اسی طرح عام پانی پینے کی سبیلوں سے یا عام بازاری پانی پلانے والوں سے پانی لیکر پینے سے مکمل پرہیز کیا کر۔ اسلئے کہ وہ پاکیزگی اور صفائی کا خیال نہیں رکھتے۔

..... اور عام دوکانوں پر بلاوجہ جا کر نہ بیٹھا کرنا اسلئے کہ ایک تو یہ

عامۃ الناس کا شعار ہوتا ہے اور دوسرا عام لوگوں کی نظروں میں آپ کی اہمیت کم ہو جائے گی اور انکی نظروں میں آپ کا علمی مقام اور وقار ختم ہو جائے گا۔

..... اور دیباچ اور زیورات اور ابریشم کسی بھی قسم کی ریشم کو استعمال نہ کیا کر اس لئے کہ اس کو استعمال کرنے سے آدمی میں تکبر پیدا ہوتا ہے

فائدہ: ۱.....

عام لوگوں کے سامنے بلاوجہ علمی مسائل بیان کرنے سے دو نقصان ہوں گے ایک علم کی ناقدری اور دوسرا اہل علم کی ناقدری ہوتی ہے اور یہ دونوں نقصان دہ عمل ہیں ایک علماء کے لئے نقصان دہ ہے اس کی وجہ سے لوگ ان سے علمی استفادہ نہ کیا کریں گے اور دوسری علم کی ناقدری ہے جس سے ﴿اللہ﴾ تعالیٰ کی ناراضگی کا خطرہ ہے اور یہ بات زیادہ خطرناک ہے۔

فائدہ: ۲.....

اگر کسی کے ہاں مہمان گئے اور صاحب خانہ اپنے گھر میں موجود نہ ہوں تو انکے انتظار میں عام یا بازاری مقامات پر بیٹھنے کی بجائے یا انکے گھر کے باہر بیٹھے رہنے کے محلے کی مسجد میں جا کر بیٹھنا چاہئے اس سے علمی وقار بھی قائم رہتا ہے اور لوگوں کی نظروں میں عزت بھی ہوتی ہے اور اللہ ﷻ کا مہمان بننے کا شرف بھی ملتا ہے۔

(۳): ازدواجی زندگی کے اصول

☆..... ولا تكثر الكلام في بيتك مع امرأتك في الفراش الا وقت

حاجتك اليها الا بقدر ذلك

☆..... ولا تكثر لمسها ومسها ولا تقربها الا بذكر الله تعالى ، و

تستخير فيه -

☆..... ولا تتكلم بأمر نساء الغير بين يديها ،

☆..... ولا بأمر الجوارى ، فإنها تنبسط اليك في كلامك ولعلك اذا

تكلمت عن غيرها تكلمت عن الرجال الاجانب -

☆..... ولا تتزوج امرأة كان لها بعل ، او اب ، او ام ، او بنت ، ان

قدرت الا بشرط ان لا يدخل عليها احد من اقاربها

☆..... فان المرأة اذا كانت ذات مال يدعى ابوها ان جميع مالها لهُ

وأنه عارية في يدها-

☆..... ولا تدخل بيت ابيها ما قدرت-

☆..... وإياك ان ترضى ان تزف في بيت ابويها فانهم يأخذون اموالك ،

ويطعمون فيها غاية الطمع -

☆..... وإياك ان تتزوج بذات البنين والبنات-

☆..... فانها تدخر جميع المال لهم -

☆..... وتسرق من مالك وتنفق عليهم -

☆..... فان الولد اعزّ عليها منك -

☆..... ولا تجمع بين امرأتين في دار واحدة -

☆..... ولا تتزوج الا بعد ان تعلم انك تقدر على القيام بجميع

حوائجها -

.....

..... اگر اپنے گھر میں ہونے کی صورت میں اپنی بیوی کے ساتھ ایک بستر میں سونے کی ضرورت پیش آجائے تو اس کے ساتھ شرعی ضروریات کے علاوہ بے کار باتیں نہ کیا کرو اور اگر ضرورت آگئی تو بس ضرورت کی حد تک باتیں کیا کرو۔

..... اس کو چھیڑا چھاڑی اور چھونا زیادہ نہ کیا کرو اور اگر اسکے قریب ہونا پڑے تو پہلے اللہ ﷻ کا ذکر اور اس سے خیر طلب کر لیا کرو۔
..... دوسری عورتوں کی باتیں اور انکے معاملات اپنی بیوی کے سامنے بیان نہ کیا کرو۔

..... لونڈیوں کے معاملات بھی اسکے سامنے نہ بیان کیا کرو ورنہ وہ تجھ سے اسی قسم کی باتیں اور زیادہ کیا کرے گی۔ اور ہو سکتا ہے وہ موقع پا کر دوسری عورتوں کے سامنے غیر مردوں کا تذکرہ کیا کرے۔

..... اور جب شادی کی ضرورت پیش آجائے تو جہاں تک ممکن ہو کسی

ایسی عورت سے شادی نہ کرنا جو مطلقہ ہو، یا اسکا باپ اسکے ساتھ ہو، یا اسکی ماں، یا اسکی کوئی بیٹی ہو، اور اگر ایسا کرنا ہی پڑ جائے تو یہ شرط لگا دینا کہ اس کے رشتہ داروں میں سے کوئی اس کے پاس نہیں ٹھہرے گا۔

..... اگر وہ عورت مال والی ہوگی تو اسکا باپ جگہ جگہ یہ کہتا پھرے

گا کہ سارا مال میرا ہے اور میں نے عارضی طور پر اسکو دیا ہوا ہے۔

..... اور جہاں تک ممکن ہو سکے اس کے باپ کے گھر میں نہ جایا کرنا۔

..... اور ایسا ہرگز نہ کرنا کہ شادی کے بعد شب زفاف اپنے سر کے

گھر گزارو، ورنہ آپکا سارا مال لیکر بھی انکی لالچ اور طمع ختم نہ ہوگا۔

..... اور جب تجھے نکاح کی ضرورت پیش آئے تو ایسی عوارت سے

نکاح نہ کرنا جو پہلے سے اولاد والی ہو۔

..... ورنہ وہ سارا مال انکے لئے جمع کرتی رہے گی اور آپ کی پرواہ

بھی نہ کیا کرے گی۔

..... اور تیرے مال میں سے چوری کر کے ان پر بے جا خرچ کیا

کرے گی۔

..... بے شک اسکی سابقہ اولاد اسکی نظروں میں تجھ سے بہت زیادہ

محبوب اور قابل عزت ہوگی۔

..... اور کبھی دو عورتیں ایک گھر میں ایک ہی نکاح میں جمع کر کے نہ

..... اس وقت تک شادی نہ کرنا جب تک تو یہ بات اچھی طرح نہ
جان لے کہ شادی کے بعد کے تمام اخراجات کی تو خود کفالت کر لے گا

فائدہ:

بیوی کے پاس رات کے وقت بستر میں ہونے کی صورت میں زیادہ
باتیں نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ سنت کے مطابق اداب کا خاص خیال رکھا
جاسکے اور اس سے پہلے نبی ﷺ سے منقول دعائیں پڑھ لینی چاہئیں۔
اور دوسری بیوی سے اگر شادی کی ضرورت پیش آجائے تو انکو ایک
دوسرے سے بہت دور رکھنا ورنہ وہ تیرے خلاف سازشیں کرتی رہا کریں گی
اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ آپس میں جھگڑا کر کر کے تیرا جینا دو بھر کر دیں گی اس
لئے ان کا آپس میں ایک دوسرے کے قریب رکھنا مناسب نہیں ہے۔

(۴): حصول علم کے اصول

- ☆..... واطلب العلم اولاً ثم اجمع المال من الحلال ثم تزوج -
- ☆..... فانك ان طلبت المال في وقت التعلم عجزت عن طلب العلم -
- ☆..... ودعاك المال الى شراء الجوارى والغليان وتشتغل بالدنيا والنساء قبل تحصيل العلم ، فيضيع وقتك ، ويجتمع عليك الولد ، ويكثر عيالك فتحتاج الى القيام بمصالحهم ، وتترك العلم
- ☆..... واشتغل بالعلم وقت عنفوان شبابك ، ووقت فراغ قلبك وخاطرك-
- ☆..... ثم اشتغل بالمال ليجمع عندك فان كثرت الولد والعيال يشوش البال فاذا جمعت المال فتزوج -

..... سب سے پہلے حصول علم میں مصروف ہونا اس کے بعد حلال طریقے سے مال جمع کرنا اور اسکے بعد شادی کی طرف متوجہ ہونا۔

..... ورنہ حصول علم کے دوران آپ اگر مال جمع کرنے میں لگ گئے تو علم حاصل کرنے کا حق ادا نہیں کر سکو گے۔

..... اور اگر کسی کے پاس مال جمع ہو جائے تو انسان کا دل چاہتا ہے

کہ اپنی خدمت کے لئے کوئی لونڈی یا غلام خرید لے اور اس طرح کرنے سے وہ لازمًا دنیا کے دوسرے امور میں مشغول ہو جائے گا اور علم کے حصول کی بجائے عورتوں میں مشغولیت ہو جائے گی اور علم کے حصول سے پہلے اس طرح مشغول ہونے میں بہت وقت ضائع ہو جائے گا، اور جب آپ کے پاس لونڈی یا منکوحہ بیوی ہوگی تو آپ کے ہاں یقیناً اولاد بھی پیدا ہوگی اور اس طرح خاندانی معاملات میں اور انکی ضروریات کے پورا کرنے میں لگے رہنے سے حصول علم کی کوشش چھوٹ جائے گی۔

..... بہتر یہ ہے کہ علم کے حصول میں جوانی میں مشغول ہو جاؤ جبکہ دل میں فرصت اور طبیعت میں کشادگی اور بے فکری غالب ہوتی ہے۔

..... اس کے بعد مال کے جمع کرنے میں مصروف ہو جاؤ ورنہ اگر اولاد پہلے ہی زیادہ ہوگئی اور بڑا خاندان بن گیا تو تیرے احوال میں انتشار اور تیری طبیعت میں بے چینی پیدا ہو جائے گی، ہاں جب مال جمع ہو جائے تو اسکے بعد نکاح کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

فائدہ: یہ بات تجربہ سے ثابت ہے کہ جو حضرات دوران تعلیم ٹوٹیشن یا امامت یا مؤذنی یا چوکیداری وغیرہ میں مصروف ہو جاتے ہیں وہ ہزار کوشش کے باوجود حصول علم کا حق ادا نہیں کر سکتے اس لئے کہ انکا دھیان صحیح معنوں میں علم کی طرف نہیں جمتا بلکہ طبیعت منتشر رہتی ہے

(۵): اخلاق عامہ کے اصول

☆..... وعليك بتقوى الله تعالى -

☆..... وأداء الامانة والنصيحة لجميع الخاصة والعامة -

☆..... ولا تستخف بالناس ووقر نفسك ووقرهم -

☆..... ولا تكثر معاشرتهم الا بعد ان يعاشروك ، وقابل معاشرتهم بذكر

المسائل ، فانه ان كان من اهله اشتغل بالعلم ، وان لم يكن من اهله

احبك -

☆..... واياك وان تكلم العامة بامر الدين فى الكلام فانهم قوم يقلدونك

فيشتغلون بذلك -

.....

..... زندگی کے ہر موڑ پر تقویٰ اور پرہیزگاری کے راستے پر مضبوطی

سے قائم رہنا۔

..... امانتوں کی پاسداری کرنا اور ہر خاص و عام کے لئے خیر خواہی

اور نصیحت کو لازم پکڑنا ہے

..... اپنی عام زندگی میں کوئی ایسا رویہ اختیار نہ کرنا جس سے آپکی وجہ

سے لوگوں کی یا آپکی اپنی عزت میں کمی آئے۔ بلکہ اپنے وقار کو خاص طور

سے پیش نظر رکھنا اور عام لوگوں کے وقار کا دھیان بھی لازمی رکھنا۔

..... اور عام لوگوں کے ساتھ کثرت سے میل جول نہ رکھا کر، ہاں اگر کوئی آپ کے ساتھ میل جول رکھے تو اس کے ساتھ میل ملاقات میں کوئی حرج نہیں۔ اور جب بھی عام لوگوں میں سے کسی کے ساتھ میل جول اختیار کرنا پڑے تو ان کے سامنے دینی مسائل بیان کیا کر، اور اگر ان میں کوئی ایسا شخص ہوگا جو علم کا قدردان یا علمی ذوق والا ہوگا تو وہ آپ کی قدردانی کرے گا اور اگر ایسا کوئی بندہ نہ ہوگا تو وہ سب لوگ آپ سے محبت کرنے لگیں گے۔

..... عام لوگوں کے سامنے علم کلام کے مسائل بیان کرنے سے مکمل اجتناب کیا کرنا اور اگر آپ نے ایسا کیا تو عام لوگوں میں سے بعض لوگ آپ کی تقلید کرتے ہوئے علم کلام میں انہماک پیدا کر لیں گے جبکہ وہ اس کے بارے میں جانتے کچھ بھی نہ ہوں گے۔

.....

فائدہ: علم کلام اس کو کہا جاتا ہے جس کے ذریعہ دین اسلام پر کئے گئے اعتراضات کا جواب دیا جاتا ہے تاکہ کفار کو اسلام کی طرف مائل کیا جاسکے یا معاندین کی علمی مقابلے سے زبان بندی کی جاسکے، اور اس میں عام لوگوں کو اجتناب کرنا چاہئے ورنہ معمولی مسائل بڑے فتنے کی وجہ بن سکتے ہیں جیسا کہ آج کل عام طور سے دیکھنے کو ملتا ہے۔

(۶): علماء کے بارے میں اصول

- ☆..... و من جائك يستفتيك في المسائل فلا تجب الا عن سؤاله -
- ☆..... ولا تصم اليه غيره ، فانه يشوش عليك جواب سؤاله -
- ☆..... وان بقيت عشر سنين بلا كسب ولا قوة فلا تعرض عن العلم ، فانك ان اعرضت عنه كانت معشتك ضنكا ، على ما قال الله تعالى :
- وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا
- ☆..... وأقبل على متفقهيك كأنك اتخذت كل واحد منهم ابنا وولدا لتزيدهم رغبة في العلم -
- ☆..... و من ناقشك من العامة والسوقة فلا تناقشه فإنه يذهب ماء وجهك -
- ☆..... ولا تحتشم من أحد عند ذكر الحق وأن كان سلطاناً -
- ☆..... ولا ترض من نفسك من العبادات الا بأكثر مما يفعله غيرك ، و يتعاطاها ، فان العامة : اذا لم يروا منك الاقبال على الطاعات باكثر مما يفعلونها يعتقدون فيك السوء وقلّة الرّغبة فيها ويعتقدوا ان علمك لا ينفعك ولا يفيد الا مانفعهم الجهل الذي هم فيه -
-

..... اور اگر کوئی شخص آپ کے پاس اپنے مسائل کا جواب لینے یا فتویٰ لینے کے لئے آئے تو اس کو اسی سوال کا جواب دو جو اس نے آپ سے پوچھا ہے۔

..... جب کسی کے سوال کا جواب دینا چاہو تو اس سوال کے ساتھ اپنی طرف سے کوئی بات نہ ملایا کرو، ورنہ سائل کے اصل سوال کا جواب دینا مشکل ہو جائے گا۔

..... اگر تو دس برس تک بھی بے روزگار رہے اور تیرے پاس کھانے پینے کے لئے بھی کچھ نہ ہو تو بھی علم سے منہ نہ موڑنا۔ اور اگر آپ نے اس سے اعراض کیا تو اللہ ﷻ تیری دنیا کی زندگی کو تنگ دستی والی زندگی بنا دیں گے، جیسا کہ اللہ ﷻ نے فرمایا:

جو شخص میرے ذکر سے منہ موڑتا ہے تو اس کی زندگی تنگ والی بنا دی جاتی ہے

..... اور جو لوگ علم فقہ کے حصول کا ارادہ کر کے آپ کے پاس آئیں تو انکی طرف پوری توجہ دیا کرنا اور انکو یوں سمجھنا جیسے وہ تیری اپنی اولاد کی مانند ہے اور ان میں سے ہر ایک کو اپنی اولاد کی مانند سمجھنا آپ کے اس انداز سے انکی حصول علم میں رغبت اور زیادہ بڑھ جائے گی۔

..... اگر عام لوگوں میں سے کوئی شخص تیرے ساتھ جھگڑا کرے تو آپ انکے ساتھ جھگڑا نہ کیا کرنا ورنہ انکے دلوں سے تیرا رعب ختم ہو جائے

گ۔

..... اور حق بات بیان کرنے میں کسی شخص کے جاہ و حشم کی پرواہ نہ کرنا خواہ وہ حاکم وقت ہی کیوں نہ ہو۔

..... عام لوگ جس قدر عبادت کرتے ہیں تو ان سے زیادہ عبادت کیا کر بلکہ اپنے آپ کو عبادت میں مشغول رکھا کرنا، اس لئے کہ جب عام لوگ آپ سے عبادت کی کثرت کا مشاہدہ نہیں کریں گے بلکہ جتنی عبادت وہ خود کرتے ہیں اتنی ہی آپ کو کرتے ہوئے وہ دیکھیں گے تو وہ آپ کے بارے میں بدگمانی میں مبتلاء ہو جائیں گے۔ اور وہ سمجھیں گے کہ آپ کو عبادت میں کوئی رغبت نہیں ہے اس لئے وہ آپ کے بارے میں یہ سوچنے لگیں گے کہ آپ کے علم نے آپ کو اتنا فائدہ نہیں دیا جتنا فائدہ ہمیں ہماری جہالت نے دیا ہے

فائدہ:

امام اعظم نے جو علمی راستے کو ترک کرنے پر رزق کے تنگ ہو جانے کی وعید سنائی ہے وہ اللہ ﷻ کے اس قول کی طرف اشارہ:

وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ظَنُكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
أَعْمَى

جس کا مفہوم یوں ہے فرمایا: جو شخص ہمارے ذکر سے اعراض کرے گا

تو ان کے لئے دنیا کی زندگی تنگی والی بنا دیتے ہیں اور قیامت کے دن اس کو اندھا کر کے اٹھائیں گے۔ اسی طرح علم دین بھی چونکہ اللہ کے ذکر اور عبادت کی ایک قسم ہے اور جو اس سے اعراض کرے گا اس کو بھی اسی قسم کی سزا متوقع ہے۔

فائدہ:

عبادت کی عادت انسان کا وقار بڑھانے کے ساتھ ساتھ ﷻ کے ساتھ ساتھ کی رضا اور قرب کا باعث ہوتا ہے جس سے علمی کام کرنا آسان ہو جاتا ہے اور انسان کی عملی زندگی میں ترقی اور برکت اس پر متزاد ہوتی ہے۔ اس لئے کہ جو شخص عالم ہو اور اس علم کے مطابق عمل نہ کرتا ہو تو اس کو اس علم کا کیا فائدہ ہوگا اس لئے ضروری ہے کہ عام لوگوں سے عبادت اور اعمال زیادہ بجالائے۔

(۷): عملی زندگی کے اصول

☆..... واذا دخلت بلدة ، فيها اهل العلم ، فلا تتخذها لنفسك ، بل كن
كواحد من اهلهم ، ليعلموا انك لا تقصد جاههم و الا فانهم يخرجون
عليك بأجماعهم او يطعنون في مذهبك و العامة يخرجون عليك ، و
ينظرون اليك بأعينهم فتصير مطعوناً عندهم بلا فائدة

☆..... ولا تفت و أن استفوتك في المسائل ، فلا تناقشهم في المناظرة
والمطارات

☆..... ولا تذكر لهم شيئاً الا عن دليل واضح

☆..... ولا تطعن في اساتذتهم فانهم يطعنون فيك لقول الله تعالى
ولا تسبوا الذين يدعون من دون الله فيسبوا الله عدوا بغير علم -

☆..... وكن من الناس على حذر

☆..... وكن لله في السرّ كما أنت له في علانيتك و لا تصلح أمر
العلم الا بعد ان تجعل سرّه كعلانيته

☆..... واذا ولاك السلطان عملاً لا يصلح لك فلا تقبل ذلك منه الا بعد
ان تعلم انك لو لم تقبله قبله غيرك و يتضرر به الناس و بعد ان تعلم انه انما
يوليئك ذلك الا لعلمك

☆..... وَايَاكَ وَاَنْ تَتَكَلَّمُ فِي مَجْلِسِ النَّظَرِ عَلٰى خَوْفٍ اَوْ وَجَلٍ فَاِنَّ ذٰلِكَ
مَمَيُورٌ فِي الْخَلَلِ فِي الْخَاطِرِ وَالْاِحَاظَةِ وَالْكَفْلِ فِي اللِّسَانِ -

..... اور جب آپ کا کسی شہر میں قیام ہو اور وہاں اور بھی اہل علم ہوں
تو ان سے ہٹ کر اپنی الگ حیثیت نہ منوانا بلکہ انہی میں سے ایک بن کر رہنا
تا کہ ان کے دل میں یہ خیال پیدا نہ ہو کہ آپ جاہ و حشم کے طلب گار
ہو۔ ورنہ وہ سب ملکر آپ کے خلاف محاذ آرائی شروع کریں گے اور آپ
کے مذہب کے بارے میں ایسی طعن و تشنیع کریں گے کہ انکو کودکھ کر عام لوگ
بھی آپ کے خلاف محاذ آرائی پر اترائیں گے اور آپ کی طرف ایسے
انداز سے دیکھیں گے کہ آپ بلاوجہ انکی نظروں میں برے بن جاؤ گے۔

..... اور اگر اس علاقے میں کوئی شخص آپ سے فتویٰ طلب کرے
تو بھی انکی موجودگی میں کوئی فتویٰ نہ دینا۔ اور وہاں کے اہل علم کے ساتھ علمی
جھگڑوں میں نہ پڑنا اور نہ ان کے ساتھ مناظرے وغیرہ کرنا اور نہ علمی بحث
و مباحثہ میں الجھنا۔

..... البتہ جب بھی ان کے سامنے کوئی بات بیان کرنے کی ضرورت
پیش آئے تو واضح دلیل کے ساتھ بات کھول کر انکے سامنے پیش کر دینا۔
..... اور ان کے اساتذہ کے بارے میں کوئی برائی بیان نہ کرنا ورنہ
وہ آپکے بارے میں طعن زنی کرنے لگیں گے جیسا کہ اللہ ﷻ کا قول:

اور تم برا نہ کہو ان کو جن کی اللہ کے علاوہ لوگ عبادت کرتے ہیں ورنہ وہ اللہ ﷻ کو آپکی دشمنی اور بے علمی کی وجہ سے برا کہنے لگیں گے۔

..... اور لوگوں کے ساتھ محتاط میل جول رکھا کر کیونکہ معلوم نہیں کون

شخص آپ کے پاس کس رنگ میں آئے گا۔

..... اور اللہ ﷻ کے ساتھ تنہائی میں بھی ویسا ہی تعلق رکھا کرو جیسا

تم عام لوگوں کے سامنے رکھتے ہو اور جب تک تیرا ظاہر تیرے باطن کے موافق نہ ہوگا اس وقت تک تو علمی مسائل اور دوسری علمی ضروریات کو پورا نہ کر سکے گا

..... اور تجھے حاکم وقت کسی جگہ کا یا کسی کام کا ذمے دار بنائے اور

تو اسکی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو اس کو اس وقت تک قبول نہ کرنا جب تک آپ کو یقین نہ ہو جائے کہ یہ کام آپ کے علاوہ کسی ایسے نا اہل کے حوالے کیا جانے والا ہے جو عام لوگوں کے لئے نقصان دہ ہے اور آپ کو اس کام کی سپردگی آپ کی علمی برتری کی وجہ سے دی جا رہی ہے۔

..... اور تو جب کسی خوف یا ڈر کی کیفیت میں ہو تو کسی سے علمی مناظرہ

نہ کرنا اس لئے کہ ایسے موقعہ پر کھل کر بات نہیں ہو سکے گی بلکہ طبیعت میں خلل، مضمون بیان کرنے میں مشکل، اور انداز بیان میں لکنت ہوگی جس سے آپ لوگوں کے سامنے اپنا مافی الضمیر بیان کرنے سے قاصر رہو گے۔ اور لوگ آپ کی قدر و منزلت سے آگاہ نہ ہو سکیں گے۔

فائدہ:

جب آپ سے زیادہ علم یا اختیار والے احباب کسی جگہ موجود ہوں تو انکے سامنے علمی مسائل کا اظہار نہ صرف مشکل ہوتا ہے بلکہ علمی مسائل کے بیان کا صحیح معنوں میں حق بھی ادا نہیں ہو سکتا، اس لئے ایسی علماء کی مجالس میں اس قسم کے مسائل بیان کرنے سے گریزاں رہنا چاہئے تاکہ علمی وقار کے ساتھ ساتھ شخصی وقار مجروح نہ ہو جائے۔

اس سے دو چیزوں کا خیال رکھنا لازم ہے علمی وقار اور شخصی وقار اور ان دو باتوں سے دو فائدے ہوں گے لوگوں کی نظروں میں آپ کا رعب قائم رہے گا اور عام لوگ علمی استفادے کے لئے آپ کی طرف متوجہ رہیں گے اور یہ کہ شخصی وقار قائم رہنے کی وجہ سے آپ کی طبیعت میں اطمینان رہے گا

(۸): اخلاق کے بارے میں اصول

- ☆..... وَايَاكَ اِنْ تَكْثَرَ الضَّحْكَ فَاِنَّهُ يَمِيْتُ الْقَلْبَ
- ☆..... وَلَا تَكْثِرْ مَحَادَثَةَ النِّسَاءِ وَمَجَالِسَتَهُنَّ
- ☆..... وَلَا تَمْشِ الْاَعْلَى طَمَانِينَةً
- ☆..... وَلَا تَكُنْ عَجُولًا فِي الْاُمُورِ
- ☆..... وَمَنْ دَعَاكَ مِنْ خَلْفِكَ فَلَا تَجِبْهُ فَاِنَّ الْبُهَائِمَ تَنَادَى مِنْ خَلْفِهَا
- ☆..... وَاِذَا تَكَلَّمْتَ فَلَا تَكْثِرْ صِيَاحَكَ وَلَا تَرْفَعْ صَوْتَكَ
- ☆..... وَاتَّخِذْ لِنَفْسِكَ السَّكُونَ وَقَلَّةَ الْحَرَكَةِ عَادَةً كَيْ يَتَحَقَّقَ عِنْدَ النَّاسِ ثِبَاتُكَ

.....

- اور کثرت سے ہنسی مزاح سے اجتناب کیا کر اس لئے کہ کثرت سے ہنسنا انسان کے دل کو مردہ کر دیتا ہے
- اور عورتوں کے ساتھ کثرت سے بات چیت کرنے اور انکی مجالس میں بیٹھنے سے اعراض کرنا لازم ہے۔
- اور جب بھی پیدل چلنا پڑے تو بڑے تحمل اور اطمینان کے ساتھ چلا کر۔

.....اپنی کاموں کی سرانجام دہی میں جلد بازی میں نہ پڑا کر۔
اگر تجھے چلتے میں پیچھے سے کوئی شخص آواز دے تو اس کو جواب نہ
 دیا کر، اس لئے کہ پیچھے سے جانوروں کو بلایا جاتا ہے اور اس بلانے والے کو
 اگر انسانی اقدار کا علم ہی نہیں تو اس کے بلاوے پر جواب نہ دینا چاہئے۔
 اور جب بھی کسی کے ساتھ گفتگو کیا کرے تو اپنی گفتگو میں چیخ و
 چنگھاڑ یا آواز بہت زیادہ بلند نہ کیا کر۔

..... عام زندگی میں اپنے آپ میں سکون اور کم حرکتی کی عادت ڈال
 تاکہ لوگ یہ جان لیں کہ آپ کی طبیعت میں استحکام اور سنجیدگی ہے۔

.....

فائدہ:

عورتوں میں کثرت کے ساتھ بیٹھنے والے شخص میں عام طور سے
 عورتوں والی عادات پیدا ہو جاتی ہیں مثلاً: لگائی بجھائی کی عادت۔ منافقت
 ادھر کی ادھر اور ادھر کی ادھر لگانا۔ کم ہمتی۔ بے صبری۔ وغیرہ اور یہ تمام
 مرد کی شان کے خلاف ہیں اور حضور اکرم ﷺ کا فرمان اس پر شاہد ہے فرمایا:

المرء مع من احب

آدمی اسی کا روپ اختیار کرتا ہے جیسا روپ اسکے محبوب کا ہو۔

(۹): اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کے اصول

- ☆..... واكثر ذكر الله فيما بين الناس ليتعلموا ذلك منك
- ☆..... واتخذ لنفسك ورداً خلف الصلاة فتقرأ فيها القرآن ، وتذكر الله تعالى ، وتشكره على ما اودعك من الصبر ، واولاك من النعم
- ☆..... واتخذ لنفسك اياما معدودة من كل شهر تصوم فيها ليقتدى غيرك بك
- ☆..... ولا ترضى من نفسك من العبادات بما ترضى به العامة ،
- ☆..... وراقب نفسك و حافظ على الغير لتنتفع من دنياك و آخرتك بعلمك

..... جب تو عام لوگوں کی ہم مجلسی میں ہوا کرے تو کثرت سے اللہ ﷻ کو یاد کیا کرتا کہ تجھے دیکھ کر وہ لوگ بھی اللہ کا کثرت سے ذکر کرنے عادی بن جائیں۔

..... عام زندگی میں اپنے لئے کوئی مخصوص اوراد و وظائف متعین کر لینا اور انکو ہر نماز کے بعد انکو پڑھا کرنا اور اس میں قرآن کریم کی تلاوت اللہ تعالیٰ کا ذکر اور مشکلات اور پریشانیوں میں صبر کی توفیق اور

نعمتیں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کرنا۔

..... اور ہر مہینے میں اپنے لئے کچھ ایام مخصوص کر لینا جن میں روزہ رکھا کرنا تاکہ تجھے دیکھ کر دوسرے لوگ بھی تیری اقتداء کریں۔
..... اور تو صرف اس قدر عبادت پر اکتفا نہ کیا کرنا جتنی عبادت عام لوگ کیا کرتے ہیں۔

..... مراقبہ نفس کیا کرنا تاکہ اپنے نفس کو راہ راست پر قائم رکھ سکو، اور دوسروں کی نگرانی بھی کیا کرنا تاکہ وہ آپ کے علم سے اپنی دنیا اور آخرت میں فائدہ حاصل کر سکیں۔

فائدہ:

مراقبہ نام ہے اپنے دل کی طرف متوجہ ہونے کا اور یہ مسنون عمل ہے اس کو اختیار کرنے میں بڑا ہی فائدہ ہے اسی لئے تمام صوفیاء کی تعلیمات میں اسکو خاص مقام حاصل ہے۔ اس کا ایک طریقہ یہ ہے: کہ بندہ اپنے اعمال کو دیکھے اور اللہ تعالیٰ کے انعامات کو دیکھے اور نیکیوں اور اچھے اعمال پر اللہ ﷻ کا شکر ادا کرے اور اسکے انعامات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کسی صاحب طریقہ سے رابطہ کر کے اس کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق اپنا محاسبہ کیا کرے ان شاء اللہ دنیا اور آخرت میں بہت فائدہ ہوگا۔

(۱۰): ذاتی زندگی کے اصول

☆..... ولا تشتر بنفسك ولا تبع بل اتخذ غلاماً مصالِحاً يقوم باشغالک
وتعتمد عليه في أمورک -

☆..... ولا تطمئن الى دنياک والى ما انت فيه فان الله تعالى سائلک عن
جميع ذلك -

☆..... ولا تشتر الغلمان المردان -

☆..... ولا تظهر من نفسك التقرب الى السلطان ، وان قربوک فانهم
يرفعون اليک الحوائج ، فان قمت اهانوک ، وان لم تقم بها عابوک -

☆..... وعد نفسك منهم الا فى فنک وهو العلم -

☆..... ولا تتبع الناس بالخطايا ، بل اتبع فى صوابهم -

☆..... واذا عرفت انساناً بالشر فلا تذکر ذلك منه بل اطلب له خيراً
فاذکره به الا فى باب الدين ، فانک ان عرفت منه ذلك فى دينه فاذکره
للناس كيلا يتبعوا ويحذروه -

وقال عليه السلام :

أذکروا الفاجر بما فيه کى يحذره الناس وان کان ذا جاهٍ و

منزلةٍ

☆..... و الذى ترى منه الخلل فى الدين فاذا ذكر ذلك ولا تبال من جاهه فان الله تعالى معينك وناصرك وناصر الدين ، فاذا فعلت ذلك مرّة هابوك ☆..... ولم يتجاسر احد على اظهار البدعة فى الدين بين يديك وفى بلدك وسلط العامة عليه فى ذلك ليقتدوا بك فى الجد فى الدين -

.....

..... بازار میں خرید و فروخت کے لئے خود نہ جایا کر بلکہ اس مقصد کے لئے کوئی خادم رکھ لینا جو آپ کے اس قسم کے کام نمٹا دیا کرے اور اس پر مکمل اعتماد بھی کیا کرنا۔

..... اپنے دنیاوی امور اور موجودہ احوال پر مطمئن نہ ہو جانا بلکہ ان میں بہتر سے بہتر کی تگ و دو کرتے رہنا اور یاد رکھنا کہ اللہ ﷻ ان تمام امور کے بارے میں تم سے سوال کرنے والا ہے۔

..... امر دیا مر اہق (قریب البلوغ) غلاموں کی خرید و فروخت نہ کیا کرنا کیونکہ یہ خود بھی فتنہ ہیں اور تجھے بھی فتنہ میں مبتلا کر دیں گے۔

..... لوگوں کے سامنے اپنی حاکم وقت کے ساتھ دوستی کے ترانے نہ گانا ورنہ لوگ اپنی ضروریات اور حاجات لیکر آپ کے پاس آئیں گے۔ اگر آپ انکو پورا کروانے کے لئے حاکم وقت کے پاس لے گئے تو اسکے دل سے آپکی عزت ختم ہو جائے گی اور وہ آپ کی اہانت کرنے لگے گا اور اگر اسکا کام مکمل نہ کیا تو وہ آپ پر طعنہ کرنے لگے گا۔

.....اپنے آپ کو عام لوگوں میں سے شمار کیا کر البتہ جو تیرا خاص فن یا خاص علم ہو اس میں تو اپنی انفرادیت قائم رکھنا لازم ہے۔
.....لوگوں کی غلطیوں کے پیچھے نہ پڑا کر بلکہ انکی اچھائیاں زیادہ بیان کیا کر اور انکو خود بھی یاد رکھا کر۔

..... اور جب کسی انسان کی برائی تمہیں معلوم ہو جائے تو اسکا ہر جگہ اظہار نہ کیا کر بلکہ اس کی اچھائی ظاہر کر اور اسکو اچھا ہی جان۔ سوائے دین کے معاملات کے اسلئے کہ اگر تو دین کے بارے میں کسی کی برائی دیکھے تو اسکو لوگوں کے سامنے بیان کر دیا کرتا کہ لوگ اس کی اتباع کرتے ہوئے اپنا دین خراب نہ کریں اور اس کی برائی سے بچ سکیں۔

اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فاجر کی برائی کا تذکرہ لوگوں کے سامنے کر دیا کرو تا کہ لوگ اس کے فساد سے بچ سکیں خواہ وہ فاسق کتنا صاحب مرتبہ اور بلند مقام والا ہی کیوں نہ ہو۔

..... اور ایسی باتیں جو کسی فاجر سے دین میں خلل ڈالنے والی دیکھتے ہو تو اسکا لوگوں میں تذکرہ کر دیا کرو اور اس فاسق کے جاہ و حشم کی پرواہ نہ کیا کرو اسلئے کہ اللہ ﷻ آپکا اور اپنے دین کا بھی معین و مددگار ہوگا۔ اور اگر ایک بار آپ نے یہ فریضہ سرانجام دے دیا تو وہ لوگ آپ سے ہیبت زدہ ہو کر آئندہ اس قسم کی حرکات سے باز آجائیں گے۔

..... اور اپنی موجودگی میں اور اپنے شہر میں دین کے معاملے میں کسی شخص کو اظہار بدعت کی اجازت نہ دو۔ بلکہ عام لوگوں کو ان اہل بدعت پر اس انداز سے مسلط کر دو کہ ان کے پاس آپ کی اقتداء کے سوا اور کوئی راستہ باقی نہ بچے۔

فائدہ:

فاسق و فاجر اگر صاحب اختیار بھی ہو تو بھی اس کے سامنے اعلیٰ کلمۃ اللہ کرنا لازم ہے۔ اور اس میں حکمت کو پیش نظر رکھنا بھی ضروری ہے ورنہ خالی جذبات میں پڑ کر بعض لوگ کسی بات کی رٹ لگا لیتے ہیں یہ طریقہ مناسب نہیں بلکہ اصل بات اظہار حقیقت ہے کسی کو حق تسلیم کروانا یہ بات ناممکن ہے ہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق مل جائے تو دوسری بات ہے

(۱۲) سیاسیات کے اصول

☆..... واذا رأيت من سُلطانك مالا يُوافق العلم ، فأذكر مع طاعتك إياه ، فإن يده أقوى من يدك نقول له أنا مطيعٌ لك في الذي أنت فيه سلطانٌ ومسلطٌ عليّ غير أني أذكر من سيرتك ما لا يوافق العلم -

☆..... فاذا فعلت مع السلطان مرة كفك ، لأنك اذا واطبت عليه ودمت لعلهم يقهرونك فيكون في ذلك قمع للدين ، فاذا فعل ذلك مرة أو مرتين ليعرف منك الجهد في الدين ، والحرص في الأمر بالمعروف

☆..... فاذا فعلت ذلك مرة بحيث عرف الناس منك ذلك الجدم رأيت مرة اخرى فادخل عليه وحدك في داره وانصحه في الدين وناظره ان كان مبتدعا وان كان سلطانا فاذكر له ما يحضرك من كتاب الله تعالى وسنة رسوله ﷺ فان قبل منك والا فاسئل الله تعالى ان يحفظك عن ظلمك -

..... اور اگر آپ حاکم وقت کا کوئی ایسا فیصلہ دیکھیں جو آپ کے علم اور تجربہ کے مطابق درست نہ ہو تو اس کے سامنے اپنی اطاعت کا اقرار کرتے ہوئے حقیقت حال کو ظاہر کر دیا کرنا اسلئے کہ اس کے ہاتھ تیرے

ہاتھ سے زیادہ قوی اور باختیار ہیں لہذا اسکو باور کرواتے ہوئے کہ جن معاملات میں اللہ ﷻ نے آپ کو حاکم بنایا ہے میں ان میں آپکا مطیع اور فرمانبردار ہوں لیکن میں آپ سے یہ بات کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کی فلاں بات یا فلاں فیصلہ صحیح علم اور درست رائے کے مطابق نہیں ہے۔

..... جب آپ ایک مرتبہ حاکم وقت کے سامنے یہ فریضہ انجام دیں لیں تو آپ کے لئے اتنا ہی کافی ہے اس لئے اگر تم اس پر تنقید کرتے رہو گے تو وہ آپ کے ساتھ ناراضگی کا رویہ اپنائے گا اور اس سے تیرے ذریعے جو دین کا کام ہو رہا اس میں رکاوٹ پیدا ہو جائے گی اور یوں دین کا کام رک جائے گا اور اگر آپ نے یہ کام ایک یا دو بار کر لیا تو اس کو بھی معلوم ہو جائے گا کہ آپ دین کے معاملات میں سنجیدہ آدمی ہیں اس لئے آپ امر بالمعروف اور نہی منکر میں زیادہ رغبت رکھتے ہیں اس سے دین کے کام میں رکاوٹ نہیں پیدا ہوگی نہ ہی آپ کی طبیعت پر اسکا بوجھ ہوگا۔

..... اور اگر حاکم وقت اسی طرح غیر شرعی فیصلے دوبارہ کرے تو اس کے گھر خاموشی سے اکیلے میں چلے جانا اور اسکو دین کے کاموں کو اختیار کرنے کی نصیحت کیا کرنا اور اگر وہ بدعات کے ارتکاب پر مصر ہو تو اس کے ساتھ علمی دلائل کو سامنے رکھتے ہوئے مناظرہ کرنا اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں سے جو دلائل میسر آسکیں اس کے سامنے پیش کرنا اگر وہ آپ کی بات مان لے تو بہت اچھا ورنہ اسکے شر سے اپنی حفاظت کی اللہ ﷻ

سے دعا کیا کرنا۔

فائدہ:

اگر کوئی باختیار اور صاحب مرتبہ شخص بدعات اور معاصی کا ارتکاب کرنے لگے اور اس وقت کے علماء اور اہل علم خاموشی اختیار کر لیں اس سے عوام الناس کی نظروں میں اہل علم کا مقام گر جاتا ہے اور انکی علیت میں شکوک و شبہات پیدا ہونا شروع ہو جاتے ہیں اس لئے تمام اہل علم حضرات کو چاہئے کہ جب بھی وہ کسی شخص سے ایسا غلط کام ہوتا ہو ادیکھیں تو اس سے کسی نہ کسی طریقہ سے اپنی برائت ظاہر کر دیں اور اس بات کا اعلان عام کر دیا کریں کہ اس عمل سے ہم بری ہیں تاکہ عام لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ علماء اور اہل علم حضرات اس حاکم وقت کی بدعات کے مخالف ہیں اس سے آپ کی علمی ثقاہت قائم رہے گیا وراعلائے کلمۃ اللہ کا فریضہ بھی ادا ہو جائے گا۔

اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه

(۱۳) آداب زندگی کے اصول

- ☆ و أذكر الموت ، وأستغفر للأساتذ ومن أخذ عنهم العلم
 - ☆ وداوم على التلاوة او قراءة القرآن -
 - ☆ وأكثر من زيارة القبور و المشائخ و المواضع المباركة -
 - ☆ واقبل من العامة ما يعرضون عليك من رؤياهم في النبي صلى الله عليه وسلم وفي رؤيا الصالحين في المساجد و المنازل و المقابر -
 - ☆ و لا تجالس احداً من اهل الهواء الا على سبيل الدعوة الى الدين
 - ☆ و لا تكثر اللعب و الشتم -
 - ☆ و اذا أذن المؤذن فأهب لدخول المسجد كيلا تتقدم عليك العامة -
 - ☆ و لا تتخذ دارك في جوار السلطان -
 - ☆ و ما رأيت على جارك فاستره عليه فإنه أمانة -
 - ☆ و لا تظهر أسرار الناس -
 - ☆ و من استشارك في شيء فاشر عليه بما تعلم أنه يقربك الى الله تعالى
- واقبل وصيتي هذه فانك تنتفع بها في اولاك و اخراك ان

شاء اللہ تعالیٰ۔

- ☆ وایاک و البخل فأنه یبغض به ویفتضح لیدیه المرء -
- ☆ و لا تک طمّاعا و کذابا و لا صاحب تخلیط بل احفظ مرؤتک فی الامور کلّھا -
- ☆ و ألبس من الثیاب البیض فی الأحوال کلّھا -
- ☆ و أظهر غنا القلب ، مظهرها من نفسک قلة الحرص ، و الرغبة فی الدنيا و اظهر من نفسک الغناء و لا تظهر الفقر وان كنت فقیرا -
- ☆ و کن ذا همّة فان من ضعفتم همته ضعفتم منزلته -
- ☆ و اذا مشیت فی الطریق فلا تلتفت یمینا و شمالا بل داوم النظر الی الارض -
- ☆ و اذا دخلت الحمام فلا تساو الناس فی أجرة الحمام و المجلس ، بل ارجح علی ما تعطى العامة لتظهر مروئتك بینهم فیعظمونک -
- ☆ و لا تسل الامتعة الی الحائک و السائر الصنائع بل اتخذ لنفسک ثقة یفعل ذلك -
- ☆ و لا تماکس بالحبات و الدوانیق -
- ☆ و لا تزن الدراهم بل اعتمد علی غیرک -
- ☆ و حقّر الدنيا المعفّرة عند اهل العلم فان ما عند اللّٰه خیر منها -
- ☆ و ولّ أمورک غیرک لیمكنک الاقبال علی العلم فان ذلك أحفظ

لحاجتك -

☆..... وأياك أن تتكلم المجانين ، ومن لا يعرف المناظرة والحجة من اهل العلم ، والذين يطلبون الجاه و يستغرقون بذكر المسائل فيما بين الناس فانهم يطلبون تخجيلك ولا يباليون منك وان عرفوك على الحق -

☆..... واذا دخلت على قوم كبارٍ فلا ترفع عليهم ما لم يرفعوك كيلا يلحق بك منهم أذية -

☆..... واذا كنت فى قوم فلا تتقدم عليهم فى الصلوة ما لم يقدموك على وجه التعظيم -

☆..... ولا تدخل الحمام وقت الظهر ، والغداة -

☆..... ولا تخرج الى النظارات -

☆..... ولا تحضر مظالم السلاطين الا اذا عرفت أنك اذا قلت شيئا ينزلون على قولك بالحق ، فانهم ان فعلوا ما لا يحل وانت عندهم ربّما لا تملك منعهم ويظن الناس ان ذلك حق لسكوتك فيما بينهم وقت الاقدام عليه -

☆..... وأياك والغضب فى مجلس العلم -

☆..... ولا تقصّ على العامة فان القاصّ لا بدّ له أن يكذب -

..... موت کو کثرت سے یاد رکھا کرو اور اپنے اساتذہ اور جن سے آپ نے علم حاصل کیا ہے انکے لئے دعا اور استغفار کیا کرو۔

..... قرآن کریم کی تلاوت کا ہمیشہ معمول رکھا کرو۔

..... اکثر قبرستان میں جایا کرو اور مشائخ کی خدمت میں حاضری

دیتے رہا کرو اور مبارک مقامات پر بھی وقتاً فوقتاً آتے جاتے رہا کرو۔

..... اور عام لوگوں میں سے کوئی شخص کسی جگہ یا کسی مقبرہ میں یا کسی

مسجد میں آپ کے سامنے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا دعویٰ کرے یا نیک

اور صالح لوگوں کی ملاقات کا دعویٰ کرے تو انکے اس دعوے کو قبول کر لیا کر۔

..... اہل ہوا یا بدعتی لوگوں کی صحبت نہ اختیار کرنا ہاں اگر انکو دین کی

دعوت دینا مقصود ہو تو انکے ساتھ شریک محفل ہو سکتے ہو۔

..... کھیل کود اور گالی گلوچ کی اپنے اندر عادت نہ پیدا کرنا۔

..... اور جب مؤذن آذان دیدے تو مسجد جانے میں جتنی جلدی

ہو سکے اتنا بہتر ہے تاکہ مسجد میں داخل ہونے میں کوئی اور آپ سے پہلے نہ

کر لے۔

..... اپنا گھر کسی حاکم کی ہمسائیگی میں نہ بنانا۔

..... اور اگر کوئی بری بات آپ کو اپنے ہمسائیہ کے بارے میں معلوم

ہو اسکو چھپاؤ۔ کیونکہ وہ آپ کے پاس امانت ہے۔

..... اور پناہ لوگوں کے سامنے ظاہر نہ کیا کرو۔

..... اور اگر کوئی شخص آپ سے کسی بات میں مشورہ مانگیں تو انکو

ایسا مشورہ دیا کرو جو اللہ ﷻ کے قرب کا ذریعہ بن سکتا ہو۔

اور میری اس وصیت کو ہر دم پیش نظر رکھنا تم اپنی گذشتہ اور آئندہ تمام زندگی

میں اس سے فائدہ حاصل کرو گے۔

..... اور بخل اور کنجوسی سے بچا کرو کیونکہ بخیلی کی وجہ سے آدمی دنیا میں

ذلیل اور رسوا ہو جاتا ہے۔

..... اور زندگی میں لالچی اور جھوٹا نہ بنا اور نہ ذومعنی باتیں کرنے

والا بننا بلکہ اپنے تمام کاموں میں صاحب مروّت بننا۔

..... ہر حال میں سفید لباس پہننے کی عادت بنانا۔

..... اور ہمیشہ استغناء قلبی کی عادت رکھنا، اور لوگوں کے سامنے اپنے

آپکو حریص یا دنیا کی رغبت نہ ظاہر کرنا۔ بلکہ اپنے دل کا غناء لوگوں کے

سامنے ظاہر کرنا اور باوجود اپنے فقر اور غربت کے اپنی فقیری اور غربی کو

ظاہر نہ کرنا۔

..... اور عام زندگی میں بلند ہمت بن کر رہنا، اس لئے کہ بلند ہمتی والا

اونچی عزت والا ہوتا ہے اور کمزور ہمت والا کم قدر و منزلت کا مالک ہوا کرتا

ہے۔

..... اور جب کسی راستے میں چل رہے ہو تو دائیں اور بائیں نہ دیکھا

کر و بلکہ اپنی نظر زمین پر جمائے رکھا کرو۔

..... اور جب آپ حمام میں جایا کریں تو حمام والے کو عام لوگوں کے برابر اجرت نہ دیا کرنا۔ اور نہ عام لوگوں کی مجلس میں بیٹھا کر بلکہ اسکو عام لوگوں سے زیادہ اجرت دیا کرتا کہ تیری مرؤت اور برتری ظاہر ہو اور اس سے تیری عظمت اور زیادہ بڑھ جائے گی۔

..... اپنا ساز و سامان حجام یا کسی بھی پیشہ ور کے سپرد نہ کرنا بلکہ اپنے کسی با اعتماد کو اپنے ساتھ رکھنا وہ ان کاموں کی نگاہ داشت کر لیا کرے گا۔
..... اور کسی شخص سے ایک دانے یا ایک پیسے کے برابر بھی ٹیکس نہ لینا یا اور نہ کسی پر ظلم کرنا۔

..... کسی سے لین دین کے دوران دراہم کا وزن بذات خود نہ کیا کر بلکہ کسی دوسرے پر اعتماد کر لیا کرنا۔

..... دنیا کو اہل علم کی نظروں میں بے قدر و قیمت ہونا چاہئے کیونکہ اللہ ﷻ نے انکے لئے جو اپنے پاس بدلہ رکھا ہے وہ بہت بہتر ہے۔

..... اپنی دنیاوی کاموں کا ذمے دار کسی اور کو بنا دینا تاکہ تو مکمل طرح سے علم کی طرف متوجہ ہو سکے اور یہ تیری حاجات کی تکمیل کے لئے بہترین راستہ ہے۔

..... مجنون اور دیوانے لوگوں سے باتیں کرنے سے پرہیز کرنا، اور ایسے لوگوں سے بھی بچنا جو مناظرہ کے اصول و ضوابط اور دلائل کے طریقہ

کا رتک نہ جانتے ہوں، اور وہ لوگ جو دنیاوی عزت کے طلب گار ہوتے ہیں اور وہ لوگوں کے عام مسائل کا تذکرہ کرتے ہیں تاکہ آپ کو اگر معلوم نہ ہوں تو وہ آپ کو شرمندہ کر سکیں وہ اس بات کو جانتے ہوئے بھی کہ آپ راہ حق پر ہیں اسکی پرواہ نہیں کرتے بلکہ اپنی بے تکی راگنی الاپنے میں فخر محسوس کرتے رہیں گے۔

..... اور جب آپ کسی ایسی قوم کے مہمان بنو تو اس وقت تک ان سے بلند مقام اختیار نہ کرنا جب تک وہ خود آپ کو بلند جگہ پر نہ بٹھائیں تاکہ انکی طرف سے آپ کو کوئی اذیت اور تکلیف نہ پہنچے۔

..... اور جب آپ کسی قوم کے پاس جا کر مہمان بنو تو جب تک وہ لوگ خود آپ کی تعظیم کرتے ہوئے آپ کو نماز کی امامت کے لئے آگے نہ کریں آپ بذات خود آگے نہ ہونا۔

..... صبح کو پہلے پہراور بعد از دو پہراں اوقات کے علاوہ حمام میں نہانے کے لئے نہ جانا۔

..... عام لوگوں کی سیر و سیاحت کے مقامات پر نہ جانا۔

..... حاکم وقت کے مظالم میں کبھی حاضر نہ ہونا تا وقتیکہ آپ کو یقین ہو کہ جو حق کی بات آپ کہیں گے یہ لوگ اس کے مطابق عمل بھی کریں گے، ورنہ وہ اگر کوئی ناجائز کام کرنا چاہیں گے اور آپ بھی وہاں موجود ہونگے تو لوگ آپ کو بھی اس کا شریک کار جانیں گے،

اور بعض اوقات اگر آپ وہاں موجود ہونے کی صورت میں کسی کام سے منع کرنا بھی چاہو تو منع نہ کر سکو گے اور اس کی وجہ سے لوگ یہ سوچیں گے کہ تم اس کے اس عمل میں شریک اور درست سمجھ رہے ہو۔

..... علمی ار علماء کی مجالس میں کبھی بھی غصہ اختیار نہ کیا کرنا۔

..... عام لوگوں کے سامنے وعظ گوئی نہ کرنا کیونکہ اس کو جب تک جھوٹ سے آمیزہ نہ کیا جائے اس وقت تک ان لوگوں پر اس کا اثر نہیں ہوتا اور جھوٹ بولنا عالم کی شان کے خلاف ہوتا ہے۔

(۱۴) علمی مجالس کے اصول

☆..... اذا أردتَ اتخاذَ مجلسٍ لأحدٍ من أهلِ العلمِ فان كان مجلسُ
فقهٍ فأحضرْ بنفسك وأذكر فيه ما تعلمه كيلا يتغيّر الناس بحضورك
فيظنون أنّهم على صفة من العلم وليس هو على تلك الصفة ، وان كان
يصلح للفتوى فأذكر منه ذلك والآ فلا -

☆..... ولا تقعد ليُدرس الأخر بين يديك بل أترك عند من أصحابك
ليخبرك بكيفية كلامه وكمية علمه -

☆..... ولا تحضر مجالس الذكر ، أو من يتخذ مجلس وعظ بتجاهك
وتزكيتك له ، بل وجه اهل محلّتك وعامّتك الذين تعتمد عليهم مع
واحدٍ من أصحابك -

☆..... وفوّض أمر المناكح الى خطيب ناحيتك وكذا صلاة الجنّازة و
العيدين -

☆..... ولا تنسى من صالح دعائك -

☆..... وأقبل هذه الموعظة منّي وأنما أُوصيك لمصلحتك ومصلحة
المُسلمين -

.....

..... اگر کسی عالم کے لئے کوئی علمی مجلس منعقد کرنے کا ارادہ ہو تو اگر وہ علم فقہ کی مجلس ہے اس میں خود شریک ہوا کرنا، اور ان مسائل کے بارے میں جو تم جانتے ہو اس کو ضرور بیان کرنا، تاکہ لوگ آپ کے بارے میں یہ نہ سوچنا شروع کر دیں کہ ہم شریک محفل جس مقام پر فائز ہیں آپ اس مقام پر فائز نہیں ہو۔

اور اگر وہ مجلس فتویٰ ہو تو اس میں فتویٰ کے بارے میں جو معلومات آپ کے پاس ہیں وہ بیان کر دیا کرنا ورنہ خاموش رہا کرنا۔

..... اور کسی جگہ کوئی دوسرا شخص درس دے رہا ہو تو اسکی مجلس میں نہ بیٹھنا بلکہ اس کو آزادی کے ساتھ اپنا کام کرنے دینا اور اپنے تلامذہ کے ذمے لگا دینا کہ اس کے اسباق کی کیفیت اور علم کی کمیت اور انداز کلام سے آپ کو آگاہ کرتے رہا کریں۔

..... کسی ایسے شخص کی مجلس ذکر یا مجلس وعظ میں شامل نہ ہونا جو آپ کے نام اور شہرت اور پاکبازی کی وجہ سے اپنی مجلس کو آباد کرنا چاہتا ہو بلکہ صرف اپنے اہل محلہ کو اس میں جانے دیا کرو اور عام لوگوں کو بھی اس میں شامل ہونے دیا کرو اور ایک اپنا بااعتماد ساتھی بھی ان کی مجلس میں بھیج دیا کرنا تاکہ وہ آپ کو حقیقت حال سے باخبر کر دے۔

..... نکاح کے معاملات، اور اسی طرح نماز جنازہ، اور عیدین کے سارے معاملات، کو اپنے محلے کے خطیب کے سپرد ہی رہنے دینا اور ان میں

سے اپنے ذمے کوئی کام نہ لینا۔

..... اور اپنی نیک اور صالح دعاؤں میں یاد رکھنا۔

..... میری اس نصیحت کو قبول کرنا کیونکہ میں یہ آپ کے اور عام

مسلمانوں کے مصالح اور بہتری کے لئے آپ کو وصیت کر رہا ہوں۔

.....

فائدہ:

الحمد للہ رب العالمین یہ رسالہ پایہ تکمیل کو پہنچا اور اس کی تکمیل میں جو

اہم ترین وجوہات تھیں ان میں سے

ایک تو: میرے درجہ تخصص کے طلباء اور طالبات تھے اس لئے کہ

جب دوران تعلیم انکو اس کا باقاعدہ درس دیا گیا اور اس کے ساتھ بعض نفع

مند باتیں طلباء کے سامنے عرض کی گئیں تو سب کا مطالبہ تھا کہ انکو تحریر میں لانا

چاہئے لیکن ان میں بعض طلباء اور طالبات تو تادم تحریر ہذا بار بار پوچھتے رہے

بلکہ ایک طالبہ کا تو فون ایسے وقت میں بھی آیا جب میں درجہ ذیل کے کلمات

تحریر کر رہا تھا

دوم یہ کہ: اپنے اسلاف کی سنت کو قائم کر سکوں جیسے وہ نصیحت کا بازار گرم

رکھا کرتے تھے میں اگرچہ اس مقام پر تو نہیں لیکن انکی باتیں نقل کرنے کا اہل

تو ہوں۔ اور تاکہ سنت نبویہ کے ساتھ ساتھ حضرت امام اعظم کی اتباع

کرنے والوں میں سے بن سکوں اس لئے کہ

أَحِبُّ الصَّالِحِينَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ

لَعَلَّ اللَّهَ يَرْزُقُنِي فَالاحاً

سوم یہ کہ: میرے پیش نظر میرے تلامذہ متعلقین متوسلین مریدین اصحاب خیر حضرات جو مجھ سے ملاقات پر ہمیشہ یہ مطالبہ کرتے رہتے ہیں کہ میں انہیں کوئی نصیحت کروں جبکہ میں اپنی کم مائیگی عدم تربیتی، بے علمی، کی وجہ سے میرے پاس کچھ ہوتا نہیں تھا جو میں انکو کہہ سکتا۔

اب الحمد للہ یہ رسالہ انکے مطالبے میں ایک علمی دستاویز ہے اور اسکی سب سے بڑے خوبی یہ ہے کہ یہ اللہ ﷻ کی ایک مقبول بندے کے دوسرے مقبول بندے کو کہے ہوئے کلمات ہیں اور بجز اللہ نفس و شیطان کے شر اور آمیزش سے یقیناً محفوظ ہیں

چہارم یہ کہ: میرے پاس آخرت میں کوئی عمل اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے کے قابل نہیں تو ایسے وقت میں میں ان کلمات خیر اور اس خدمت عظیمہ کو بارگاہ ربوبیت میں پیش کر کے امیدوار مغفرت ہوسکوں گا۔

وَمَا أُبْرَأُ نَفْسِي أَنْ النَّفْسَ لَا مَارَةَ بِشَوْءِ الْأَمَارِحِمِ رَبِّي

﴿☆☆☆☆﴾



وصیتِ امام

بنام

فوح بن مریم

احوال امام نوح بن مریم رحمہ اللہ

امام نوح بن مریم ابو عصمہ اہل مرو میں سے تھے اور آپ کا لقب الجامع کے نام سے معروف تھا اور اس لقب کی وجہ تسمیہ اور زیادہ مشہور ہونے کی وجہ یہ تھی کہ آپ ایک وقت میں چار مجالس کی صدارت کیا کرتے تھے۔

ایک مجلس: علم مناظرہ کی ہوا کرتی تھی۔

دوسری مجلس: تدریس علم فقہ کی ہوا کرتی تھی

تیسری مجلس: علم احادیث نبویہ کے مذاکرہ اور انکے معانی اور علم مغازی کے بارے میں ہوا کرتی تھی

اور چوتھی مجلس: علم معانی قرآن، علم ادب اور علم نحو کی ہوا کرتی تھی۔ اور یہ ساری مجالس جمعہ کے دن ہی منعقد ہوا کرتی تھیں۔

اور بعض اوقات انکی مجالس میں اور بھی اضافہ ہو جایا کرتا تھا:

اور ان میں ایک مجلس: علم آثار کی ہوتی تھی۔

اور ایک مجلس: اقوال امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہوا کرتی تھی

اور ایک مجلس: اشعار کے بارے میں منعقد ہوتی۔

امام اعظم نے آپ کی عادات مبارکہ کو دیکھتے ہوئے ارشاد فرمایا:

یا نوح اراک طلا بلا بابوا القضاء و اراک حریصا علیہ ، و اِنَّه یعجبنی

ظرفك وفهمك فلا تفسدن ذلك عليك -

اے نوح میں تیرا محکمہ قضاء میں شامل ہونے کی رغبت اور حرص کو شروع سے محسوس کر رہا تھا، اور تیرا مزاج اور فکر بھی میں نے اس کے بالکل موافق پایا تھا اور مجھے تیری سوچ اور کردار نے بدگمان نہیں کیا۔
امام کی المناقب میں ارشاد فرماتے ہیں:

قال : واستقضى نوحا على بغداد فانكر بصره فكان يقضى بعد
ذهاب بصره ثلاث سنين لا يعرف احد انه ذهب بصره من ظرفه
واحتياله فكان اصله من بخارا وقيل كان من الكوفة فنزل بخارا -

امام نوح بن مریم کو بغداد کا قاضی مقرر کیا گیا اور انکی آنکھیں چلی گئیں اور اس بات کا کسی کو پتہ بھی نہ چلا، اور آپ کی آنکھیں چلی جانے کے بعد بھی تین برس تک آپ عہدہ قضاء پر فائز رہے تھے اور اپنی احتیاط طبع صائب الرائے ہونے کی وجہ سے صحیح فیصلے فرماتے رہے تھے۔ اور آپ اصل میں بخارا سے تھے اور بعض کی رائے یہ بھی ہے کہ آپ کوفہ سے تھے اور بخارا میں جا کر مقیم ہو گئے تھے۔ آپ اپنے وقت کے ائمہ کبار میں شمار ہوتے تھے۔

وصیت امام



نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

(۱): قال نوح بن ابی مریم کنت اسئل ابا حنیفة رحمہ اللہ عن معانی الاحادیث والاخبار ، فکان یفسرها ، ویعبرها ، ویبینها -
 وکنت اسئلہ ایضا عن المسائل الغامضة ، وعامۃ ما کنت اسألہ عن مسائل القضاء والاحکام -

حضرت نوح بن مریم فرماتے ہیں: کہ میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ سے احادیث کے معانی دریافت کیا کرتا تھا؟ جبکہ آپ انکی مکمل وضاحت اور انکی مراد اور پوری تفصیل میرے سامنے بیان فرمادیا کرتے تھے۔ اور میں آپ سے دین کے باریک مسائل بھی پوچھا کرتا تھا اور عموماً میرے سوالات کا موضوع مسائل قضاء اور احکام ہوا کرتے تھے۔

(۲): فقال لی یوما:

یا نوح! أراك تدق باب القضاء -

قال: فلما رجعت الی مرو لم البث الا قليلا حتی ابتليت بالقضاء
وابوحنيفة رحمه الله باق -

قال: فكتبْتُ الیه كتباً أعلمه ذلك واعتذر الیه -

ایک دن امام اعظم نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اے نوح! لگتا ہے تو ضرور قضائت کا دروازہ کھٹکھٹائے گا۔ اس کے کچھ عرصہ
بعد جب میں نے اپنی تعلیم مکمل کر لی اور مجھے واپس اپنے علاقے مرو میں
چلے جانا تھا۔

میرے مرو میں واپس آنے کے تھوڑا ہی عرصہ بعد مجھے قضائت کی
ذمہ داری سے پالا پڑ گیا اور اس وقت تک حضرت امام ابوحنیفہؒ زندہ تھے میں
نے انکو اس بات کی آگاہی کے لئے خط بھی لکھا۔ اور انکی میرے قضائت کی
ذمہ داری کے سر پڑنے کے بارے میں وقت سے پہلے کبھی گئی بات کی نا قدر
شناسی پر ان سے معذرت بھی کی۔

(۳): فكتب الى :

من لى سمنفة اللى لى حصمة

اما بعد فقد ورد على كتابك ووقف على جميع ما فيه -

وقلدت امانة عظيمة يعجز عنها الكبار من الناس - وانت
كالغريق ، فاطلب لنفسك مخرجاً - وعليك بتقوى الله فانه ملاك وقوام
الامور - والاخلاص فى المعاد - والنجاة من الكل بليّة ، وبه تدرك
احسن العوقب قرن ، والله بخير عواقب امورنا ووقفنا لمرضاته انه سميع
قريب -

امام اعظم نے اس کے جواب میں مجھے تحریر فرمایا:

از ابوحنیفہ برائے ابوعمصہ

بعد از حمد و صلوة: مجھے آپ کا خط ملا ہے اور جو حالات آپ نے اس میں بیان
کئے ہیں مجھے ان سے آگاہی ہوئی۔

اصل بات یہ ہے کہ آپ کے گلے میں ایک بہت بھاری امانت ڈال
دی گئی ہے جس کے حقوق کی ادائیگی بڑے بڑے لوگوں کے لئے مشکل
ہو جاتی ہے۔

اور اس وقت تمہارا حال ایک ڈوبنے والے شخص کی مانند ہے۔ لہذا تم پر لازم
ہے کہ اس ڈوبنے سے بچاؤ کا کوئی راستہ تلاش کرو۔ اس سلسلے میں چند باتیں

تمہارے لئے لکھی جاتیں ہیں:

اس وقت اللہ جل جلالہ کا تقویٰ اور خوف تم پر لازم ہے کیونکہ یہ بات انسان کے تمام کاموں کو سیدھا رکھتی ہے۔

اور آخرت کے حساب و کتاب کی فکر کو پیش نظر رکھو اور تقویٰ اس سے بھی چھٹکارے کا ذریعہ ہے۔

اور اس سے ہر مصیبت سے نجات حاصل کی جاسکتی ہے اور اسی کے ذریعے ہر کام کا اچھا انجام حاصل کیا جاسکتا ہے اور اللہ جل جلالہ ہمارے ہر کام میں خیر کو شامل فرمائے اور اپنی مرضیات کو ہمارے شامل احوال فرمائے بے شک وہی ہر مضطر کی دعا سننے والا اور ہر مجبور کے قریب ہے۔

فائدہ:

تقویٰ اصل میں توام الامور ہے آخرت میں اعمال کا وزن ہے اور دنیا میں ریاکاری اور تمام روحانی بیماریوں سے بچاؤ کا سامان ہے اور جتنے زیادہ اعمال ہوں اور ان کے ساتھ تقویٰ نہ ہو تو وہ اعمال بے کار ہیں اس لئے تقویٰ کی اہمیت کے پیش نظر امام اعظم نے بھی ابتدا میں تقویٰ کی نصیحت کی ہے اور ہمیں بھی اپنی زندگی کے ہر موڑ پر تقویٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنا چاہئے۔

(۴):

واعلم! ان ابواب القضاء لا یدرکہ الا العالم النحریر الذی وقف علی اصول العلم الکتاب ، والسنة ، و أقاویل الصحابة وکان له بصراً و رأی ، و نفاذ ، فاذا اشکل علیک شیء من ذلك فارحل الی الکتاب ، والسنة ، والاجماع - فان وجدت ذلك ظاهراً فاعمل به ، وان لم تجده ظاهراً فرده الی النظائر ، واستشهد علیه الاصول ، ثم اعمل بما کان الی الاصول اقرب ، وبه اشبه - وشاور اهل المعرفة ، والبصر ، فان کان فیهم ان شاء الله من یدرک ما لا تدرکہ انت -

اور جان لو !

شعبہ قضاء کے مسائل ایسے دقیق ہوتے ہیں جنکی حقیقت تک رسائی ماہر عالم ہی کر سکتا ہے جسکی کتاب اللہ اور سنت رسول اور اقوال صحابہ پر گہری نظر بھی ہو اور وہ صاحب رائے بھی ہو اور صاحب اختیار بھی ہو -

اور پیش آمدہ مسائل میں سے جب بھی کوئی مشکل مسئلہ درپیش ہو تو اسکا حل تلاش کرنے کے لئے سب سے پہلے کتاب اللہ میں سے تلاش کرنا اور اس کے بعد سنت رسول ﷺ سے اور اس کے بعد اجماع اصحاب نبی ﷺ سے فیصلہ معلوم کر لیا کرو، ان میں سے اگر کسی مسئلہ کا حل کسی ظاہری عبارت سے معلوم ہو جائے تو اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے - اور اگر کسی

مسئلے کا حل ظاہری عبارت میں نہ ملے تو اس کا حل معلوم کرنے کے لئے اصول مذکور میں سے نظائر یا استشہاد کے پیش نظر فیصلہ کیا جائے اور جو بات اصول کے زیادہ قریب ہو اسکے مطابق عمل کیا جائے یا پھر جو بات اصول کے زیادہ مشابہ ہو۔ بصورت دیگر مسائل کو گہرائی سے جاننے والے صاحب نظر لوگوں سے مشورہ بھی کیا کرو اور ان لوگوں سے جو اس شعبے کو بہتر انداز میں جانتا ہو جن مسائل سے آپ آگاہ نہیں ہو۔

فائدہ:

اس پیرا گراف سے آسانی کے ساتھ یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ امام اعظم کے نزدیک استنباط اور استدلال مسائل کے لئے کیا طریقہ کار ہونا چاہئے اور اس سے ہمارا موقف بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ کسی بھی قسم کا کوئی بھی مسئلہ پیش آجائے تو سب سے پہلے کتاب اللہ اور اس کے بعد سنت رسول ﷺ اور اس کے بعد اقوال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اس کے بعد کا مقام ہے اجماع امت کا مقام آتا ہے۔ یہ بات اگر دھیان سے سمجھ لی جائے تو کسی بھی فکری پریشانی کا سدباب آسانی کے ساتھ ہو سکتا ہے۔

(۵):

فاذا جلس اليك الخصمان للحكومة قسو بين الضعيف والقوى ،
والشريف والوضيع فى المجلس ، والاقبال والكلام ، ولا تظهرن من
نفسك شيئا يطمع فيه الشريف لشرفه ، ويياس الوضيع لضعته۔

جب فیصلہ کے لئے آپ کے پاس کوئی مدعی اور مدعا الیہ آئیں تو سب
سے پہلے اس بات کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو کہ ان میں طاقت و رکون
ہے؟ اور کمزور کون ہے؟ اور ان میں حقیقی معنوں میں شریف کون ہے
؟ اور مجلس میں بہر و پیہ پن کون اختیار کرتا ہے؟

اور ان کے بیٹھنے کی جگہ اور ان سے انداز تخاطب میں ان کے ساتھ
برابری کیا کرنا۔ اور ان کے درمیان اپنی طرف سے کوئی ایسی بات کون ظاہر نہ
کرنا جس سے شریف آدمی اپنی شرافت کی وجہ سے آپ سے طمع کرنے لگے
اور برے اخلاق والا اپنے اخلاق رذیلہ کی وجہ سے مایوسی اختیار کرنے لگے

.....

اس قول سے اس بات کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ عدالت میں
جب کسی ملزم کی پیشی ہو تو قاضی یا جج کس قدر آزمائش میں ہوگا کیونکہ یہ بھی
ہوسکتا ہے کہ ان میں سے کوئی ایسا بھی ہو جس سے اس کی شناخت ہو۔

(۶):

وإذا جلس الخصمان بين يديك فدعهما حتى يستمكنا من الجلوس ، ويذهب عنهما خجل الجلوس والروع -

ثم كلمهما برفق - وافهمهما كلامك واستوقف كلام كل واحد منهما ولا تعجلهما ودعهما حتى يفرغا من جميع ما يريدان الا ان يأخذا في فضل فتمنعهما عن ذلك وتبين لهما ذلك -

اور جب دونوں کلائنٹ (مدعی اور مدعی علیہ) آپ کے پاس آ کر بیٹھ جائیں تو کچھ دیر انکوان کے حال پر چھوڑ دو تا کہ اور سکون سے بیٹھ جائیں اور انکی خفت و شرمندگی اور پریشانی ختم ہو جائے۔

اس کے بعد ان کے ساتھ نرم انداز میں بات کا آغاز کرنا اور اس کے بعد انکو اصل بات سے آگاہ کرنا اور عدالت میں بلائے جانے کی وجہ بتانا اور انکی پوری بات تفصیل کے ساتھ سننا اور انکے فیصلہ میں جلد بازی نہ کرنا اور ان کو آزادانہ انداز میں بات کرنے دینا تا کہ وہ اپنا سارا مافی الضمیر آپ کے سامنے رکھ دیں۔ ہاں اگر ان میں سے کوئی شخص فضولیات میں جانے لگے تو اس کو ان سے روک دیا جائے اور حقیقت حال کے جاننے کی طرف اس کو متوجہ کیا جائے گا۔

(۷):

ولا تقض عند الضجر والغضب والحزن - ولا تقض حاقنا ولا
خائفنا ولا جائعا - ولا اذا انت مشغولا القلب - ولا تقض الا وانت فارغ
القلب - ولا تعجل لفصل القضاء بين القربات -
وارددهم مجالس لعلهم يصطلحون - فان كان ، والا قضيت
بينهم -

تنگ دلی کے وقت، غصے کے وقت اور غم کے وقت لوگوں کے مسائل
کا فیصلہ نہ کیا کرنا۔ اور اپنی قضائے حاجت کو روک کر، یا بھوکے ہونے کی
حالت میں، یا اس وقت میں جبکہ تمہارا دل کسی اور کام میں مشغول ہو کسی کے
معاملے کا فیصلہ نہ کیا کرنا۔ اور جب بھی کوئی فیصلہ کرنا ہو تو فارغ دلی سے
فیصلہ کیا کرنا۔ اور قرابت داروں کے آپس کے فیصلوں میں جلدی نہ کیا
کرنا۔

اور چند ایک مجالس میں انکو بلا لیا کرنا تاکہ انکی آپس کی صلح کا کوئی
راستہ نکل آئے اگر ایسا ہو جائے تو بہت اچھا ورنہ انکے درمیان تنازع
کا فیصلہ صادر کر دیا کرنا۔

(۸):

ولا تقض على احد حتى يتبين لك الوجوه التي الزمه ذلك ولا
تلقن الشاهد، ولا تشر في مجالسك - ولا تؤم الى احد -
لا تكن الى قرابتك شيئاً من الامور - ولا تجيب احداً في دعوة
فيلزمك التهمة -

اور کسی فریق کا اس وقت تک فیصلہ نہ کرنا جب تک ان پر وہ تمام وجوہ
واضح نہ ہو جائیں جنکی وجہ سے ان کے قضیہ کے بارے میں یہ فیصلہ کیا جا رہا
ہے۔ گواہ کو کوئی بات اپنی طرف سے تلقین نہ کرنا اور اپنی مجلس میں بیٹھے
ہونے کے دوران کسی فریق کو کوئی اشارہ نہ کرنا جس سے آپ کی شخصیت
متنازع بننے کا اندیشہ ہو۔

اور اپنے قضائے کے معاملات میں سے کوئی بھی معاملہ اپنے قرابت
داروں میں سے کسی کے سپرد نہ کرنا۔

اگر کوئی شخص تجھے قاضی ہونے کے دوران کوئی دعوت دے تو اسکو
قبول نہ کرنا ورنہ وہ دعوت تیرے لئے مورد طعن و تہمت بن جائے گی۔

جب تک کسی فریق کے سامنے وہ ساری باتیں واضح نہ کر دی جائیں جن کی بنا پر اس کے
خلاف یا اسکے حق میں فیصلہ ہوتا ہے عدل کے تقاضے پورے نہیں ہو سکتے اس لئے کہ
ایک لہذا تنازع چلتا رہے گا جیسا کہ آجکل کے عدالتی نظام میں اکثر دیکھنے میں آتا ہے

(۹):

ولانتحدث فی مجلس القضاء - وآثر تقوی اللہ تعالی علی
 ماسواہ - فیکفیک اللہ تعالی امور دنیاک وآخرتک - ویرزقک السلامة -
 ورزقنا اللہ وایاک حیاة طیبة ومنقلبا کریما
 مجلس قضائت میں بیٹھے ہوئے لوگوں سے بات چیت نہ کرنا، اللہ ﷻ
 سے تقوی اختیار کرنے کو ہر چیز پر ترجیح دینا۔ یہ بات تمہاری دنیا اور آخرت
 کے تمام کاموں میں کفایت کر دے گی اللہ ﷻ تمہیں سلامتی عطا فرمائے۔
 اور ہمیں اور آپکو اللہ ﷻ حیاة طیبة نصیب فرمائے اور آخرت میں بہترین
 بدلہ نصیب فرمائے۔

وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ سیرنا محمد

والہ واصحابہ اجمعین





حنفی مذہب کے بنیادی اصول

منقول از

اخبار ابی حنیفہ لصریری

اور

الاتقاء از ابن عبدالبر

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم (امام بعد

امام اعظم کے اصول عقائد و اجتہاد کے بنیادی اصول جنکو علامہ صمیری نے اپنی کتاب اخبار ابی حنیفہ و اصحابہ میں اور علامہ ابن عبدالبر نے اپنی کتاب الانقاء کے باب جامع فی فضائل ابی حنیفہ و اخبارہ میں نقل کیا ہے اور اسکوعام قارئین کے فائدہ کے لئے یہاں نقل کر رہے ہیں۔

اور رب ذوالجلال سے اس بات کے امیدوار ہیں کہ جب لوگ اسلاف کے راستے کو چھوڑ کر مذہبی بے راہ و روی کے ڈگر پر چلنا خوشی باعث سمجھتے ہیں اس پر ازفتن دور میں مندرجہ ذیل میں لکھی گئی چند باتیں راہنمائی کے لئے امید کی کرن بن سکتی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کسی شخص پر بھی تنقید کرنا بہت آسان ہے لیکن کسی بھی شخص کے اصول و ضوابط کو سمجھ کر اس پر تنقید کرنا اور اس کے متبادل اصول پیش کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے ورنہ آج حضرت امام اعظم پر تنقید کرنے والوں کی کمی نہیں بلکہ آج ہر شخص جو بڑا بننے کی فکر میں ہے وہ کوشش کرتا ہے کہ کسی بڑے سے بڑے پر تنقید کرے اور امت میں بہت بڑا شخص بن جائے اللہ ﷻ اس قسم کی حرکات اور عادات سے ہماری حفاظت فرمائے

(۱) : قال العلاء بن عصیم:

قلْتُ لو كعب بن الجراح : لقد اجترأت حين قلتُ : الايمان يزيد
وينقص ولقد اجترأ ابوحنيفة حين قال : الايمان قول بلا عمل ، يريد ان
العمل لا يسمى ايمانا ، وانما يسمى عند التصديق ايمانا

میں نے امام وکیع سے کہا آپکی بڑی جرأت ہے جو آپ کہتے ہیں کہ
ایمان میں کمی اور زیادتی ہو جاتی ہے۔ اور امام ابوحنیفہ نے بھی بڑی جرأت
کی جو انہوں نے کہا ایمان زبان سے کہنے کا نام ہے عمل کو اس میں شامل نہیں
کیا جائے گا۔ انکے کہنے کی وجہ تو سمجھ میں آتی ہے لیکن آپکے کہنے کی وجہ سمجھ
میں نہیں آتی۔ اور وہ یہ کہ انکے نزدیک عمل کو کسی نے ایمان نہیں کہا لہذا اسکو
ایمان جزو قرار دینا بھی درست نہیں ہے۔ البتہ دل کی تصدیق زبان سے
اقرار کا لازمی جزو ہے اس لئے اسکو ایمان میں شامل کیا جاتا ہے۔

.....
اس مسئلے میں دو اختلاف ہیں

پہلا: ایمان کم اور زیادہ ہوتا ہے یا نہیں اس میں امام اعظم کی رائے ایمان
کے کم یا زیادہ نہ ہونے کی ہے، اور یہی بات حق اور قرین قیاس بھی ہے۔
دوسرا: اعمال ایمان کا جز ہیں یا نہیں؟ امام اعظم اعمال کو ایمان کا جز نہیں
مانتے۔

(۲) : عن ابی عبد اللہ محمد بن شجاع

قال سمعت اسماعیل بن حماد بن ابی سلیمان فی حلقة ابی حنیفة بالكوفة یقول : قال ابوحنیفة هذا الذی نحن فیہ رأی ، لا نجبر احداً علیه ولا نقول یجب علی احد قبوله بکراهة ، فمن كانت عنده شیء أحسن منه فلیأت به۔

اسماعیل بن حماد نے امام ابوحنیفہؒ سے انکے حلقہٴ درس میں سنا کہ اس معاملہ میں ہماری اپنی رائے ہے اور اس کے اختیار کرنے پر ہم کسی کو مجبور نہیں کرتے اور نہ ہم کسی سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ بلاسوچے سمجھے ہماری بات مانے۔ ہاں اگر اس سے بہتر کوئی بات ہو تو سامنے لائے تاکہ ہم اس کا بھی اندازہ کیا جاسکے

فائدہ:

امام اعظم کا جواب دینے کا کس قدر حسین انداز ہے۔ سبحان اللہ! کاش آج ہم اسکو اختیار کر کے بہت سارے مسائل سے جان چھڑا سکتے ہیں بلکہ جب بھی ہمارے احناف کے طریقہ کار سے کسی کو اختلاف ہو تو اس اختلافی رائے اور ہماری رائے کو سامنے پیش کرے خالی تنقید باندھنا جو آج کل عام لوگوں کا وطیرہ بن چکا ہے اس کا کوئی فائدہ نہیں اور نہ اس کی بات کی کوئی اہمیت باقی رہ جاتی ہے۔

(۳) : عن يحيى بن ضريس

يقول شهدت سفیان الثوری وأتاه رجل فقال له ما تنقم على أبي

حنيفة؟ قال له ، وما له ؟

قال سمعته يقول : آخذ بكتاب الله فما لم اجد فبسنة رسول الله ﷺ
فما لم اجد فبى كتاب الله ولا فى سنة رسول الله ﷺ اخذت بقول
اصحابه آخذ بقول من شئت منهم وأدع من شئت منهم ولا أخرج من
قولهم الى قول غيرهم

یحیی بن ضریسؒ فرماتے ہیں کہ میں سفیان ثوریؒ کے پاس تھا کہ انکے
پاس ایک آدمی آیا اور ان سے کہنے لگا کہ آپ ابوحنیفہؒ پر تنقید کیوں کرتے ہو
؟ انہوں نے کہا یہ کیا بات کہہ رہے ہو؟

آپ نے فرمایا: امام صاحب فرماتے ہیں میں اپنے معاملات میں
سب سے پہلے کتاب اللہ سے جواب تلاش کرتا ہوں اور جو بات وہاں سے
نہ ملے تو سنت رسول اللہ ﷺ سے لیتا ہوں اور جب کوئی بات کتاب اللہ اور
سنت رسول اللہ ﷺ میں سے نہ ملے تو اقوال صحابہ میں اس انداز سے نقل
کرتا ہوں کہ جو ان میں عمل کے لئے زیادہ موزوں ہو اسکو اختیار کرتا ہوں
اور جو موزوں نہ ہو اس کو ترک کر دیتا ہوں۔

(۴): عن يحيى بن زكريا

قال شهدت سفیان الثوری و اتاه رجل له مقدار في العلم والعبادة

فقال له يا ابا عبد الله ما تنقم على ابي حنيفة؟ قال وماله؟

قال سمعته يقول قولاً فيه انصاف وحجة واني آخذ بكتاب الله

اذا وجدته فمالم اجد فيه أخذت بسنة رسول الله ﷺ والاثار الصحاح

عنه التي فشت في أيدي الثقات عن الثقات فاذا لم اجد في كتاب الله

ولا سنة رسول الله اخذت بقول اصحابه من شئت وادع قول من شئت

ثم لا اخرج عن قولهم الى قول غيرهم فاذا انتهى الامر الى ابراهيم و

الشعبي والحسن وعطاء وابن سيرين وسعيد بن المسيب وعدد رجالا

فقوموا قد اجتهدوا فلي ان اجتهد كما اجتهدوا قال: فسكت سفیان

طويلاً ثم قال كلمات برأيه ما بقى في المجلس احد الاكتبها

یحیی بن زکریا فرماتے ہیں میں سفیان ثوریؒ کے پاس تھا کہ انکے

پاس ایک ایسا آدمی آیا جو علم و عبادت کرنے والا لگتا تھا۔ اور ان سے کہنے لگا

کہ آپ ابوحنیفہؒ پر تنقید کیوں کرتے ہو؟ انہوں نے کہا یہ کیا بات کہہ رہے

ہو؟

آپ نے فرمایا:

میں نے امام صاحبؒ کو ایسی بات فرماتے ہوئے سنا جس میں

انصاف اور حجت ہے اور وہ یہ ہے کہ جب مجھے اپنے دینی معاملات میں کو

مشکل درپیش ہو تو میں سب سے پہلے کتاب اللہ سے اس کا حل تلاش کرتا ہوں اور اگر وہاں سے نہ ملے تو ایسی سنت رسول اللہ ﷺ سے لیتا ہوں جو آثار صحاح میں سے نقل کیا جائے اور جو ثقافت سے ثقافت کے ذریعے آگے نقل کیا گیا ہو۔ اور جب کوئی بات کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں نہ ملے تو اقوال صحابہ میں اس انداز سے نقل کرتا ہوں کہ جو ان میں عمل کے لئے زیادہ موزوں ہو اسکو اختیار کرتا ہوں اور جو موزوں نہ ہو اس کو ترک کر دیتا ہوں۔

انکے بعد کسی کے اقوال کی طرف دھیان نہیں دیتا۔ اور جب ابراہیم ، شععی ، حسن ، عطاء ، ابن سیرین اور سعد بن مسیب اور اسی طرح کے کئی افراد کا نام لیا اور کہا کہ جب انکی بات آتی ہے تو ہم ان کی بات کو آنکھیں بند کر کے نہیں لیں گے ، اس لئے کہ یہ لوگ ہیں جنہوں نے اجتہاد کیا ہے اور ہم نے بھی اجتہاد کیا ہے اور ہمارا انداز اجتہاد انہی کی طرح ہے۔ یہ بات کہہ کر سفیان ثوری کافی دیر تک خاموش رہے اور اسکے بعد ایسے کلمات ارشاد فرمائے کہ حاضرین مجلس میں سے سبھی نے اسکو قلم بند کیا ہے۔



تصانیف حضرت مفتی رشید احمد العلوی

- ۱: شرح عشرين لابی حنیفہ
- ۲: شرح الفقه الاکبر
- ۳: شرح الفقه الاوسط از ابو منصور ماتریدی و گیسودراز
- ۴: امام اعظم کی وصیتیں اور نصیحتیں مجموعۃ الوصایاء
- ۵: اربعین ابی حنیفہ (ایمان، عبادات، معاملات)
- ۶: جامع المسانید تجرید اسناد و ترقیم جدید
- ۷: نماز کے مسائل خلاصہ اور شروط بمع ضمیمہ
- ۸: مجموعہ الفقه الاکبر: اول تصانیف الامام الاعظم
- ۹: مجموعہ الفقه الاکبر: دوم معروف المتن المعبرۃ
- ۱۰: علامات اهل السنۃ
- ۱۱: قواعد الاحکام قواعد فقہ حنفی

﴿ ۱۳ ﴾

تمہید و وصیت

بنام یوسف بن خالد السمتی



نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

امام بعد امام اعظم نے جہاں اور مختلف احباب کو اپنی قیمتی نصائح سے نوازا وہاں آپ نے اپنے معاندین کے ساتھ ایسا رویہ اختیار کیا کہ دشمن آپ کے دوست بن گئے اور مخالف آپ کے مطیع اور فرمانبردار بن گئے انہیں میں ایک اہم نام امام یوسف بن خالد السمعی ہے جو اپنے اساتذہ سے امام صاحب کی مخالفت سن سن کر امام اعظم کے مخالف بن چکے لیکن حالات نے انکو امام اعظم کی بارگاہ میں جبہ سائی پر مجبور کر دیا انکی داستان چشم کشا انہی کی زبانی مندرجہ ذیل میں قارئین کرام کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے ہلال بن یحییٰ الرائی بصری فرماتے ہیں:

میں نے امام یوسف خالد السمعی کو فرماتے ہوئے تاکہ بعض مسائل میں میرا فقیہ بصری عثمان البتی سے اختلاف ہو گیا اور وجہ اختلاف یہ تھی کہ وہ امام حسن بصری اور ابن سیرین اور دیگر علمائے بصرہ کی رائے کے موافق عمل کیا کرتے تھے اور میں انکی اس رائے اور انکے اس طریقہ کار سے

اختلاف کیا کرتا تھا اور اس بات میں ان کے ساتھ بحث و مباحثہ کیا کرتا تھا۔ جب ہمارا یہ مسئلہ ناقابل حل حد میں پہنچ گیا تو میں نے اپنے استاد سے کوفہ جانے کی اجازت چاہی تاکہ وہاں کے مشائخ سے استفادہ کروں اور انکی آراء سن کر غور و فکر کروں۔

اولاً تو انہوں نے مجھے اجازت دینے سے انکار کر دیا لیکن جب میری سچی طلب اور عزم مصمم دیکھا تو مجھے اجازت دیتے وقت شرط یہ لگائی کہ میں حصول علم کے لئے کسی اور کے پاس جانے کی بجائے سیدھا امام اعمش کے پاس جاؤں۔

جب میں کوفہ شہر میں پہنچا تو سب سے پہلے میں امام سلیمان اعمش کی خدمت میں حاضر ہوا اسکی دو وجہیں تھیں:

پہلی: یہ کہ میرے استاد نے مجھے یہ کہتے ہوئے سفر کی اجازت دی تھی کہ میں انہی کے پاس جاؤں کیونکہ وہ علم حدیث میں اپنے وقت کے سب سے بڑے امام ہیں۔

دوسری: یہ تھی کہ مجھے علم حدیث میں کچھ اشکالات تھے علمائے بصرہ جس کا جواب دینے سے عاجز آچکے تھے۔

آخر کار میں جب امام اعمش کی مجلس میں پہنچا تو وہ کہیں سفر میں گئے ہوئے تھے اور انکی نیابت کوئی انکا شاگرد کرتا تھا جس نے میرے سوالات کو سن کر مجھے یوں جواب دیا کہ میں

”آپ کے سوالات امام تک پہنچا دوں گا اور وہ اسکا جو جواب بھی دیں گے

وہ آپ تک پہنچا دیا جائے گا“

کہہ کر خاموش کروا دیا گیا۔ جب امام اعمش واپس تشریف لائے تو میرے

سوالات سن کر مجھے اپنے پاس بلایا، میں جب آپکی خدمت میں حاضر ہوا تو

آپ نے فرمایا

”لعلک تقول أن أهل البصرة أعلم من أهل الكوفة كلاً ورب البيت

الحرام ما ذلك كما حدثتک نفسك“

المنقب لمکی ۲/۸۰۶

شائد تیرے ذہن میں یہ بات ہو کہ اہل بصرہ اہل کوفہ سے زیادہ علم رکھتے

ہیں، بیت الحرام کے رب کی قسم ہرگز ایسی بات نہیں جو تیرے دل میں آگئی

ہے۔

بلکہ قصہ گو، اور تعبیریں نکالنے والوں، اور نوحہ گروں کی باتوں میں

آجانے کی وجہ سے تو نے بصرہ چھوڑا ہے انکے ان الفاظ سے مراد حسن بصری

ابن سیرین اور قتادہ اعمی وغیرہ تھے۔

اور غصے سے بھری بلند آواز سے فرمایا:

اللہ کی قسم اہل کوفہ میں ایک شخص کے ہونے سے اہل عرب ہی نہیں

بلکہ انکے موالی بھی وہ مسائل جانتے ہیں جو حسن بصری، ابن سیرین، قتادہ

الاعمی، اور الہبتی وغیرہ بھی نہیں جانتے!

ان کلمات کے دوران امام اعمش کی آواز بہت بلند تھی اور قریب ہی عصاء پڑا ہوا تھا جس کی بناء پر مجھے ڈر محسوس ہو کہ کہیں یہ عصا اٹھا کر مجھے مارنا نہ شروع کر دیں!

اس کے بعد اپنے تلامذہ اور حاضرین مجلس سے مخاطب ہو کر فرمایا:

اذھبْ بہ الی مجلس نُعمان ، فواللہ لو رأی أصغر أصحابہ علم
انہ لو قام لأهل الموقف لو سعمہم جواباً۔

المناقب لبکی ۲/۱۰۲

اس ساتھی کو نعمان کی مجلس میں لے جاؤ، اور اسکے بعد فرمایا: اللہ کی قسم اگر انکے دوستوں میں سے سب سے کم علم والے سے بھی اس قسم کی باتیں پوچھو گے تو وہ آپکو مکمل راہنمائی کر دے گا۔

یہ بات امام اعمش نے جس انداز میں مجھے کہی یہ سن کر میرے دل میں اس قدر رعب چھا گیا جس کو میرے اور اللہ ﷻ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

جس آدمی نے مجھے امام نعمان کی مجلس میں لیکر جانا تھا وہ اٹھا اور میں بھی مسجد سے اس کا پیچھا کرتے ہوئے باہر نکل آیا اور اس کے ساتھ چلنے لگا۔ جب وہ شخص مجھے لیکر کچھ فاصلے تک پہنچا ہے تو اس نے مجھے کہا کہ نعمان تو قبیلہ بنی حرام میں رہتے ہیں اور ان کو اللہ ﷻ نے وہ غضب کی استعداد دی ہے کہ جو سوال تم کر رہے ہو ایسے سوال چاہے جتنے چاہو کر وہ

تمہیں اسکا فوراً جواب دیں گے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تمہارے اساتذہ سے زیادہ علم اللہ ﷻ نے ان کو دیا ہے۔ اور میں مصروف ہوں مسجد میں آپ کے ساتھ زیادہ دیر ٹھہر نہ سکوں گا لہذا آپ یہاں سے سیدھا قبیلہ بنی حرام کا پوچھ کر انکی مسجد میں چلے جائیں اور وہاں امام نعمان سے آپ کی ملاقات ہو جائے گی۔

یوسف بن خالد فرماتے ہیں کہ: میں اکیلا ہی پوچھتے پچھاتے ایک سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے قبیلہ کے طرف بڑھتے ہوئے سب آخر میں آبا د قبیلہ بنی حرام کی جامع مسجد میں عصر کے وقت جا پہنچا اور مسجد میں بیٹھ کر کسی ایسے شخص کا انتظار کرنے لگا جو آئے اور میں اس سے امام نعمان کے بارے میں دریافت کر سکوں۔ جب عصر کا وقت ہوا تو ایک ادھیڑ عمر خوبصورت اور چہرے مہرے والا صاف اور عمدہ لباس میں ملبوس شخص مسجد میں داخل ہوا اور اس کے پیچھے عام لوگوں میں سب سے زیادہ اس سے ملتے جلتے حلیئے والا ایک نوجوان بھی تھا جب وہ میرے قریب پہنچے تو انہوں نے مجھے سلام کیا اور اذان کی جگہ کھڑے ہو کر خوبصورت انداز میں آذان دی انکے آذان دینے کے انداز سے مجھے یوں محسوس ہوا کہ وہی امام ابوحنیفہ ہیں اذان کے بعد انہوں نے دو رکعات اس انداز میں ادا کیں جو حسن بصری اور ابن سیرین کے انداز سے مختلف نہ تھیں، اور جوڑ کا آپکے ساتھ تھا اسنے بھی دو رکعات ادا کیں۔ بعد ازاں آپکے سارے شاگرد جمع ہو گئے اور

عصر کے لئے اقامت کہی گئی اور انہوں نے خود عصر کی جماعت کروائی انکی نماز اہل بصرہ کی نماز کے انداز سے مختلف نہ تھی۔ سلام پھیرنے کے بعد آپ نے محراب میں اپنا منہ لوگوں کی طرف متوجہ کرتے ہوئے ہر ایک سے فرداً فرداً حال دریافت کیا اور میری باری آئی تو فرمانے لگے۔

تم یہاں مسافر معلوم ہوتے ہو؟

میں : جی میں واقعی مسافر ہوں۔

فرمایا: اہل بصرہ میں سے لگتے ہو؟

میں : جی ہاں واقعی میں بصرہ سے آیا ہوں۔

فرمایا: یقیناً آپکو ہماری مجالس میں حاضر ہونے سے منع بھی کیا گیا ہوگا؟

میں : جی آپ کی رائے بالکل درست ہے۔

فرمایا: آپکا نام کیا ہے؟

میں : میں نے اپنا نام ونسب سے آگاہ کیا۔

فرمایا: آپکی کنیت کیا ہے؟

میں : نے اپنی کنیت سے آگاہ کیا۔

فرمایا: کیا آپ بصرہ کے معروف النبتی سے مختلف ہو یا وہی ہو؟

میں : جی میں اس سے مختلف ہوں۔

فرمایا: اگر النبتی کی مجھ سے ملاقات ہو جائے تو اپنی فقہ کے بہت سارے

اقوال تبدیل کر لیتے۔ اور کئی اقوال ویسے ہی ترک کر دیتے۔

اس مکالمے کے بعد فرمایا:

اب آپ فرمائیں کیا معاملہ ہے؟ اور کس وجہ سے آپ کو ہماری طرف سفر کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی؟ تاکہ پہلے آپ کو جواب دوں

فَإِنَّ لَكَ وَحُشَّةَ الْعُرْبَةِ ، وَحَقٌّ لِمِثْلِكَ مِنَ الْمُتَفَقِّهَةِ التَّقْدِمِ وَلِكُلِّ دَاخِلٍ دَهْشَةٌ وَلِكُلِّ قَادِمٍ حَاجَةٌ۔

المنافق لکھی: ۲/۸۰۴

کیونکہ آپ کو سفر کی وجہ سے بے چینی بھی برداشت کرنی پڑی ہوگی۔ اور آپ جیسے مسافر کو ترجیح دینے والی بات قابل فہم بھی ہے۔ کیونکہ ہر آنے والے کیلئے نئی جگہ پر وحشت اور خوف ہوتا ہے اور اس کے آنے کی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہوتی ہے۔

اس کے بعد میں نے ان سوالات کا سلسلہ شروع کیا جن کے بارے میں مجھے تشویش تھی اور انکا جواب نہیں مل رہا تھا۔

امام اعظم نے ان تمام سوالات تسلی بخش جوابات دئے۔ اور اس کے ساتھ ہی میں نے وہ سارا واقعہ بھی امام اعظم کے گوش گزار کیا جو میرے ساتھ امام اعظم کے ہاں پیش آیا تھا اور کس انداز میں انہوں نے اہل بصرہ کو آڑے ہاتھوں لیا تھا۔

امام اعظم نے فرمایا اللہ ابو محمد کی حفاظت فرمائیں شائد وہ چاہتے ہیں کہ انکے شہر کا نام ان کے نام کے بغیر لیا جائے انکی مثال تو ایسے ہے کہ:

وأذا تكون عزيمة أدعي لها
 وإذا يحاس الحيس يدعى جنذب
 اور جب انکے درپیش کوئی بڑا عظیم کام ہوتا ہے تو مدد کے لئے پکارتا ہے۔ اور
 جب کوئی ذلیل اور کم تر کام درپیش ہو جائے تو کڑی کی مانند جانتے ہیں اس
 کے بعد فرمایا:

ولئن كان الحسن وابن سيرين فاضلين كان كل واحد منهما
 يتكلم في صاحبه بما يصدق قول أعمش

قد كان ابن سيرين يعرض بالحسن المعتزلي ويقول: يأخذ
 الجوائز من السلطان ، ويروى بالمحالات ، ويفتى بالهوى ، ويقول
 بالقدر كأنه الله في الارض يتفرد بفعله دون ربه ، ويروى عن علي كأنه
 رأه ، وعن سمرة كأنه شاهده ، ويقول بفضل عثمان كأنه من موالیه ،
 أعاذنا الله وإياكم منه -

اور باوجود اس کے کہ حسن اور ابن سیرین دونوں عالم و فاضل ہیں
 اور ان میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کے بارے جو کہہ رہا ہے وہ اصل میں
 اعمش کے قول کی تصدیق کر رہے ہیں۔

ابن سیرین کا حسن معتزلی پر یہ اعتراض کرنا اور کہنا کہ: وہ بادشاہوں
 سے تحفے لیتا ہے۔ اور ناممکن روایات بیان کرتا ہے۔ اور خواہشات کے
 مطابق فتویٰ دیتا ہے۔ اور تقدیر کے مسئلے میں ایسے انداز سے بات کرتا ہے
 کہ شائد وہ اپنے آپ کو زمین کا معبود جانتا ہے اور اپنے سارے کام بجائے

اس کے پروردگار کے وہ خود ہی کرتا ہے۔ اور حضرت علیؑ سے ایسے روایات بیان کرتا ہے جیسے انکو اسنے دیکھا ہوا ہو۔ اور حضرت سمرہ سے یوں روایات بیان کرتا ہے جیسے ان کی مجلس میں بیٹھا ہوا ہے۔ اور حضرت عثمان کے فضائل ایسے بیان کرتا ہے جیسے ان کے موالی میں سے ہو۔ ﴿اللہ﴾ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ایسی لایعنی باتوں سے محفوظ فرمائے جسکی کی کوئی بنیاد نہ ہو۔

اور حسن بصری ان احناف کے بارے میں ہر وقت اسی طرح بولتے رہتے تھے کہ ایک دن ان کی مجلس میں خالد الحذاء کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے اے ابن سیرین ٹھہرو ذرا صبر کرو ٹھہرو: کب تک تم اس شخص کے بارے میں اس طرح کی باتیں کرتے رہو گے؟

قسم بخدا حقیقت یہ ہے کہ اسنے جس سال حج کیا تھا اس وقت اس نے مسئلہ قدر سے توبہ کی تھی اور اس وقت وہاں ایوب سختیانی، مالک بن دینار، محمد بن واسع موجود تھے جب انہوں نے توبہ کر لی اور اللہ ﷻ بھی سچے دل سے توبہ کرنے والے کی توبہ قبول فرمالتے ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے خود فرمایا ہے:

لَا تُعِيرُوا أَحَدًا بِمَا كَانَ فِيهِ مِنَ الْكُفْرِ، فَإِنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ مِنَ الشَّرْكِ -

کسی شخص کو ایسی باتوں سے شرمندہ نہ کیا کرو جو اسلام لانے سے پہلے اس کے ساتھ شرک یا کفر کی وجہ سے تھیں کیونکہ اسلام سے پہلے کے سارے گناہ

اور کفر و شرک تک کو مٹا دیتا ہے۔

اس کے بعد حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نے ارشاد فرمایا:

ما اعجب ما قال خالد ، وهذا محمد بن واسع ، وقتادة وثابت البناني ، ومالك بن دينار ، وهشام بن حسان ، وايوب وسعيد بن ابي عروبة وغيرهم يذكرون ان الحسن لم يتب عن القدر حتى مات -

اس کے بعد امام ابوحنیفہ نے فرمایا:

جو خالد نے کہا ہے وہ قابل تعجب نہیں ہے اس لئے کہ یہ محمد بن واسع - قتادہ - ثابت البنانی - مالک بن دینار - هشام بن حسان - ایوب - سعید بن ابی عروبہ - وغیر ہم یہ سب حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ حسن نے مسئلہ قدر سے توبہ نہیں کی اور اسی حالت میں وہ فوت ہوئے ہیں

وهذا عمرو بن عبید ، وواصل بن عطاء وغيلان بن جرير ويونس بن بشير يدعون الناس الى مذهب الحسن هلم اهل البصرة جراً على المذهب - فارتفع قول خالد من هؤلاء وقد قيل ان خالد تمذهب هذا المذهب ايضاً -

اور اسکی بجائے عمرو بن عبید، واصل بن عطاء، غیلان بن جریر، یونس بن بشیر۔ یہ سب حسن کے مذہب کے داعی تھے اور اسی طرح اہل بصرہ کو اپنے اسی مذہب کی دعوت دے رہے ہیں اور خالد کی بات ان میں سے ذرا بلند ہوگئی ہے ورنہ کہا تو خالد کے بارے میں بھی یہی جاتا ہے کہ اس نے انہی

حضرات کا مذہب اختیار کر لیا تھا

وكان الحسن يعرض بابن سيرين يقول يتوضأ بالقربة ويغتسل
بالراوية صبا صبا دلکا دلکا تعذیبا لنفسة وخلافا لسنة نبیه ﷺ يعبر
الرؤيا كأنه من آل يعقوب عليه السلام

اور حسن ابن سیرین پر یہ اعتراض کیا کرتے تھے:

کہ وہ کہتے ہیں نیکی اور قربت کے بعد بھی نیا وضو لازم ہے۔ اور غسل
کے بارے میں خشک غسل کے قائل ہیں تھوڑا تھوڑا پانی انڈیلنا اور جسم کو مل
کے ایسے دھونا کہ اس سے اپنے آپ کہ تکلیف محسوس ہو اور یہ بات سنت
نبویہ کے بالکل خلاف ہے۔ اور تعبیر ایسے بتاتے ہیں کہ گویا وہ آل یعقوب
میں سے ہیں۔

فدع عنك أيها الرجل هذا ، وهلم الخطب فيما قصدت له ،
وتعلم من العلم ما لم يسعك جهله ، أن الأمم قبلكم وقبلنا ما أجمعت
ولا تجتمع أبداً ، والله عز وجل يقول

﴿ولا يزلون مختلفين الا من رحم ربك ولذلك خلقهم﴾

ولولا ما جرت المقادير واختلف الطبائع ما اختلفت ولكن

﴿كل يعمل على شاكلته فربكم أعلم بمن هو أهدى سبيلاً﴾

ثم سكت -

اور اے اللہ کے بندے اس قسم کی باتوں کو چھوڑ دے

سوال: آپ کی مسئلہ قدر جس میں اہل بصرہ اہل کوفہ سے اختلاف کرتے ہیں جیسا کہ آپ جانتے ہیں اسکے بارے میں کیا رائے ہے؟
اور اسی طرح کی باتیں خطیب کیا کرتے ہیں اور تو ان میں نہ پڑا کر بلکہ ایسا علم حاصل کرنے کی کوشش کیا کر جس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ اور آپ سے پہلے کی امتوں میں اتفاق ہوا ہے اور نہ کبھی ان میں اتفاق ہو سکتا ہے اس لئے کہ اللہ ﷻ نے فرمایا:

”اور وہ ہمیشہ آپس میں مختلف رہتے رہے مگر وہ جس پر اللہ ﷻ نے رحم فرمایا ہوگا اور اسی لئے ان کو پیدا کیا گیا ہے“

اور تقدیر کا مسئلہ یوں جاری نہ ہوتا اور طبیعتوں میں اس طرح اختلاف نہ ہوتا تو لوگوں میں کبھی اختلاف اور فرقے پیدا نہ ہوتے۔
”ہر کوئی اپنے طریقے کے مطابق عمل کر رہا ہے اور تمہارا پروردگار زیادہ بہتر جانتا ہے کہ وہ کس کو سیدھا راستہ ہدایت کرنے والا ہے۔“

قال: اهل البصرة واهل الكوفة اختلفوا في القدر على ما علمت

كبير عمرا عن طوق -

پھر فرمایا اہل بصرہ اور اہل کوفہ آپس میں مسئلہ تقدیر میں اختلاف کرتے رہے ہیں جیسا کہ تو اس بارے میں جانتا ہے اور اسی طوق میں گردن پھنسا ئے انکی عمر گزر گئی ہے۔

وهذه المسئلة قد استصعب على الناس فاني يطيقونها هذه

مسئلة مقفلة قد ضل مفتاحها فان وجد مفتاحها عرف وعلم مافيها ولن يفتح الابخبر عن الله تعالى ويأتى ببرهان وبينة بما عنده وقد فات ذلك والعقول قد اختلف ، والذين نقول فى ذلك قولاً متوسطاً بين قولين اينما مال ملث معه ، اقول كما قال ابو جعفر محمد بن على رضوان الله عليه:
 یہ مسئلہ لوگوں کے لئے مشکل ترین مسائل میں سے ایک ہے میں نے اسکو کھولنے کی کوشش کی تھی مگر مجھ سے اس کی چابی گم ہو گئی تھی اور جب مل جائے گی تو میں بھی جان لوں گا اور معلوم ہو جائے گا کہ اس میں کیا ہے؟ اور یہ مسئلہ کھل سکتا ہے اور اسکی چابی اللہ ﷻ کی طرف سے راہنمائی ہے اور اسی کی طرف سے دلائل اور براہین ہیں جس کا وقت اب ختم ہو گیا ہے۔ اور عقلیں مختلف ہیں۔ اور ہم اس بارے میں ایک درمیانی بات کرتے ہیں اور وہ بات ہمیں جس طرف موڑ دے ہم اسکے ساتھ ہی مر جاتے ہیں اور اس بارے میں ہم امام ابو جعفر محمد بن علی کی بات کافی سمجھتے ہیں جس میں انہوں نے فرمایا:

”لا جبر ، ولا تفویض ، ولا تسلیط ، والله تعالى لا یكلف العباد ما لا یطیقون ، ولا اراد منهم ما لا یعلمون ، ولا عاقبهم بما لا یعملوا ، ولا یستلهم عمالہم یعلموا ، ولا رضی لهم بالخوض فیما لیس لهم به علم“
 ”نہ اعمال میں جبر ہے، نہ تفویض اعمال ہے، نہ اعمال کا مسلط کیا جانا ہے، نہ اللہ ﷻ بندوں کو ایسے کام کا مکلف بناتے ہیں جس کی وہ طاقت نہ رکھتے

ہوں۔ نہ ہی اللہ ﷻ ان سے کسی ایسے عمل کا ارادہ چاہتے ہیں جو وہ جانتے نہ ہوں، نہ ایسے کاموں کی سزا دیتے ہیں جس کو وہ جانتے نہ ہوں، نہ ان سے اسی بات کا سوال کریں گے جسکو وہ جانتے نہ ہوں، اور جس کے بارے میں بندوں کو علم نہ ہو اس کے بارے میں غور و خوض کا حکم بھی نہیں دیتے،“

واللہ أعلم بمانحن فیہ والصواب الذی عنده ونحن مجتہدون
وکل مجتہد مصیب لأنه لا یكلفہم الاجتہاد فیما لیس لہم بہ علم ،
واللہ ولی کل نجوی والیہ الرغبة کل راغب وفقنا اللہ وایاک لما یحب
ویرضی -

اور اللہ بہتر جانتے ہیں کہ ہم جس راستے پر ہیں اور اس کے نزدیک درست کیا ہے ہم مجتہد ہیں اور ہر مجتہد راہ صواب پر ہوتا ہے اس لئے کہ مجتہد کو اسی بات کے اجتہاد کا حکم نہیں دیا جاتا جو اسکے علم میں نہ ہو اور اللہ ہر چھپی ہوئی بات کو جانتے ہیں اور ہر رغبت کرنے والے کی رغبت اسی کی طرف ہوتی ہے اور اللہ ﷻ ہماری موافقت کرے ہر اس کام میں جس سے وہ راضی ہو جائے اور محبت کرنے لگے

اس کے بعد امام اعظم میرے پاس سے اٹھ گئے کیونکہ نماز مغرب میں تاخیر ہو رہی تھی اس کے بعد آپ نماز کی تیاری اور آذان میں مشغول ہو گئے اور اس کے بعد نماز مغرب ادا کی گئی اور آپ تسبیحات اور نوافل میں مصروف رہے یہاں تک کہ عشاء کا وقت ہو گیا نماز عشاء سے فارغ ہونے کے بعد

ایسی جگہ تشریف لے آئے جہاں پہلے نماز ادا نہیں کی تھی اور دو رکعات مختصر ادا کیں اور اس کے بعد مسجد سے باہر نکلے اور ہم بھی آپ کے ساتھ تھے اور آپ نے میرا بازو پکڑ لیا۔

سوال: پوچھا کہ کہاں ٹھہرے ہوئے ہو؟

جواب: میں نے وہ جگہ بتائی جہاں میں ٹھہرا ہوا تھا۔

سوال: آپ دارالخزائن میں میری دوکان کے قریب والے

میرے مکان میں منتقل ہو سکتے ہیں؟

جواب: جی ضرور ہو سکتا ہوں۔

اس کے بعد امام اعظم نے اپنے تلامذہ میں سے کسی سے کہا اسکو لے جائیں اور وہ جگہ دیکھیں جہاں انہوں نے رات کا قیام کرنا ہے اور دیکھو انکو رات میں کس قسم کے مسائل درپیش ہیں اور انکو حل کیا جاسکے اور اس کے ہمسائیوں کو اس کے مقام سے آگاہ کرو اور اگر تم میں سے کوئی چاہے تو رات اس کے ساتھ گزار سکے تاکہ صبح ہی اسکو میری بتائی ہوئی رہائش میں منتقل کیا جاسکے۔ اسکے بعد آپ نے مجھے الوداع کہا اور اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گئے

میں اس کے بعد اپنے ساتھی کے ساتھ روانہ ہوا اور جب میں اپنی رہائش پر پہنچا تو میرے ساتھی نے سرائے کے مالک کے ساتھ میرے بارے میں وہ ساری بات کی جو امام اعظم نے اسکو سرائے کے مالک کے ساتھ کرنے کے لئے کہا تھا اور اسکو میری ساری ضروریات کے پورا کرنے کو

کہا اور مجھے بھی کچھ مال دیا اور ایک خادم دیا اور جو امام ابوحنیفہ نے انہیں کہا تھا وہ سب کچھ مکمل کر دیا۔

جب دوسرے دن صبح ہوئی تو وہی صاحب جو رات کو مجھے وہاں چھوڑ گئے تھے آئے اور میرے ساز و سامان اٹھایا اور دارالخزائن کے قریب میں مجھے منتقل کر دیا اور وہاں مجھے ٹھہرا کر جو میری ضروریات کی تمام اشیاء مثلاً میری چٹائی میرا بستر میرے برتن اور جو میری ضروریات کی دوسری اشیاء مجھے مہیا کر دیں اور امام ابوحنیفہ نے اسی نوجوان کے ہاتھ جو ایک دن پہلے میں نے امام صاحب کے ساتھ دیکھا تھا جب کہ آپ آذان دینے کے لئے تشریف لائے اور آپ کے ساتھ ایک نوجوان جو آپ کے مشابہ تھا اس کے ہاتھ میری طرف ایک تھیلی بھیجی اس میں بہت زیادہ دراہم تھے اور متعدد عام استعمال کے کپڑے اور کچھ کھانے کا ساز و سامان تھا۔

ابوحنیفہ کی عادت تھی میری ضروریات کی دیکھ بھال کرتے اور صرف میری ہی نہیں بلکہ تمام بصرہ سے آئے ہوئے طلباء کی حاجات کو پورا کرتے تھے میں بھی ابوحنیفہ کے پاس وقتاً فوقتاً جاتا اور ان سے حصول علم کرتا تھا اور جب بھی کسی علمی موضوع پر بات ہوتی یا کسی علمی مسئلے میں بحث مباحثہ ہوتا مجھے اس میں ضرور دعوت دی جاتی۔

امام ابوحنیفہ کی عادت مبارکہ تھی کہ ہر پیر اور جمعرات اور جمعہ کی ساری رات جامع مسجد میں اللہ جل جلالہ کی عبادت میں گزار دیتے تھے، جامع

مسجد میں آپ کا حلقہ درس نماز فجر سے ظہر اور عشاء سے رات کے پہلے پہر تک ہوتا تھا۔ اور اپنی مسجد میں عصر کے وقت سے مغرب تک کا وقت ہوتا تھا اور آپ ظہر سے عصر تک اپنے گھر کے کام کاج میں گزارتے رہتے تھے۔

آپ کے ہاں نمازوں کی ترتیب یوں تھی کہ ظہر کو جلدی اور مغرب کو دیر سے اور عشاء کو جلدی اور فجر کو روشنی میں اداء کیا کرتے تھے۔ ہفتہ کا دن آپ نے اپنی گھریلو ضروریات کے لئے رکھا ہوا تھا اس دن نہ آپ مجلس میں بیٹھتے اور نہ کاروبار کے لئے دکان پر جاتے تھے اور اس دن صرف اپنے گھر کے کام کاج اور مہمانوں کی خاطر مدارت کیا کرتے تھے، آپ اپنے کاروبار کے سلسلے میں بازار صرف اشراق کے وقت سے ظہر تک تشریف لے جاتے تھے

جمعہ کا دن اپنے اپنے دوستوں کی دعوت کا دن رکھا ہوا تھا سب کو اپنے گھر میں جمع فرماتے اور انواع و اقسام کے کھانے ان کے لئے بنائے جاتے تھے اور ان کے لئے عمدہ قسم کی نبیذ بنا کر سب کو پلائی جاتی تھی لیکن آپ ہمارے ساتھ کھانا نہ کھاتے تھے البتہ کچھ نہ کچھ پی لیا کرتے تھے اور آپ خود اپنے اس طریق عمل کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں یہ کام اس وجہ سے کرتا ہوں تاکہ تم شرم محسوس نہ کرو۔

آپ بذات خود انواع و اقسام کے پھل کھانے اٹھا اٹھا کر انکے سامنے رکھتے جاتے تھے اور آپ کھلے مزاج کے سخی طبعت حسین چہرے اور

عمدہ کپڑوں میں ملبوس بہترین خوشبو استعمال کیا کرتے تھے آپ ہر ماہ ہماری دعوت اسی طرح کیا کرتے تھے، آپ کے بارے میں بہت ساری احادیث بھی ذکر فرمائیں جنکو طوالت کے ڈر سے یہاں بیان نہیں کر رہے۔

علامہ سمعی فرماتے ہیں کہ میں روزانہ امام ابوحنیفہ کے پاس حاضری دیتا تھا اور میں نے ان کے ساتھ اس انداز میں وقت گزارا کہ وہاں کے سب لوگ میرے دوست بن گئے اور میں نے اس قدر اچھے انداز میں ان کے درمیان تعلقات پیدا کئے کہ انکی اولادیں بھی میری دوست بن گئیں۔

ایک ایسا وقت آیا کہ میں اپنے علاقہ بصرہ واپس جانے کے لئے حضرت امام ابوحنیفہ سے اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا:

حتى أخلّى لك نفسى ، فأتقدم اليك بالوصية فيما تحتاج اليه فى معاشرۃ الناس ، ومراتب اهل العلم ، وتأديب النفس ، و سياسة الرعية ، ورياضة الخاصة والعامة ، وتفقد أمر العامة ، و حتى اذا خرجت بعلمك كان معك آلة تصلح لك ، و تزينه و لا تشينه -

تا وقتیکہ میں اپنے آپ کو فارغ کر لوں اور آپ کو کچھ وصیتیں کروں جس کی آپ کو لوگ سے میل ملاقات کے دوران ضرورت پیش آئے گی اور اہل علم کے ساتھ اس کا لحاظ رکھا ضروری ہوگا اور اپنے نفس کو درست کرنے اور لوگوں کے معاملات کو سنوارنے اور ہر خاص و عام کے ساتھ پیش آنے والے معاملات اور عام لوگوں کے نادر قسم کے مسائل اور انکا حل، تاکہ

جب آپ اپنے ایسے علم کو لیکر جاؤ گے کہ وہ ایک معیار اور سند کی حیثیت رکھتا ہو تو وہ آپ کی زیب و زینت کا باعث ہوگا آپ کے لئے شرمندگی نہ بنے گا

واعلم: انك متى اسأت معاشرۃ الناس صار ولك اعداء ولو كانوا لك امهات وآباء۔ وانك متى أحسنت معاشرۃ قوم ليسوا لك باقرباء صار ولك امهات وآباء۔

اور آپ جان لو کہ جب آپ لوگوں کے ساتھ انکے معاشرتی مسائل میں برائی کے ساتھ پیش آؤ گے تو وہ آپ کے دشمن بن جائیں گے خواہ وہ آپ کے ماں باپ ہی کیوں نہ ہوں، اور اگر آپ لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ پیش آؤ گے تو لوگ آپ کے لئے غیر ہونے کے باوجود بھی آپ کے لئے ماں باپ کی طرح بن جائیں گے

ثم قال لى: أصبر يومين حتى أفرغ لك نفسى واجمع لك همى واعرف لك من الأمر ما تحمدنى فى نفسك عليه ولا توفيق الا بالله۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ آپ دو دن صبر کریں تاکہ میں اپنی طبیعت میں یک سوئی پیدا کر لوں اور اپنی ہمت کو یک جا اور آپ کے متعلقہ معاملات کو اچھی طرح جان لوں جس کو جاننے کے بعد آپ واقعی اپنے دل میں خوشی محسوس کرو اور یہ سارا کام صرف اور صرف اللہ جل جلالہ کی توفیق سے ہی ہو سکتا ہے

امام سستی فرماتے ہیں کہ جب مقررہ وقت پورا ہو گیا تو حضرت امام

ابوحنیفہ نے مجھے علیحدگی میں بلایا اور فرمایا:

أَنَا أَكْشِفُ لَكَ عَمَّا تَعَرَّضْتَ بِهِ كَأَنِّي بَكَ ، وَقَدْ دَخَلْتَ
الْبَصْرَةَ ، وَأَقْبَلْتَ عَلَى الْمَخَالَفَةِ بِهَا ، وَرَفَعْتَ نَفْسَكَ عَلَيْهِمْ ، وَ
تَطَاوَلْتَ بِعِلْمِكَ لَدَيْهِمْ ، وَانْقَبَضْتَ عَنْ مُعَاشَرَتِهِمْ وَمُخَالَطَتِهِمْ
وَخَالَفْتَهُمْ وَخَالَفُوكَ ، وَهَجَرْتَهُمْ وَهَجَرُوكَ ، وَشَتَمْتَهُمْ وَشَتَمُوكَ ،
وَضَلَلْتَهُمْ وَضَلُّوكَ وَبَدَّعُوكَ ، وَاتَّصَلَ ذَلِكَ الشَّيْنُ بِنَا وَبِكَ ، وَاحْتَجَّتْ
إِلَى الْهَرَبِ وَالْإِنْتِقَالِ عَنْهُمْ ، وَهَذَا لَيْسَ بِرَأْيٍ ، لِأَنَّهُ لَيْسَ بِعَاقِلٍ مَنْ لَمْ
يُدَارِ مَنْ لَيْسَ لَهُ مِنْ مَدَارَاتِهِ بُدٌّ ، حَتَّى يَجْعَلَ اللَّهُ لَهُ مَخْرَجًا
امام سبیتی فرماتے ہیں: میں انکی طرف اور یک سوئی کے ساتھ متوجہ ہو گیا اور
آپ نے فرمایا:

جو مسائل تمہیں درپیش ہونگے میں ان کے حل کے لئے گویا بصرہ میں
تمہارے ساتھ ہوں، اور آپ کو سب سے پہلے اپنے مخالفوں کا سامنا ہوگا،
آپ اپنے آپکو ان سے برتر سمجھتے ہوگے اور اپنی علمی سرگرمیاں ان کے
سامنے بتاتے ہوگے۔ اور انکے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور میل ملاپ کو ناپسند کرتے
ہوگے۔ آپ انکی اور وہ آپکی مخالفت کرتے ہونگے۔

آپ نے ان سے منہ موڑا انہوں نے آپ سے منہ موڑ لیا۔ آپ نے
انکو دشنام طرازی کی اور انہوں نے آپ کو گالی گلوچ کیا۔ اور آپ نے انکو
گمراہ قرار دیا انہوں نے آپ کو گمراہ کہا۔ تم نے انہیں بدعتی قرار دیا اور جس

کے نتیجے میں برائی نے ہمیں اور تمہیں دونوں کو آلودہ کر لیا۔

اس کے نتیجے میں آپ نے ان سے راہ فرار اختیار کر کے دوسرے علاقے میں جا ڈیرے ڈالے اور یہ اچھی رائے نہیں ہے اور یہ کوئی عقل کی بات نہیں بندہ ایسی بات سے اعراض کرے جس کے سوا اسکا گزارہ نہ ہو سکتا ہو۔ تا وقتیکہ اللہ جل جلالہ کوئی راستہ نکالے گا۔

سمتی فرماتے ہیں: میں ان مسائل کو سوچ ہی رہا تھا



وصیتِ امام

بنام

امام یوسف بن خالد السمری



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اس کے بعد حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نے ارشاد فرمایا:

(۱): اذا دخلت البصرة استقبلك الناس وزاروك - و عرفوا حقك
فأنزل كل واحد منهم منزلته -

وأكرم أهل الشرف ، وعظم أهل العلم ، وقر الشيوخ ، و لاطف
الأحداث ، و تقرب من العامة ، و دار التجار ، وأصحاب الاخير ،
ولا تتهاونن بسُلطان -

جب تو بصرہ میں داخل ہوگا تو لوگوں کا ایک ہجوم آپ کے استقبال
اور زیارت کے لئے آئے گا اور آپ کی قدر شناسی کرے گا۔ لہذا اس وقت
ہر ایک کی قدر و منزلت اور اس کے مرتبے کے لحاظ سے کرنا اور دنیاوی
صاحب عزت لوگوں کا اکرام کرنا اور اہل علم کی تعظیم کرنا اور مشائخ کا
احترام ملحوظ خاطر رکھنا اور نو عمر لوگوں کے ساتھ محبت کا معاملہ کرنا حاکم وقت
کی کبھی بھی توہین نہ کرنا۔

(۲): ولا تحقرنّ أحداً ، ولا تقصرنّ فى إقامة مرؤتك ، ولا تخرجنّ سرّك الى أحدٍ - ولا تتقنّ بصحبة أحدٍ حتى تمتحنه ، ولا تتخادنّ خسيساً ولا وضيعاً ، ولا تألفنّ ما يُنكر عليك فى ظاهره
 اور کسی شخص کو بھی حقیر نہ جاننا۔ اور کسی شخص کے ساتھ مروّت قائم رکھنے میں کمی نہ کرنا۔ اور کسی شخص کو بھی اپنا راز نہ دینا۔
 اور کسی شخص کو اپنی مصاحبت کے اور ساتھ کے لئے چنانچہ تک اسکو آ زمانہ لینا، کسی کم ذات اور غریب پیشہ کو دھوکہ نہ دینا۔ جس شخص کا ظاہر قابل التفات نہ ہو اس کو قابل التفات نہ جاننا۔

فائدہ:

اسی موضوع پر حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے نصیحت کرتے ہوئے امام ابو یوسف کو بھی نصیحت فرمائی اور انکو حکمرانوں کے ساتھ محتاط دوستی اختیار کرنے، کسی کو حقیر نہ جاننے اور راہ گزرتے لوگوں کو دوستی کے دھاگے میں پرونے سے منع فرمایا اور ویسی ہی نصحیح یہاں امام یوسف بن خالد کو بھی فرمائی ہیں۔ لیکن یہاں یہ بھی فرمایا کہ کم ذات سے کبھی بھی فائدہ کی امید نہ رکھنا یہ بہت بڑی اور گہری بات ہے جو پلے باندھے گا فائدے میں رہے گا۔

(۳): وَأَيَّاكَ وَالْأَنْبِيَاءَ إِلَى السَّفَهَاءِ ، وَلَا تَحْسِبَنَّ دَعْوَةَ ، وَلَا تَقْبَلَنَّ

هدية -

و عليك بالمداراة والصبر والاحتمال ، وحسن الخلق ، وسعة

الصدر -

واستجد ثيابك كسوتك ، واستفره دابتك ، وأكثر استعمال

الطيب ، واقرب مجلسك ، وليكن ذلك في اوقات معلومة ،

اور کسی پاگل کے ساتھ خندہ پیشانی اور کشادہ طبعی کے ساتھ نہ پیش آنا

اور کسی کی دعوت نہ قبول کرنا، اور اپنے منصب پر فائز ہونے کی حالت میں

کسی سے ہدیہ نہ قبول کرنا۔

اور لوگوں کے ساتھ خاطر داری مصائب پر صبر، اور کسی کی زیادتی پر

بدلے کی طاقت کے باوجود صبر کرنا حسن خلق کی عادت بنانا اور عام معاملات

میں وسعت ظرفی کا مظاہرہ کرنا۔

اپنے کپڑے صاف ستھرے اور عمدہ رکھا کرنا اپنے لئے بہترین

سواری رکھنا۔ کثرت سے خوشبو استعمال کیا کرنا اور اپنی مجالس جلد جلد منعقد

کیا کرنا اور ان کے انعقاد کے لئے کوئی وقت ضرور مقرر فرمالینا۔

(۴): واجعل لنفسك خلوة ترم بها حوائجك ، وابحث عن اخبار
حشمك ، وتقدم في تقويمهم وتاديبهم -

واستعمل في ذلك الرفق ، ولا تكثر العتاب فيهن العَدل ولا تل
تأديبهم بنفسك فإنه أبقى لمائك وأهيب لك -

اپنے لئے کوئی خاص وقت مقرر کر لینا جس میں اپنی حاجات اور
ضروریات پوری کیا کرنا اپنے ملازمین کی احوال کی خبر گیری کرتے رہنا اور
انکی درستگی اور تعلیم و تربیت کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا۔

انکے معاملات میں نرم خوئی اختیار کرنا اور تند خوئی سے اجتناب کرنا
ورنہ راہ اعتدال سے ہٹ جانے کی وجہ سے عدل نہ کر پاؤ گے، اور انکی کسی
لغزش پر بذات خود سزا نہ دینا ورنہ آپ کا رعب ان پر قائم نہ رہے گا اور آپ
انکی نظروں میں پروقا رہ سکو گے۔

فائدہ:

امام اعظم نے اپنے لئے خلوت اختیار کرنے کا مشورہ دیا ہے یہ زندگی
میں اپنا محاسبہ کرنے کا بہترین اصول ہے اس سے آدمی اپنے آپکو راہ
راست پر لاسکتا ہے اور درست اور غلط میں آسانی کے ساتھ تمیز کر سکتا ہے
اور یہ نبی علیہ السلام کے فرمان پر عمل ہے آپ نے فرمایا

حاسبوا قبل ان تحاسبوا

اپنا محاسبہ کرتے رہا کرو اس سے پہلے کہ اللہ ﷻ کی بارگاہ میں تمہارے اعمال کا محاسبہ کیا جائے۔

اور دوسری بات یہ ہے:

ہمیشہ اور ہر حال میں راہ اعتدال کو پیش نظر رکھنا کیونکہ اعتدال انسان کو ﷻ کے قرب میں لے جاتا ہے اور نفس و شیطان کے مکر و فریب سے محفوظ کر لیتا ہے

اور اہم ترین بات یہ ہے:

انسان اگر جذبات میں مبتلا ہو کر کوئی کام یا کوئی فیصلہ کرے تو اس پر بعض اوقات ساری زندگی کے لئے پچھتانا پڑتا ہے اس لئے امام اعظم کی نصیحت کہ ساری زندگی کے لئے بہترین اسوہ کی حیثیت رکھتی ہے



(۶): و حافظ علی صلواتك ، و أبذل طعامك فإنه ماساد بخيل قطّ ، و لتكن لك بطانة تعرفك أخبار الناس فمتى عرفت بفسادٍ بادرته الى صلاحٍ و متى عرفت بصلاحٍ ازددت فيه رغبةً و عنايةً
و أعمل في زيارة من يزورك و من لا يزورك ، و الاحسان الى من يُحسن إليك أو يُسيء ، و أخذ العفو و أمر بالعرف ، و تغافل عمالاً يعنيك ، و أترك كل من يُؤذيك -

اپنی نمازوں کی پابندی کیا کرنا، کثرت سے (اپنے تلامذہ اور دوست و احباب کو) کھانا کھلاتے رہنا اسلئے کہ بخیل آدمی کبھی سرداری والے کام نہیں کر سکتا اپنا کوئی مشیر خاص بنانا جو آپ کو لوگوں کے حالات سے آگاہ کرتا رہا کرے اسکا فائدہ یہ ہوگا کہ جب بھی تمہیں کسی بگاڑ کی خبر معلوم ہوگی تم اسکی بروقت اصلاح اور درستگی کر سکو گے، اور جب کسی خوبی کا علم ہوگا تو اس کام میں رغبت اور توجہ زیادہ کرو گے۔

آپ ہر ایک سے میل ملاقات رکھنا خواہ کوئی آپکے ساتھ میل ملاقات رکھے یا نہ رکھے، اور ہر کوئی جو آپ کے ساتھ اچھائی کرے یا برائی آپ اس کے ساتھ اچھائی ہی کیا کرنا۔ عفو اور درگزر کی عادت بنانا عام لوگوں کو بھی اچھے کاموں کا حکم دینا، لایعنی اور بے کار باتوں سے بے پرواہ رہنا، اور جو شخص تجھے ایذا رسانی کرے اسکے درپے ایذا نہ ہونا بلکہ اسکو اسکے حال پر چھوڑ دینا۔

(۷): و بادِرِ فِى اَقَامَةِ الْحُقُوقِ ، وَمَنْ مَرَضَ مِنْ اَخْوَانِكَ فَعُدْ بِنَفْسِكَ
وتعاہد برسلک ، ومن غاب مِنْهُمْ اُتَقَدَّتْ اَحْوَالُهُ ، وَمَنْ قَعَدَ مِنْهُمْ عَنْكَ
فَلَا تَقْعُدَنَّ اَنْتَ عَنْهُ ۔

وَصِلْ مَنْ جَفَاكَ ۔ وَأَكْرَمِ مَنْ اَتَاكَ ۔ وَأَعْفِ عَمَّنْ اَسَاءَ اِلَيْكَ ۔ وَ
مَنْ تَكَلَّمَ مِنْهُمْ فِىكَ بِالْقَبِيحِ فَتَكَلَّمْ فِيهِ اَنْتَ بِالْحَسَنِ وَالْجَمِيلِ ۔

اپنے ذمے میں لازم دوسروں کے حقوق کی بروقت ادائیگی کیا
کرنا۔ آپ کے دوست و احباب میں سے اگر کوئی بیمار ہو جائے تو بذات خود
اسکی بیمار پرسی کیا کرنا۔ اور اپنے قاصدوں کے ذریعے اسکے حالات کی خبر
گیری کیا کرنا۔ اور ان میں سے جو موجود نہ ہو اور انکے احوال کی پوری خبر نہ
معلوم ہو سکتی ہو تو اسکے احوال کی خبر کی پوری کوشش کرنا، اور جو شخص آپ سے
میل ملاقات چھوڑ دے تو آپ اس سے ملنا جلنا نہ چھوڑنا۔

جو شخص تجھ سے بدسلوکی کرے آپ اس کے ساتھ صلہ رحمی والا معاملہ
کیا کرنا۔ جو شخص بھی آپ کے پاس آئے اسکا اکرام کیا کرنا۔ جو بھی آپ
کے ساتھ برائی سے پیش آئے آپ اس کے عفو اور درگزر والا معاملہ
کرنا۔ اور جو شخص آپ کے بارے میں برائی والی بات کیا کرے آپ اس
کے بارے میں برائی کی بجائے اچھائی اور بہتری والی بات کیا کرنا۔

(۸): وَمَنْ مَاتَ مِنْهُمْ فَصَيِّتْ حَقَّهُ - وَمَنْ كَانَتْ لَهُ فَرَحَةٌ هَنَيْتَهُ بِهَا - وَ
 مَنْ كَانَتْ لَهُ مَصِيبَةٌ عَزَّيْتَهُ فِيهَا - وَمَنْ أَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ تَوَجَّعَتْ لَهُ بِهَا -
 وَمَنْ اسْتَنْهَضَكَ بِأَمْرٍ مِنَ الْأُمُورِ نَهَضْتَ لَهُ - وَمَنْ اسْتَعَاثَكَ أَعْتَتَهُ وَأَعِنَهُ -
 وَمَنْ اسْتَنْصَرَكَ فَانصُرْهُ - وَأَظْهَرَكَ تَوَدَّدَ إِلَى النَّاسِ مَا اسْتَطَعْتَ - وَأَفْشُ
 السَّلَامِ وَأَحْسِنِ السَّلَامَ وَلَوْ عَلَى قَوْمٍ لِنَامِ -

اگر کوئی شخص فوت ہو جائے تو اس کا آپ کے ذمے واجب الادا
 حقوق لازماً ادا کر دیا کرنا۔ اگر کسی شخص کو کوئی خوشی کا موقعہ میسر آئے تو اس
 کی خوشی پر اسکو مبارک باد ضرور دیا کرنا۔ اور اگر کسی کو کوئی مصیبت یا پریشانی
 لاحق ہو تو اسکی غم خواری کیا کرنا۔ اگر کسی کو کوئی تکلیف پہنچے اسکی دکھ درد میں
 ضرور شریک ہوا کرنا۔ اگر کوئی شخص آپ سے مدد کا طلب گار ہو تو ضرور اسکے
 ہمراہ ہو جایا کرنا۔ اگر کوئی تجھ سے فریادری کا طالب ہوا کرے اسکی فریاد کو
 ضرور پہنچنا۔ اگر کوئی شخص تجھ سے مدد کا طالب ہوا کرے اس کی ضرور مدد کی
 کوشش کیا کرنا۔ عام لوگوں کے ساتھ جہاں تک ممکن ہو محبت اور حسن سلوک
 والا معاملہ کیا کرنا۔ عام لوگوں کو سلام میں پہل کیا کرنا خواہ آپ کا گزر کمینے
 اور بے اصل لوگوں کے پاس سے ہی کیوں نہ ہوا کرے۔

(۹): وَمَتَى جَمَعَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ غَيْرِكَ فِي مَجْلَسٍ أَوْ ضَمَّكَ وَأَيَّاهُمْ مَسْجِدًا وَجَرَّتِ الْمَسَائِلُ وَخَاضُوا فِيهَا بِخِلَافِ مَا عِنْدَكَ لَمْ تَبْدَلْ لَهُمْ مِنْكَ خِلَافًا -

وان سُئِلْتَ عَنْهَا أَخْبِرْتَ بِمَا يَعْرِفُهُ الْقَوْمُ مِنَ الْقَوْلِ ثُمَّ تَقُولُ فِيهَا قَوْلٌ آخَرَ وَهُوَ كَذَا وَكَذَا وَالْحُجَّةُ لَهُ كَذَا وَكَذَا - فَإِنْ سَمِعُوهُ مِنْكَ عَرَفُوا مَنْزِلَتَكَ وَمَقْدَارَكَ فَإِنْ قَالَ هَذَا قَوْلٌ مِنْ قَوْلِ بَعْضِ الْفُقَهَاءِ - فَإِذَا اسْتَمَرَّوْا عَلَى ذَلِكَ وَالْفَوْهُ عَرَفُوا مَقْدَارَكَ وَعَظَّمُوا مَحَلَّكَ -

وَاعْطُ كُلَّ مَنْ يَخْتَلِفُ إِلَيْكَ نَوْعًا مِنَ الْعِلْمِ يَنْظُرُونَ فِيهِ - وَيَأْخُذُ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ بِحِفْظِ شَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ وَخُذْهُمْ بِجِلْيَةِ الْعِلْمِ دُونَ دَقِيقِهِ -

اور جب آپ اور بعض دوسرے اہل علم ایک مجلس میں جمع ہو جایا کریں یا آپ اور بعض دوسرے اہل علم ایک مسجد میں مل جائیں اور ایسی صورت میں سوالات کا سلسلہ شروع ہو جائے اور بعض لوگ آپ کے مسلک اور سوچ کے خلاف مسائل بتانے لگیں تو فوری طور پر ان کے سامنے اپنی رائے کا اظہار نہ کیا کرنا

ہاں اگر ان مسائل کے بارے میں آپ سے بھی رائے لی جائے اور اگر ایسا ہو تو سب سے پہلے انکی وہ رائے سامنے رکھنا جس پر وہ متفق ہو بیٹھے ہیں اور اس کی وضاحت اور اسکی نادرستگی کو اچھے انداز میں عیاں کرنا۔ اور اسکے بعد اس میں یوں اضافہ کرنا کہ اس میں ایک رائے اور بھی ہے اس سے

لوگ فوراً آپ کی طرف متوجہ ہو جائیں گے اور اس کے بعد اس رائے کو احسن طریقے بیان کیا کرنا اور اسکے موافق اور مخالف دلائل بیان کرنا اور موافقت والی جانب کی وجہ ترجیحات بیان کرنا جب وہ آپ سے یہ تفصیلات سنیں گے تو تو آپ کا علمی مقام اور آپ کی قدر و منزلت سے آگاہ ہو جائیں گے اس کے بعد انکو بتانا کہ یہ بھی بعض فقہاء کی رائے میں سے ایک ہے اور آپ کی بات انکے دل و دماغ میں بیٹھ جانے سے وہ آپ کی قدر و منزلت کے دل و جان سے معترف ہو جائیں گے اور آپ کے مسلک کو اختیار کر لیا کریں گے۔

آپ کے پاس ہر آنے والے کو کوئی نہ کوئی علمی بات ضرور بتا دینا جس کے بارے میں وہ سوچ و بچار کیا کرے۔ اور ان کے درمیان علم کی کھلی کھلی باتیں کیا کرنا مخفی اور پیچیدہ باتیں نہ کیا کرنا اس سے انکے ذہن الجھ جایا کریں گے۔

.....

اس مقام پر امام اعظم نے اختلاف مسائل کے بیان کے بارے میں عمدہ ترین اصول بیان فرمایا ہے

(۱۰): وَاَنسَهُمْ وَمَا زِحْمُهُمْ اَحْيَانًا - وَحَادِثُهُمْ فَانْهَاهَا تَجَلِبَلُ لَكَ مُوَدَّةُ الْحَدِيثِ وَتَسْتَدِيمُ مُوَاظِبَةَ الْعِلْمِ - وَاطْعَمَهُمْ اَحْيَانًا وَاقْضِ حَوَائِجَهُمْ وَاعْرِفْ مِقْدَارَهُمْ - وَتَغَافِلْ عَن زَلَّاتِهِمْ - وَارْفُقْ بِهِمْ وَسَامِحْهُمْ - وَلا تُبَدِّ لَاحِدٍ مِنْهُمْ ضَيْقَ صَدْرِكَ وَلا ضَجْرًا -

لوگوں کو اپنے ساتھ مانوس رکھا کرنا، اور کبھی کبھار انکے ساتھ مزاح بھی کر لیا کرنا اور ان کے ساتھ عام باتیں بھی کیا کرنا اس سے ان کے دلوں میں تیری محبت بھر جائے گی اور یوں تیری اشاعت علم کا سلسلہ جاری و ساری رہے گا۔ کبھی کبھار انکی دعوت بھی کر دیا کرنا۔ انکے ساتھ نرم خوئی کے ساتھ پیش آنا اور انکی بھول چوک سے درگزر کیا کرنا۔ اور عام لوگوں میں سے کسی کے ساتھ تنگ نظری اور تند خوئی والا معاملہ نہ کیا کرنا۔

.....

لوگوں کے ساتھ عام باتیں کرنے سے امام اعظم نے خود حکمت بیان فرمائی ہے کہ اس سے لوگ آپ کے ساتھ مانوس ہو جائیں اور آپ کی باتیں بڑے دھیان اور غور سے سنیں گے اور خاص طور سے جب کسی آدمی میں لوگوں کی غلطیاں درگزر کرنے کی عادت ہو تو اس سے لوگ بہت مانوس ہو جاتے ہیں۔

(۱۱): وَكُنْ كَوَاحِدٍ مِنْهُمْ - وَعَامِلِ النَّاسِ مُعَامَلَتَكَ لِنَفْسِكَ - وَارْضَ مِنْهُمْ مَا تَرْضَى لِنَفْسِكَ -

وَاسْتَعِنِ عَلَى نَفْسِكَ بِالصِّيَانَةِ لَهَا وَالْمُرَاقَبَةِ لِأَحْوَالِهَا - وَلَا تَضْجِرْ لِمَنْ لَا يَضْجِرُ عَلَيْكَ - وَدَعْ الشَّغْبَ - وَاسْتَمِعْ لِمَنْ يَسْتَمِعُ مِنْكَ - وَلَا تَكَلِّفِ النَّاسَ مَا لَا يَكْلِفُونَكَ -

اور عام لوگوں میں سے ایک بن کر رہا کرنا۔ لوگوں کے ساتھ وہی معاملہ کرنا جو تم اپنے لئے پسند کرتے ہو۔ اور ان سے اسی بات پر راضی ہو جانا جس سے تو خود راضی ہو جایا کرے یعنی اپنے اور دوسروں کے لئے الگ الگ معیار پسندیدگی نہ بنانا۔

حفاظت نفس کی اصلاح نفس کے ذریعے مدد حاصل کرنا۔ اور اس مقصد کے حصول کے لئے اسکے تمام احوال کی درستگی مراقبہ کے ذریعے کیا کرنا۔ اور جو شخص آپ سے تنگ دل نہ ہوا کرے آپ اس سے کبیدہ خاطر نہ ہوا کرنا۔ ذومعنی کلام اور فساد پیدا کرنے والی باتیں ترک کر دینا۔ جو آپ کی طرف دھیان دیا کرے آپ اس کی طرف متوجہ رہنا۔ جو لوگ آپ سے تکلفات میں نہ پڑا کریں آپ بھی ان سے تکلفات میں نہ پڑنا۔

(۱۲): وَارِضْ لَهُمْ مَا رَضُوا لِنَفْسِهِمْ - وَقَدِّمِ إِلَيْهِمْ حُسْنَ النِّيَّةِ -
وَاسْتَعْمَلِ الصَّدَقَ - وَأَطْرَحِ الْكِبَرَ جَانِبًا - وَأَيَّاكَ وَالْغَدْرَ وَأَنْ غَدَرُوا بِكَ -
وَأَذِ الْأَمَانَةَ وَإِنْ خَانُوكَ - وَتَمَسَّكَ بِالْوَفَاءِ - وَاعْتَصَمَ بِالتَّقْوَى - وَعَاشِرَ
أَهْلِ الْأَدْيَانِ حَسَبَ مُعَاشِرَتِهِمْ - فَإِنَّكَ إِنْ تَمَسَّكَتْ بِوَصِيَّتِي هَذَا رَجُوتُ
أَنْ تَسْلَمَ -

اور لوگوں کے ساتھ اسی طرح کے معاملات پر راضی ہونا جس قسم کے
معاملات میں تو ان سے توقع رکھے۔ ہر ایک ساتھ اچھی نیت کے ساتھ پیش
آنا۔ سچائی کو اپنا شیوہ بنانا۔

تکبر سے مکمل طور پر اجتناب کیا کرنا۔ دھوکہ دہی سے بچنا چاہے وہ
آپ کو دھوکہ دیں۔ آپ امانت داری کا شیوہ اپنائے رکھنا چاہے دوسرے
لوگ آپ کے ساتھ خیانت کیا کریں۔ وفاداری کا شیوہ اپنانا۔

تقویٰ پر مضبوطی سے قائم رہنا۔ دوسرے ادیان والوں سے اچھی
معاشرت اور حسن سلوک کا راستہ اختیار کرنا۔ اگر آپ نے میری اس وصیت
پر عمل کیا تو زندگی کی ہر آفت سے محفوظ رہو گے۔

(۱۳): ثم قال لى : انه يحزننى مفارقتك - وتونسى معرفتك - فواصلنى بكتبك - وعرفنى حوائجك - وليكن لى كلك فانى لك كلى ثم اخرج الى دنانير ، وكسوة ، وزاد ، وخرج معى وحمل ذلك حملاً وجميع أصحابه حتى شيعونى - وركب هو معهم حتى بلغنا الى شط الفرات - ثم ودعونى وودعتهم -

اس کے بعد امام اعظم نے مجھ سے فرمایا: مجھے آپ کی جدائی کا غم رہے گا۔ اور تیری خیر خبر دل کی خوشی کا سامان بنے گی۔ لہذا خط و کتابت کے ذریعے اپنے حال و احوال سے آگاہ کرتے رہنا۔ اور اپنی ضروریات سے آگاہ کرتے رہنا۔ اور میرے ساتھ ایسا بن کر رہنا جیسا میں آپ کے ساتھ رہا ہوں اس سے میں بھی آپ کے ساتھ اسی طرح کا معاملہ کروں گا۔

اس کے بعد میرے لئے درہم اور دینار نکالے اور زاد راہ تیار کیا اور میرے ساتھ ہی اپنے شہر سے روانہ ہوئے اور اور سارے سامان اٹھوایا اور تمام ساتھیوں کو ساتھ لیا اور میرے ساتھ مجھے روانہ کرنے کے لئے نکلے اور امام صاحب سمیت تمام لوگ سوار یوں پر سوار ہو کر نکلے حتی کہ ہم دریائے فرات کے کنارے پہنچ گئے۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے الوداع کیا اور میں نے انکو الوداع کہا اور میں اپنے راستے کا راہی ہوا۔

(۱۴): ثم انى قدمت البصرة - وعملت بما قال - فمضى الايام فكانت

سنن ابى حنيفة وصيانتہ الی وبر - أعظم من كل منة تقدمت له على -

اور میں بصرہ کی طرف روانہ ہوا اور وہاں پہنچ کر امام اعظم کی نصیحتوں پر عمل کیا۔ اس دوران امام ابوحنیفہ کی عادت یہ تھی وہ میری حفاظت اور نیکی کی اطلاع لیتے رہتے تھے۔ اور بعد میں بھی انہوں نے مجھ پر بہت احسانات کئے جنکا اندازہ اور شمار نہیں کیا جاسکتا۔ اور مجھے وہاں آئے ہوئے چند ایام ہی گزرے ہونگے کہ اہل بصرہ میرے دوست و احباب بن گئے اور انکی مجالس بے آباد ہونے لگیں اور علاقہ بصرہ میں امام اعظم کا مذہب اسی طرح عام ہو گیا جیسے کوفہ میں انکا مذہب عام تھا۔ اور حسن بصری اور ابن سیرین رحمہما اللہ کے مذہب کو لوگوں نے ترک کر دیا

امام ابوحنیفہ کی طرف سے ہدئے اور خطوط میرے پاس آتے رہے یہاں تک کہ آپ اپنے پروردگار کو جاملے اللہ ﷻ نے ان کے ذریعے ہمیں ہدایت نصیب فرمائی۔ اور آپ اچھی نصیحت کرنے والے اور صالح لہفتم کے استاذ تھے اب ہم میں ان جیسا کون ہو سکتا ہے اللہ کی ہمیشہ کی رضا مندی اور دائمی رحمتیں آپ پر تمام مسلمانوں اور تمام ائمہ کرام پر تا قیام قیامت ہوں۔



وصیت نامہ تو یہاں ختم ہو گیا۔

لیکن سوال یہ باقی ہے رہ جاتا ہے کہ بصرہ میں فقہ حنفی کی اشاعت کا سہرہ کس صاحب کے سر جاتا ہے اگرچہ امام یوسف بن خالد کا اس میں بہت بڑا کردار اور محنت ہے لیکن اس کی وضاحت میں امام ہلال بن یحییٰ الرّائے بصری فرماتے ہیں:

رحلَ يوسف بن خالد السمتي من البصرة الى الكوفة فتفقّه عند
ابى حنيفة فلما أراد الخروج الى البصرة ،

قال له ابو حنيفة : اذا صرت الى البصرة فانك تجيء الى قوم قد
تقدمت لهم الرئاسة فلا تجعل بالقعود عند أسطوانة واتخاذ حلقة ، ثم
تقول : قال أبو حنيفة قال أبو حنيفة فأنتك اذا فعلت ذلك لم تلبث حتى
تقام ،

امام یوسف بن خالد نے کوفہ میں امام اعظم کے پاس فقہت اور دین کی پوری سمجھ حاصل کر لینے کے بعد جب آپ نے واپس بصرہ کا پروگرام بنایا تو امام ابوحنیفہ نے فرمایا:

جب آپ بصرہ جاؤ گے تو لوگ آپ کو وہاں کی سرداری پیش کریں گے ایسی صورت میں کسی ستون کے ساتھ جڑ کر بیٹھ جانے، اور اپنے تلامذہ کا ایک حلقہ ترتیب دے کر یہ نہ کہنا شروع کر دینا کہ ابوحنیفہ نے یوں فرمایا اور ابوحنیفہ نے یوں فرمایا اگر تو نے یہ طریقہ کار اختیار کیا تو تجھے وہاں زیادہ دیر نہ ٹکنے دیا جائے گا بلکہ اٹھا دیا جائے گا۔

امام ہلال بن یحییٰ الرّائے بصری فرماتے ہیں:

فخرج يوسف فاعجبه نفسه وجلس عند اسطوانة وقال قال ابو حنيفة فاقاموه من المسجد فلم يذكر احدا ابا حنيفة حتى قدم زفر البصرة فجعل يجلس عند الشيوخ الذين تقدمت لهم الرئاسة فيحتج لأقوالهم بما ليس عنده فيعجبون من ذلك ثم يقول :

اس کے بعد یوسف بن خالد وہاں سے روانہ ہوئے۔ اور انکو اپنے اوپر بڑا ناز تھا اور اسی طرح ایک ستون کے پاس جا کر ڈیرے ڈالے اور لوگوں کے سامنے یہ فرمانے لگے کہ امام ابوحنیفہ نے یوں فرمایا اس بات سے انکو مسجد سے نکال دیا گیا اور یہ بات امام ابوحنیفہ نے کسی کے سامنے ذکر نہ کی یہاں تک کہ امام زفر کے بصرہ میں مقیم ہونے کا وقت آ گیا جب آپ وہاں مقیم ہوئے تو بصرہ میں مقیم مختلف علماء کی مجالس میں جاتے جو وہاں علمی لحاظ سے بڑے اعلیٰ درجہ کے سمجھے جاتے تھے اور ان کے ساتھ علمی موضوعات پر بات کرتے اور ان کے سامنے ایسے اقوال پیش کرتے تھے جنکو انہوں نے کبھی سنے بھی نہ ہوں۔

امام ہلال بن یحییٰ الرّائے بصری مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ههنا قول آخر أحسن من هذا ، فيذكره ويحتج له ولا يعلم انه

قول ابى حنيفة فاذا حسن فى قلوبهم -

قال :فانه قول ابى حنيفة فيقولون هو قول حسن لا نبالى من قال به فلم

بزل بهم حتی ردھم الی قول ابی حنیفۃ

(اعبار ابیحنیفۃ: ۴: ۱۰)

جب بات تفصیل سے آگے بڑھتی تو اس کے آپ فرماتے:

اس مسئلے کے بارے میں ایک اور رائے بھی ہے جو ان سب سے بہترین ہے اس کے بعد اس قول کی وضاحت فرماتے اور اس کی وجہ استدلال بیان فرماتے اور دوسرے اقوال اور علماء کی آراء پر اسکی وجہ ترجیح بیان فرماتے لیکن اس قول کے بارے میں یہ تذکرہ نہ کرتے تھے کہ یہ امام ابو حنیفہ کا قول ہے۔

جب سب علماء اس بات سے متاثر ہو کر اسکی توصیف اور تعریف کرنے لگتے۔ تو اس کے بعد آپ فرماتے کہ یہ تو امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔ جس کے جواب میں وہ سب علماء کہتے کہ ہمیں اس سے کیا غرض کہ کس کا قول ہے اور کس کا نہیں اس لئے کہ بات تو بہت اچھی کی ہے۔

اور آپ کا ایک زمانے تک یہی طریقہ رہا یہاں تک کہ بصرہ کے سارے لوگ امام ابوحنیفہ کے اقوال کی طرف مائل ہو گئے اور فقہ حنفی کی اتباع کرنے لگے۔

﴿ ۱۵ ﴾

متفرق
﴿ وصیتیں اور نصیحتیں ﴾

..... ☆

﴿ بے مثل کلمات ﴾

کلماتِ نعمان بلا امثال فی حسنہا فتسیر کالامثال
 امام ابوحنیفہ کے بولے ہوئے کلماتِ حسن اداء میں ایسے بے مثل ہیں
 کہ وہ لوگوں کے لئے ضرب الامثال بن گئے ہیں۔

امسی فرید الدھر فی الاقوال وغدا وحید العصر فی الافعال
 اقوالِ زریں کے لحاظ سے زمانے کے سب سے منفرد اور افعال
 شرعیہ کی بجا آوری میں کیتائے روزگار ہستی بن گئے

فك الائمة من اسار قیاسہم بقیاسہ فہم لہ کموالی
 تمام ائمہ کرام نے اپنے قیاسات سے اپنی گردنیں امام اعظم کے
 قیاس کے پیش نظر آزاد کروائیں اس لحاظ سے وہ سارے کے سارے امام
 اعظم کے موالی اور غلاموں کے حکم میں ہیں۔

ھیہات بل نسجوا علی منوالہ فہم موالی ذلک المنوال
 اسی طرح انہوں نے اپنے احکام فقہیہ کو اسی طریقہ اور منوال پر
 ترتیب دیا اس لحاظ سے وہ سب کے سب امام اعظم کے موالی اور غلام شمار
 کئے جاتے ہیں۔

مدن العلوم المقفلات تفتحت بابی حنیفۃ فاتح الاقفال
جن علوم کے شہروں کے دروازوں پر تالے پڑے ہوئے تھے امام ابو
حنیفہ کے ذریعہ وہ سب تالے کھل گئے اور اس لحاظ سے آپ تالے کھولنے
والے ہیں۔

لناس من طود العلوم حسیضۃ واحتل منه مرابض الاوعال
لوگوں کے لئے علوم کے بلند و بالا پہاڑ وادیوں کی اختیار کر گئے، گویا
پہاڑی بکروں کی کچھاران کے قبضے اور زیر تسلط آگئی ہے۔

هو فی شری فتیاء لیث زائر وصحابہ الابطال کالاشبال
آپ کا مقام تیز رفتاری میں اس نوجوان کی مانند ہے جو تیز دوڑتے
ہوئے چاروں طرف نظر رکھنے والا شیر ہو اور باطل کے راستوں پر چلنے
والے لوگ آپ کے سامنے شیر خوار بچوں کی مانند ہیں



(۱):

الایمان : هو الاقرار والتصديق

الفقه الاکبر: ۱۰

ایمان نام ہے زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کا
(گویا ایمان صاحب کے نزدیک ایمان کے دو ارکان ہیں زبان سے اقرار
اور دل سے تصدیق کرنا)

(۲):

ایمان اهل الارض واهل السماء واحد ، وایمان الاولین والآخرین
والانبياء واحد : لاننا كلنا امن بالله وحده ، وصدقناه ، والفرائض كثيرة
مختلفة وكذا الكفر واحد وصفة الكفار كثيرة ، وكلنا امن بما امن به
الرسول ولكن لهم علينا الفضل في الثواب في الايمان وجميع الطاعات
ولانهم كما فضلوا في الطاعات كذلك فضلوا في جميع الامور في
الثواب وغيرهم ، ولم يظلمنا في ذلك لانه لم ينقص من حقنا بل زادهم
اعظاما لهم لانهم القادة للناس وامناء الله تعالى ولا يساويهم في الرتبة
احد ولان الناس ادركوا الفضل بهم وكل من يدخل الجنة يدخل

بعائہم۔

المناقب لبرازی: ۱/۴۱/۲ ابو حنیفہ: ۱۵۴

تمام اہل زمین اور اہل آسمان کا ایمان ایک ہی ہے اور تمام انبیائے اولین اور آخرین کا ایمان ایک ہی ہے، اس لئے کہ ہم سب اسی ایک اللہ ﷻ پر ایمان لانے والے ہیں اور اسی کی تصدیق کرنے والے ہیں، اگرچہ عمل کرنے کے لئے اللہ ﷻ کے فرائض مختلف اوقات میں مختلف رہے ہیں۔ اسی طرح کفر تو ایک ہی ہے اور کفر کی صفات اور انداز مختلف ہیں۔

ہم سب اسی طرح اللہ ﷻ پر ایمان لائے ہیں جس طرح انبیاء و رسل ایمان لائے لیکن انکو ہمارے ایمان پر ثواب اور اللہ ﷻ کے احکامات کی اطاعت کے لحاظ سے فوقیت ہے۔ اور انکو چونکہ ایمان اور اطاعت کے لحاظ سے ہم پر فوقیت ہے اسی طرح انکو اللہ ﷻ کی طرف سے ملنے والے اجر و ثواب میں بھی فوقیت ہے، اور اس میں اللہ تعالیٰ ہم پر کوئی ظلم نہیں کر رہے ہیں بلکہ ہمیں تو اعمال کے بدلے میں ہمارا پورا حق مل رہا ہے اور ہمارے حق میں کوئی کمی نہیں کی جا رہی البتہ انکی عظمت اور بزرگی کی وجہ سے انکا اجر زیادہ کیا جا رہا ہے اس لئے کہ اللہ ﷻ نے انکو لوگوں کا مقتدا بنایا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انکو ہر قسم کی آفات سے امان دی گئی ہے لہذا انکو عام لوگوں کے ہم مرتبہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ بلکہ لوگ تو انکے ساتھ اپنا تعلق جوڑنے کے ساتھ اپنی فضیلت اور مرتبہ حاصل کرتے ہیں اور اللہ ﷻ کی

دائمی کامیابی کا حصول اور جنت میں دخول بھی انہی کی وجہ سے لوگوں کو میسر آتا ہے اس لئے انکا مرتبہ دوسروں سے بلند ہے۔

(۳):

الاسلام هو التسليم والانقياد لاوامر الله تعالى فمن طريق اللغة فرق بين الايمان والاسلام ولكن لا يكون ايمان بلا اسلام ولا يوجد اسلام بلا ايمان وهما كالظهر مع البطن والدين اسم واقع على الايمان والاسلام والشرائع كلها۔

الفقه الاكبر: ۱۱

اسلام نام ہے تسلیم اور اپنے اپنے آپ کو اللہ ﷻ کے اوامر و احکامات کے سامنے مطیع اور فرمانبردار بنادینے کا اس لئے لغوی طور پر تو اسمیں ایمان اور اسلام کے لفظ میں فرق ہے لیکن اسلام ایمان کے بغیر اور ایمان اسلام کے بغیر نہیں پایا جاسکتا اور انکی مثال کمر اور پیٹ کی مانند ہے جیسے وہ ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے اسی طرح ایمان اور اسلام میں بھی کوئی فرق نہیں ہے اور دین ایسا لفظ ہے جو ایمان اور اسلام اور شرائع سب کے لئے بولا جاتا ہے۔

(۴):

البول في المسجد أحسن من بعض القياس

احبار ابيحنيفة: ۱۳

قیاس کی بعض اقسام کو اختیار کرنے میں اللہ تعالیٰ کی اتنی ناپسندیدگی ہے کہ

اس سے مسجد میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنا کم درجہ ناپسندیدہ ہے۔

(۵):

إذا اردت حاجة من حاجات الدنيا فلا تأكل حتى تقضيها فان
الاكل يغير العقل -

جب کوئی دنیاوی شدید ضرورت پیش آجائے تو اسکو پورا کئے بغیر کھانا
نہ کھاؤ کیونکہ ایسا کھانا عقل میں تغیر پیدا کر دیتا ہے۔

(۶):

محمد بن علی بن حسین کے بارے میں امام عبدالعزیز بن ابی رواد نے
امام ابوحنیفہ سے کہا کہ یہ شخص ہے جسکو خلیفہ وقت بلا تے ہیں اور یہ امر
معروف اور نہی منکر کے بغیر رہ نہیں سکتے آپ انکو ایسے کلمات لکھ دیں جن
میں امر و نہی بھی آجائے اور اس میں آزمائش سے سلامتی اور حفاظت بھی ہو تو
امام ابوحنیفہ نے فرمایا:

أذا دخلت عليه فسلم فالتزم السكوت فان الكلام لهم ، فان
سألوك فان كان عندك جواب فاجب وان لم يكن فقل يا امير المؤمنين !
أنما تطلب الدنيا لاربعة خصال : تطلب لشرف فانت الشريف ابن
الشريف ابن عم رسول الله ﷺ وتطلب للملك فانت ملكت العرب
والعجم وتطلب للمال فقد رزقك الله تعالى ما لا يحصى من المال فاتق
الله تعالى يا امير المؤمنين وعليك بالعمل الصالح واتق ما نهاك الله عنه

تكون قد جمعت خیری الدنيا والآخرة -

جب آپ اسکے پاس جاؤ تو اسکو سلام کر کے بیٹھ جانا اور اسکو باتیں کرنے دینا۔ اور اگر وہ آپ سے سوال کرے اور آپ کے پاس اسکا کوئی جواب ہو تو ضرور جواب دو ورنہ بادشاہ وقت سے کہو کہ اے بادشاہ سلامت! دنیا چار وجہوں سے طلب کی جاتی ہے:

(۱): یا تو دنیا شرف و عزت کے لئے حاصل کی جاتی ہے تو آپ شریف ابن شریف اور حضور اکرم کے چچا زاد کی اولاد میں سے ہو۔

(۲): یا دنیا سرداری کے لئے حاصل کی جاتی ہے تو آپ اس وقت کے عرب و عجم کے سردار ہو۔

(۳): یا دنیا مال کے لئے حاصل کی جاتی ہے تو اللہ ﷻ نے اتنا مال دیا ہے جسکو شمار نہیں کیا جاسکتا

(۷):

اے امر المؤمنین اللہ سے تقویٰ اختیار کر، اعمال صالحہ کو اپنی زندگی کا شیوہ بنا اور جن باتوں سے اللہ ﷻ نے منع کیا ہے اس سے اجتناب کیا کر اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت کی ساری خیریں تیرے لئے جمع کر دے گا۔

(۸):

أذا قامت المرأة من موضعها فلا تجلس فيه حتى يبرد
جب کوئی عورت اپنی جگہ سے اٹھ جائے تو اس وقت تک کسی مؤمن

کو وہاں نہ بیٹھنا چاہئے جب تک اسکے بیٹھنے کی جگہ گرم ہو۔

(۹):

إذا كلمت القدری : فانما هو حرفان : اما ان يسکت و اما ان

یکفر ، يقال له :

هل علم الله فی سابق علمه ان تكون هذه الاشياء كما هي ؟

فان قال لا ، فقد كفر - وان قال نعم ،

أفأراد ان تكون كما علم أو أراد ان تكون بخلاف ما علم ؟

فان قال : اراد ان تكون كما علم فقد اقر انه اراد من المؤمنین الايمان ،

ومن الكافر الكفر ، وان قال : ان تكون بخلاف ما علم فقد جعل ربه

متمنيا متحسرا لان من اراد ان يكون ما علم انه لا يكون - اولا يكون

ما علم انه يكون فانه متمن متحسر - ومن جعل ربه متمنيا متحسرا فهو

کافر -

جب آپ کسی قدر یہ فرقی کے فرد سے بات کرو تو اس کا طریقہ

صرف دو حروف میں بات کرنا ہے اس کے جواب میں یا وہ خاموش ہو جائے

گا اور یا وہ کافر بن جائے گا۔

اس سے پوچھو: کیا ان تمام اشیاء کی حقیقت حال کا علم اللہ ﷻ کو موجودہ حال

میں آنے کے بارے میں پہلے سے تھا یا نہیں؟

اگر اس کا جواب نہیں میں دیگا تو کافر بن جائے گا اور اگر ہاں میں دیگا تو اس

سے پھر سوال کیا جائے گا کہ کیا یہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے یہ اللہ ﷻ کے ارادے کے مطابق ہے یا اس سے بالکل مختلف ہے؟
 اگر وہ جواب دے کہ اللہ تعالیٰ کے ارادے کے مطابق ہے تو گویا اس نے تسلیم کر لیا کہ اللہ ﷻ نے کافر کو کفر میں اور ایمان والوں کو ایمان میں اپنی چاہت کے مطابق مبتلاء کیا ہے اس لحاظ سے وہ صاحب ایمان بن جائے گا فرقہ قدریہ میں سے نہیں رہے گا۔

اور اگر کہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے علم کے خلاف ہے تو اس نے اللہ ﷻ کو تمنا کرنے اور حسرت میں مبتلاء ہونے والا قرار دے دیا ہے اس لئے کہ کوئی کام کرنا چاہے لیکن وہ ویسے نہ ہو یوں وہ کوئی کام نہ کرنا چاہے تو وہ اسکی منشاء کے خلاف واقع ہو جائے گویا وہ تمنا کرنے والا اور حسرت میں مبتلاء ہونے والا ہے اور جس شخص نے اللہ کو تمنا کرنے والا اور حسرت میں مبتلاء ہونے والا قرار دے دیا وہ کافر ہے۔

(۱۰):

أعظم الطاعات الايمان بالله تعالى ، وأعظم المعاصي الكفر
 بالله تعالى ، فمن أطاع الله في أعظم الطاعات وانتهى عن أعظم
 المعاصي رجونا له الغفران في ما يأتي بعد ذلك -

سب سے بڑی اطاعت اللہ ﷻ پر ایمان ہے اور سب سے بڑا گناہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر ہے۔ لہذا جو شخص اللہ ﷻ کی سب سے بڑی اطاعت

یعنی ایمان باللہ کو اختیار کرتا ہے اور سب سے بڑی نافرمانی یعنی کفر سے اجتناب کرتا ہو اس کی مرنے کے بعد کی زندگی میں خواہ وہ جیسی بھی ہو ہم اللہ ﷻ سے بخشش کے امیدوار ہیں۔

(۱۱):

اقول قولاً متوسطاً لا جبرَ ولا تفویضَ ولا تسلیطاً ، واللہ تعالیٰ لا یكلف العباد بما لا یطیقون۔

میں مسئلہ تقدیر کے متعلق میں ایسی درمیانی بات کہتا ہوں جس میں نہ بندوں پر اللہ ﷻ کی طرف سے جبر لازم آتا ہے اور نہ ہی اعمال کو بندوں کی طرف تفویض کر یا جاتا ہے اور نہ ہی عمل کسی پر مسلط کرنا ہے اور اللہ ﷻ بندوں کو ایسے کاموں میں مبتلا بھی نہیں کرتا جس کی انجام دہی کی وہ طاقت بھی نہ رکھتا ہو۔

(۱۲):

أَنَّ ذُو الشَّرَفِ أَمَّ عَقُولًا مِنْ غَيْرِهِمْ

اخبار اربعینة: ۳۰

اہل شرف اور بلند مرتبہ لوگ عام لوگوں کی نسبت زیادہ عقل والے ہوا کرتے ہیں۔

(۱۳):

أَنْ لَمْ يَكُنْ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ تَعَالَى فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ الْفُقَهَاءُ وَالْعُلَمَاءُ

فليس لله وليّ، قال الله تعالى: الله وليّ الذين آمنوا والعلماء والفقهاء
اشدّ معرفة بالله تعالى -

اگر دنیا و آخرت میں فقہاء اور اولیائے امت اللہ ﷻ کے اولیاء میں
نہیں تو پھر کوئی اللہ ﷻ کا ولی نہیں ہو سکتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ
ﷻ ایمان والوں کا دوست ہے، اور سب زیادہ اللہ ﷻ کی معرفت والے
اولیاء اور فقہاء ہوتے ہیں۔

(۱۴):

ان لم تریدوا بهذا العلم الخیر لم توفقوا۔
اگر علم دین کو اچھائی اور خیر کا ذریعہ نہ بنایا جائے تو یہ بندے کی زندگی
میں کوئی فائدہ نہیں دیتا۔

(۱۵):

أَنَّ النَّظَرَ فِي الْقَدْرِ كَالنَّظَرِ فِي شُعَاعِ الشَّمْسِ كُلَّمَا ازدَادَ نَظْرًا
ازداد حيرةً -

مسئلہ تقدیر کے بارے میں سوچ و پچار کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے
سورج کی شعاعوں میں دیکھنے والا ہو جتنی توجہ سے اسکی طرف دیکھے گا اتنی ہی
حیرت میں زیادہ ہو جائے گا۔

(۱۶):

التجارة بلا علم ربما تورث فساد المعاملة -

دینی علم کے بغیر تجارت میں مشغول ہونا بعض اوقات معاملات کو فاسد کرنے کا باعث بن جاتا ہے۔

(۱۷):

تفقهوا فی دین اللہ وذروا الناس وما صنعوا واختاروا لانفسهم
فیحو جہم الیکم۔

اللہ ﷻ کے دین میں تفقہ حاصل کرو اور لوگوں کو اور انکے حالات کو انہی کے حال پر چھوڑ دو بلکہ اپنی فکر کیا کرو لوگ از خود تمہارے محتاج بن کر تمہارے پاس حاضر ہو جائیں گے۔

(۱۸):

امام اعظم کے پاس جب بھی کوئی شخص آتا اور آپ کے پاس بیٹھ کر زیادہ ہی ادھر ادھر کی باتیں لگتا تو امام اعظم اس کو فرمایا کرتے تھے:

دَع مانت فیہ ، ماتقول فی کذا و کذا ؟ فیقطع علیہ کلامہ ،
ویقول : ایاکم ونقل مالا یحبہ الناس (ای من حدیث الناس) عفی اللہ
عمن قال فینا مکروہا رحم اللہ من قال فینا جمیلا ، تفقهوا فی دین اللہ
وذروا الناس وما وصفوا لأنفسهم فیحو جہم الیکم۔

یہ ادھر ادھر کی باتیں چھوڑو فلاں فلاں بات کے بارے میں بتاؤ؟
اس سے اس کی بات ختم ہو جاتی اس کے بعد فرمایا کرتے کہ لوگوں کی
ناپسندیدہ باتوں کو نقل کرنے (غیبت وغیرہ کرنے) سے بچا کرو۔ اللہ ہر

اس شخص کو معاف فرمائے جو ہمارے بارے میں کوئی غلط بات کہتا ہے اور جو ہمارے بارے میں کوئی اچھی بات کہتا ہے اللہ اس پر رحم فرمائے، اللہ کے دین کو سمجھو، لوگوں کی باتوں اور جو وہ اپنے بارے میں سمجھتے ہیں اسکو چھوڑ دو، اس سے وہ لوگوں کو خود بخود محتاج بنا کر تمہارے پاس پہنچا دئے جائیں گے

(۱۹):

رَأَيْتُ الْعَاصِيَ نَذَلَهُ ، فَمَرَّ بِهَا مَرَوَةً ، فَصَارَتْ دِيَانَةً ،
میں نے گناہگاروں کو اللہ ﷻ کی نظروں میں خسیس اور حقیر دیکھا،
اس لئے میں نے انکو مصائب کے نزول کا باعث جان کر چھوڑ دیا، اور میرا یہ
کام میرے لئے دیا ننداری کا نشان بن گیا۔

(۲۰):

سئل ابو حنیفة: عن علی ومعاویة وقتلی صفین فقال اخاف الله
ان اقدم علی شیء یسئلی الله عنها وذا اقامنی یوم القیامة بین یدیہ
لا یسئلی عن شیء من امورهم یسئلی عما کلفنی والاشتغال بذلك
اولی وقال تلك الدماء طهر منه اسناننا فلا نطهر منه السنننا وفي آخره
تلا

”ذَلِكُمْ اَتَمَّةٌ قَدْ خَدَمْتُمْ لَهَا مَا كَسَبْتُمْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تَسْأَلُوهُ
عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ“

امام ابو حنیفہ سے حضرت علیؑ اور حضرت معاویہؓ کے تنازع اور جنگ صفین میں شہید ہونے والوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا میں اللہ ﷻ سے ڈرتا ہوں کہ اللہ ﷻ کی باتوں میں کوئی سبقت لسانی کروں جبکہ قیامت کو اللہ ﷻ کی بارگاہ میں کھڑا کیا جاؤں تو اس کے بارے میں مجھ سے کچھ بھی نہ پوچھا جائے۔ لہذا مجھ سے وہ پوچھو جس کا میں مکلف ہوں اور اس کے علاوہ اور باتوں سے اجتناب کرنا اولیٰ ہے۔ اس کے بعد فرمایا یہ ایسے خون ہیں جن سے اللہ ﷻ نے ہمیں اپنے ہاتھ رنگین کرنے سے بچایا ہے۔ اس لئے میں اپنی زبان کو انکی کی وجہ سے رنگین نہیں کروں گا اور اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی

”یہ ایسے لوگ ہیں جو گزر گئے اور انکے لئے ہے جو انہوں نے کمایا اور تمہارے لئے ہے جو تم نے کمایا اور تم سے انکے اعمال کے بارے میں باز پرس نہ کی جائے گی“

(۲۱):

سئل ابو حنیفۃ عن حدیث قیس بن مسلم فی البان البقر؟ فقال : سبحان اللہ یحملہم الحرص علی ان یتروکوا الادب ان للعلم فضیلة وھیبة وان للعلم جلالۃ ، فصاحب العلم ینبغی ان یکون له وقار وسکون وخضوع ، لمن یقتبس منه ادخر حاجتک الی الغد تمامہ ، فتبا کرث فلم یحدثنی واشتغل عنه ففاتنی الحدیث -

امام ابوحنیفہ سے حضرت قیس بن مسلمؓ کی گائے کے دودھ کے بارے میں منقول حدیث کے بارے میں پوچھا گیا جس کے جواب میں آپ نے فرمایا۔ سبحان اللہ! آپ میں علم کی حرص اس قدر بڑھ گئی کہ حصول علم کے آداب بھی آپ کو بھول گئے آخر علم کا بھی کچھ رعب ہے اور اسکا جلال ہے اور اسکی عظمت ہے۔ لہذا صاحب علم کو چاہئے کہ حصول علم کے وقت اطمینان کی حالت میں ہو اور پروقا را انداز میں ہو اور استاد کے سامنے عاجزی ظاہر کرنے والا بھی ہو۔ اور اگر واقعی آپ حصول علم کے متمنی ہیں تو اپنی خواہش کو کل تک روکے رکھو بالآخر میں دوسرے دن صبح تک کا منتظر رہا (اور میں نے دوبارہ نہ پوچھا) تو آپ نے بھی مجھے جواب نہ دیا اور یوں مجھ سے علم حدیث کا حصول فوت ہو گیا۔

(۲۲):

سئل ابو حنیفۃ عن مسائل بعد صلوٰۃ الصبح فاجاب فیہا فقیل
لہ: ایس کانوا یکرہون الکلام فی مثل هذا الوقت الابخیر؟ فقال ابو
حنیفہ رحمہ اللہ:

وأئی خیر اکبر من ان نقول هذا حلال وهذا حرام، تنزه اللہ و
تحذر الخلق من معاصیه،

﴿الجرار لولا فرغ من الزرار جامع صاحبہ﴾

امام ابوحنیفہ سے نماز فجر کے بعد مسائل پوچھے جاتے تو آپ اس میں جواب دیا کرتے تھے۔ اس بات پر کسی نے اعتراض کیا کہ کیا اس وقت نیکی کی باتوں کے علاوہ کسی اور موضوع پر باتیں کرنا مکروہ نہیں ہے تو آپ کیوں کلام کر رہے ہیں؟ امام ابوحنیفہ نے جواب میں کہا کہ اس بات سے سے بڑھ کر کوئی بات زیادہ نیک ہوگی جس میں اللہ ﷻ کے حلال و حرام کا درس دیا جائے اور اللہ ﷻ کی صفات عارضہ اور قبیحہ سے پاکیزگی بیان کی جائے اور لوگوں کو معاصی سے اجتناب کا درس دیا جائے۔ اس لئے کہ جب توشہ دان زادراہ سے خالی ہوتا ہے تو مسافر کو بھوک میں مبتلا ہونا پڑتا ہے۔

(۲۳):

سئل ابا حنیفہ بما يستعان علی حفظ الفقه ؟

قال : بجمع الهمة -

قیل وبما يستعان علی جمع الهمة ؟

قال : بحذف او بترك العلائق -

قیل : وبما يستعان علی حذف العلائق ؟

قال : بأخذ الشيء عند الحاجة ولا تزدد -

امام اعظم سے سوال کیا گیا کہ حفظ فقہ پر کوئی شخص کس طرح قدرت اختیار کر سکتا ہے؟

آپ نے جواب دیا کہ اپنی ہمت میں کیسوئی پیدا کرنے سے۔

پھر پوچھا گیا ہمت میں یکسوئی کیسے پیدا کی جاسکتی ہے؟
 آپ نے جواب دیا اپنی زندگی میں سے لایعنی باتوں کو ختم کرنے سے۔
 پھر آپ سے پوچھا گیا کہ کوئی آدمی اپنی زندگی میں سے لایعنی کو کیسے ختم
 کر سکتا ہے؟

آپ نے فرمایا: کسی چیز کی جب ضرورت ہو اسکو لیا جائے اور جتنی ضرورت
 ہو اسی قدر اس کو لئے جانے سی آدمی اپنی زندگی میں سے لایعنی کام ختم کر سکتا
 ہے

فائدہ: اس روایت کے راوی امام وکیع ہیں جو امام شافعی کے بھی استاد ہیں
 اور یہ سوال و جواب کا سارا واقعہ انہوں نے ذکر کیا ہے اس وضاحت کی
 ضرورت اس لئے پیش آئی تاکہ قارئین کو معلوم ہو جائے کہ کوئی آدمی مسائل
 کے نامعلوم ہونے سے اسکو فرضی نہ سمجھ لے اور مسائل جتنے بلند مرتبے والا
 ہوگا وہ مسئلہ اسی قدر اہمیت اختیار کر جاتا ہے۔ اور اس لحاظ سے امام وکیع
 اپنے وقت کے بڑے جلیل القدر ائمہ میں سے ہونے کے ساتھ ساتھ امام
 اعظم ابوحنیفہ کے تلامذہ میں سے تھے اور انہوں نے اس روایت کو نقل کیا
 ہے۔

(۲۴):

سئل ابو یوسف عن الامام علقمة والاسود أيهما افضل؟ فقال:

والله ما قدری ان اذکرهما الا بالدعاء والاستغفار اجلاً لهما، فكيف

افضل بینہما۔

امام ابو یوسفؒ نے امام صاحبؒ سے سوال کیا کہ آپ کے نزدیک آپ کے دونوں استاذ امام علقمہؒ اور امام اسود بن یزید میں سے کون افضل اور بہتر ہے؟ تو آپ نے جواب دیا: اللہ کی قسم میں نے آج تک انکی عظمت اور بلندی شان کی وجہ سے ان کا تذکرہ بغیر دعاء اور استغفار کے نہ کر سکا تو انکے درمیان افضلیت کا سوال کہاں سے آگیا۔

(۲۵):

عجبتُ لقومٍ يقولون بالظنِّ ويعملون به ، فان الله تعالى لم يرض
لنبيِّه عليه السلام بذلك فقال ولا تقف مالميس لك به علم -

مجھے ان لوگوں پر تعجب ہوتا ہے جو ظنی باتوں کو بنیاد بناتے ہیں اور اس کے مطابق عمل بھی کر جاتے ہیں جبکہ اللہ ﷻ نے اپنے نبی ﷺ کے لئے بھی اس عمل کو پسند نہیں فرمایا اور اس بارے میں ہدایت دیتے ہوئے فرمایا: ”جس بارے میں آپ کو پورا علم نہ ہو اس بات کے پیچھے نہ پڑیں“۔

(۲۶):

عفى الله عمَّن قال فينا مكروهاً ، ورحم الله من قال فينا
جميلاً -

جو شخص ہمارے بارے میں بدگوئی کرتا ہے اللہ اسکو معاف فرمائے۔
اور جو ہمارے بارے میں اچھا کلام کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے حال پر رحم اور

مہربانی فرمائے۔

(۲۷):

امام اعظم کے ساتھ ایک شخص مناظرے میں مصروف تھا اور جب اس سے جواب نہ بن پڑا تو امام صاحب کو مخاطب ہو کر کہنے لگا ”اللہ سے ڈرو“

فانقبض واصفر لونه وارتعد وطأطأ رأسه ثم قال يَا أَخِي جَزَاكَ
اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ خَيْرًا فَمَا أَحْوَجَ النَّاسَ إِلَيَّ مَنْ يَذْكُرُهُمُ اللَّهُ وَقَتَ إِعْجَابِهِمْ
بِمَا يَظْهَرُ عَلَيَّ أَلَسْتَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ - حتى يريد الله باعمالهم -

إِعْلَمَ أَنِّي مَانَطَقْتُ بِالْعِلْمِ إِلَّا وَأَنَا أَعْلَمُ إِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ يَسْتَلْنِي عَنِ
الْجَوَابِ وَلَقَدْ حَرَصْتُ عَلَى طَلَبِ السَّلَامَةِ -

آپ اسی وقت رک گئے اور آپ کا چہرہ زرد ہو گیا اور جسم میں
جھرجھری لی اور سر مبارک جھکا لیا۔ اس کے بعد فرمایا: اے میرے بھائی اللہ
ﷻ آپ کو جزائے خیر دے عجب میں مبتلاء ہونے سے پہلے لوگوں کو اس
بات کی سخت ضرورت ہوتی ہے کہ انکو اللہ ﷻ کی یاد دلائی جائے تاکہ وہ
واقعاً عجب کی پر خار وادی میں نہ جا گریں۔ اور اپنی زبان سے علم کو اس
انداز سے ظاہر نہ فرمادیں جو عجب نظر آنے لگے تا آنکہ بندے کے اعمال
خالص اللہ ﷻ کے لئے ہو جائیں۔ اس کے بعد فرمایا:

جان لو! میں نے آج تک علم کی کوئی بات ایسی نہیں کی مگر جس سے
پہلے میرا یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے اسکا جواب ضرور لیں گے اس

لئے میں نے ہمیشہ کی سلامتی کو پیش نظر رکھا۔

(۲۸):

امام اعظم کے پاس حسن بن زیاد الولوی کے والد آئے اور انکی شکایت کی کہ یہ تو آپ کے پاس ڈیرے لگائے رہتے ہیں اور میری صرف بیٹیاں ہیں آپ اسکو سمجھائیں کہ وہ ایسا طریقہ نہ اختیار کرے کہ میری مدد ہی نہ کرے جب امام حسن بن زیاد آئے تو امام اعظم نے انکو بتایا کہ یوں آپ کے والد آئے تھے اور یہ یہ کہہ رہے تھے اور اسکے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ انہیں معلوم نہیں ہے:

الزم فانی لم اراقبها قط فقيرا

آپ اس راستے کو لازمی طور پر پکڑت رکھنا کیونکہ آج تک کسی فقیہ کو میں نے فقر اور غربت میں نہیں دیکھا

(احبار ابی حنیفة: ۱۳۲)

(۲۹):

امام اعظم کو امام زفر نے اپنے نکاح کے لئے دعوت دی جب امام ابوحنیفہ تشریف لائے تو وہاں وقت کے متعدد اور معروف ائمہ کرام موجود تھے امام ابوحنیفہ کی آمد سے پہلے کسی نے کہا کس کا انتظار کر رہے ہو سارے ائمہ کرام تو یہاں موجود ہیں انہوں نے جواب دیا کہ میں امام ابوحنیفہ کا انتظار کر رہا ہوں جب کچھ دیر کے بعد امام ابوحنیفہ تشریف لائے تو میزبان

نے امام صاحب سے کہا کہ نکاح کا خطبہ آپ پڑھئے امام صاحب نے
فحمد اللہ واثنی علیہ وصل علی النبی ﷺ ثم قال اما بعد فان
الكلام كثير ومحكمه يسير ، وان الكلام لا ينتهى حتى ينتهى عنه وخير
الكلام ما ارید به وجه اللہ تعالیٰ وشرّ الكلام ما يكون لغير اللہ تعالیٰ
وعقد النكاح -

فقال في خطبته : هذا زفر بن الهذيل وهو امام من ائمة

المسلمين وعلم من اعلام الدين في حسبه وشرفه وعلمه -

پھر آپ نے اللہ ﷻ کی حمد و ثناء کی اور رسول اللہ ﷺ پر درود پیش کیا
اور اس کے بعد فرمایا: باتیں تو بہت ہیں لیکن ان میں درست کم ہی ہوتی
ہیں اور باتیں ختم ہونے میں نہیں آتیں جب تک انکو ختم نہ کیا جائے۔ اور
سب سے اچھی بات وہ ہے جو اللہ ﷻ کی رضا جوئی کے لئے کی جائے اور
سب سے بدترین بات وہ ہے جو اللہ ﷻ کے غیر کی رضا جوئی کے لئے کی
جائے

اس کے بردفرمایا یہ زفر بن ہذیل ہیں جو مسلمانوں کے ائمہ میں سے ایک امام
ہیں اور دین کے اعلام میں سے حسب و نسب اور شرف و مرتبہ کے لحاظ سے
ایک علم اور نشانی ہیں اس کے بعد عقد نکاح کروادیا۔

امام اعظم کے پاس عبد اللہ بن الامعط اور حسن بن عیسیٰ بن زید تشریف لائے تو آپ نے انکا کھڑے ہو کو استقبال کیا اور انکو احترام والی جگہ پر بٹھایا اور اس کے بعد فرمایا:

قال جدك صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يكره ان يقوم احد ل احد الا لثلاثة ذو سلطان

لسلطانه وذو علم لعلمه وذو شرف لشرفه وانت منهم -

آپ کے جد مکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: کسی شخص کی آمد پر کھڑا ہونا مکروہ ہے سوائے تین افراد کے اور وہ تین افراد یہ ہیں:

(۱) ایک تو وہ شخص جس کو اللہ جَلَّالَهُ عَزَّوَجَلَّ نے حاکمیت دی ہو تو اس کی حاکمیت کی وجہ سے اس کی آمد پر کھڑا ہونا درست ہے۔

(۲) دوسرا وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے علم دیا اور اس کی آمد پر اس کے علم کے احترام میں کھڑا ہونا درست ہے۔

(۳) تیسرا وہ شخص جس کو اللہ جَلَّالَهُ عَزَّوَجَلَّ نے عزت اور بلند مرتبہ دیا ہو اس کی آمد پر اس کے احترام میں کھڑا ہونا درست ہے اور اے حسن آپ ان میں سے ہو۔

(۳۱):

قراءة عاصم مستقيمة وفي قراءة حمزة تفصير

امام عاصم کوفی کی قرأت میں استقامت ہے جبکہ امام حمزہ کوفی کی قرأت میں تفصیر ہے

(۳۲):

امام علی بن حسین بن واقد نے اپنے چچا سے روایت بیان کی ہے کہ

ایک دن

رأیت ابا حنیفة: یفتی فی اول النهار الی ان تعالی النهار، فلما خف عنه

الناس دنوت منه -

فقلْتُ یا ابا حنیفة!

لو ان ابابکر وعمر فی مجلسنا هذا ثم ورد علیهما ما ورد علیک

من هذه المسائل المشکلة لکفأعن بعض الجواب وقفاعنه -

فنظر الیه وقال: أمحمومٌ انت؟ - یعنی مبرسماً

میں نے امام ابوحنیفہ کو دیکھا کہ صبح سے سوالات کے جواب دینے لگے یہاں

تک کہ اچھا خاصا دن چڑھ آیا جب لوگوں کا ہجوم قدرے کم ہوا تو میں آپ

کے قریب جا کر کہا:

اے ابوحنیفہ! اگر ابوبکر و عمر آج ہماری مجلس میں ہوتے اور ان کے سامنے

اس قسم کے مشکل مسائل پیش کئے جاتے تو وہ بعض سوالوں کے جواب نہ

دے سکتے اور بعض سوالات پر خاموشی اختیار کر لیتے!

امام اعظم نے اس کی طرف ایک نظر دیکھا اور فرمایا:

کیا تو بیمار تو نہیں؟ یعنی تیری اعصاب میں تناؤ تو نہیں آ گیا - کیونکہ اسی

تناؤ کی وجہ سے آدمی بہکی بہکی باتیں کرنے لگتے ہیں -

(۳۳):

القران کلام اللہ لایجاوز بہ

قرآن اللہ کا کلام ہے اور اس کے بارے میں ہمیں اتنی بات ہی کافی ہے۔

(۳۴):

لا تجمیع الذنوب لحبیبك والاموال لبغیضك فالحبیب النفس

والبغیض الوارث

اپنے محبوب کی وجہ سے گناہ اور دشمن کی وجہ سے مال جمع کرنے کے پیچھے نہ پڑا رہا کر۔ محبوب انسان کا نفس ہے اور دشمن اس کے ورثاء ہیں۔

(۳۵):

لا تحدث بفقیهك من لا یشتهیه فتؤذی جلیسك۔

کسی نہ چاہنے والے شخص کے سامنے اپنی فقہت علمی بیان نہ کیا کر ورنہ حسد کی وجہ سے تیری یہ خصوصیت ترے دوستوں میں نقصان کا باعث بن جائے گی۔

فائدہ: اس لئے وہ فقیہ آپ کی باتوں میں طعن و تنقید کرے گا جس سے آپ کے سادہ لوح دوست متاثر ہو کر آپ سے بدگمان ہو جائیں گے۔

(۳۶):

ولا نکفر مسلما بذنب وان کان کبیرۃ اذا لم یشتلها ولا نزیل

عنه اسم الایمان۔

ہم کسی مسلمان کو اسکے گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے کافر نہیں کہتے اور نہ ہی اس سے ایمان کا نام زائل کرتے ہیں خواہ وہ گناہ کبیرہ ہی کیوں نہ ہوں تا وقتیکہ وہ اس گناہ کو حلال جان کر نہ کرے۔

(۳۷):

لا تسئلنی عن أمر الدین و أنا ماشٍ ، ولا تسئلنی و أنا أحدث الناس ، ولا تسئلنی وانا قائمٌ ولا تسئلنی وانا متکی ، فان هذه أمّاکن لا یجتمع فیها عقلُ الرّجل -

اخبار ایحیفة: ۲۹

مجھ سے دین کے بارے میں میرے پیدل چلنے، لوگوں سے باتیں کرنے، کھڑے ہوئے ہونے، ٹیک لگائے ہوئے ہونے کی صورت میں کوئی علمی سوال نہ کیا کرو۔ اس لئے کہ یہ مواقع ہیں جہاں آدمی کی عقل مجتمع نہیں ہوتی۔

(۳۸):

مسئلہ کلام باری کے بارے میں امام اعظم کے تلامذہ کو درپیش مسائل کے بارے میں وصیت کرتے ہوئے امام اعظم نے فرمایا:

لا تکلّموا فیہا ، ولا تسئلوا عنہا ابدأً ، انتہوا الی انہ کلام اللہ عزّوجلّ ، بلا زیادة حرفٍ واحدٍ ، ما احسب هذه المسئلة تنتهی حتی توقع اهل الاسلام فی أمرٍ لا یقومون ، ولا یقعون معہ

اس قسم کے مسائل کے بارے میں زیادہ کلام نہ کیا کرو اور نہ اس قسم کے سوالات کی ٹوہ میں پڑا کرو بلکہ اس بات پر مطمئن ہو جاؤ کہ یہ اللہ جل جلالہ کا کلام ہے اور اس سے ایک حرف کی کمی یا زیادتی کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ اہل اسلام اس مسئلے میں ضرور مبتلاء ہونگے اور اس مسئلے کے بارے میں انکی کیفیت یہ ہو جائے گی کہ ان سے نہ اگلے بنے گی اور نہ نکلے بنے گی۔

(۳۹):

لا يترك القاضى على القضاء اكثر من سنة حتى يعود الى العلم ،
فیتذکرہ ثم يتولى ثانيا۔

کسی قاضی کو ایسا نہ رہنے دیا جائے کہ وہ ایک سال سے زیادہ اپنے علم کی تجدید نہ کر سکے، جب اس کو ایسی مہلت دی جائے اور وہ اپنے علم کی تجدید کر لیا کرے تو اسکو دوبارہ اسکے عہدہ قضاوت پر فائز کر دیا جائے۔

(۴۰):

ابو جعفر منصور امام ابو حنیفہ کو کہا کرتا تھا کہ اے ابو حنیفہ آپ ہمارے ساتھ کبھی کھانا کیوں نہیں کھاتے تو امام ابو حنیفہ نے اسکو ایک دن جواب دیا:
لَأَنْكَ إِذَا قَرَّبْتَنِي فَتَسْتَنِي ، وَإِذَا أَقْصَيْتَنِي حَزَنْتَنِي ، وَلَيْسَ عِنْدَكَ
مَا أَرْجُوكَ لَهُ ، وَلَيْسَ عِنْدِي مَا أَخَافُكَ عَلَيْهِ ، وَإِنَّمَا يَغْشَاكَ مَنْ يَغْشَاكَ ،
وَيَسْتَعْنِي بِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ ، وَأَنَا غَنِيٌّ بِمَنْ أَعْنَاكَ ، فَلَمْ أَعْشَاكَ فِيمَنْ

يَغْشَاكَ ، ثُمَّ أَنْشَأَ يَقُولُ :

كسرة خبزٍ وقعُ ماءٍ وسحقُ ثوبٍ مع السَّلامَةِ
خيرٌ من العيشِ في نعيمٍ يَكُونُ مِنْ بَعْدِهَا نَدَامَةٌ

اس لئے کہ جب آپ میرے قریب ہونگے تو مجھے آزمائش میں ڈال دیں گے، اور اس کے بعد جب مجھ سے دور ہونگے تو مجھے غمگین کر دیں گے، اور آپ کے پاس کوئی ایسی خاص چیز نہیں جس کی مجھے طلب ہو، اور میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس کے بارے میں میں خوف زدہ ہوؤں، لہذا جو آپ کے پاس آتا ہے وہی ٹھیک ہے تاکہ اس کی وجہ سے آپ کو مجھ جیسے لوگوں سے مستغنی کر دے، اور جو مجھ سے مستغنی ہو میں بھی اسی طرح اس سے مستغنی ہو جاؤں، اس لئے جو وہ شخص آپ کے کام آسکتا ہے وہ میں نہیں آسکتا۔ اور اس کے بعد ایک شعر کہا جس کا مفہوم یہ ہے:

روٹی کا ٹکڑا ایک، اور ایک پیالہ پانی کا
بوسیدہ کپڑوں کا ایک جوڑا سلامتی کے ساتھ
بہتر ہے یہ ان نعمتوں بھری زندگی سے آج
کہ ہو بعد جسکے ندامت و شرمندگی کا سامنا۔

:(۴۱)

لو كان العوام لى عبيداً لأعتقهم ، وتبرأث من ولائهم ، ولولا انهم

علوفة لأوجبت فيهم الصدقة۔

اگر عام لوگ میرے غلام ہوتے تو میں ان کو آزاد کر دیتا اور انکی ولایت سے بھی برائت کا اعلان کر دیتا اور ہاں اگر وہ چارہ کھانے والے جانور ہوتے تو میں ان پر ضرور صدقہ لازم کر دیتا۔

(۴۲):

لولا الفرق من اللہ ان یضیع العلم ما أفتیئٹ احداً یکون لهم المهنيء وعلی الوزر

أخبار ابیحنیفہ: ۳۴

اگر اللہ تعالیٰ سے علم کے ضائع ہونے کا مجھے ڈر نہ ہوتا تو میں کبھی بھی فتویٰ نہ دیتا لیکن اسی صورت میں جہلاء خوش ہوتے لیکن مجھے اسکا بڑا غم ہوتا۔

فائدہ: ایسا کلام عموماً کوئی بڑے مرتبے والا شخص کی کر سکتا ہے جسکو معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو بڑی ذمہ داری دی گئی ہے۔

(۴۳):

امام ابوحنیفہ اپنے ساتھیوں سمیت رات بھر امام حماد کے پاس جاگتے رہتے تھے تاکہ ان سے علم فقہ حاصل کریں، اور امام حماد نے ایک مرغ رکھا ہوا تھا جیسے ہی وہ آذان دیتا تھا یہ امام حماد علمی مجلس کے ختم ہونے کی نشانی ہوا کرتی تھی۔ لہذا مرغ کی آواز کے ساتھ ہی امام حماد اپنی مجلس ختم فرما دینے کا اعلان فرما دیا کرتے اور مجلس سے اٹھ جایا کرتے تھے، اور اگر کبھی مرغ

کبھی جلد آذان دیدیتا تھا امام ابوحنیفہ فرمایا کرتے تھے۔

مالك من ديك؟ قبح الله قطع حديثنا ان شرالدك ما صاح

اول الليل۔

اے مرغ تجھے کیا ہو گیا ہے اللہ ترا بُرا کرے تو نے ہمارے نقل حدیث کو روک دیا ہے۔ اور فرمایا: سب سے بُرا مرغ وہ ہے جو رات کے ابتدائی حصے میں بولے۔

(۴۴):

ومن قطع عليك حديثا فلا تعده ، فانه قليل المحبة للعلم

والأدب۔

جو شخص آپ کو بات کے درمیاں میں ٹوک دے تو اپنی بات کا اس کے سامنے دوبارہ اعادہ نہ کیا کر اس لئے کہ ایسا شخص علم و ادب کے ساتھ کوئی مس اور تعلق نہیں رکھتا

فائدہ:

اس لئے کہ اسے شخص کے سامنے دوبارہ وہ علمی مسئلہ بیان کرنے سے علم کی ناقدری ہوگی اور وہ شخص اس بات کو دوبارہ بھی اسی طرح ٹوک سکتا ہے، اور اگر ایسا نہ بھی ہو تو بھی اس کے دل میں عجب اور تکبر پیدا ہو سکتا ہے اس لئے ایسے شخص کے سامنے دوبارہ بیان نہ کرنا چاہئے۔

(۴۵):

ما افتريت على الله منذ فقهت في دين الله -

جب سے میں نے اللہ کے دین میں فقہت حاصل کی ہے۔ اس وقت سے میں نے اللہ ﷻ پر کوئی افتراء نہیں باندھا۔
فائدہ:

اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھنے سے مراد یہ ہے کہ کوئی ایسی بات نہیں کی اور نہ کسی کو کوئی ایسا کام کرنے کو کہا ہے جو اللہ تعالیٰ کی منشاء اور مرضی کے خلاف ہو اسلئے کہ کسی کو کوئی ایسا کام کہنا جو اللہ تعالیٰ کی منشاء نہ ہو تو گویا وہ اللہ تعالیٰ پر افتراء اور بہتان ہے۔

(۴۶):

ما صليتُ صلوةً منذ نحو من خمسين سنة إلا وأنا استغفر الله من

ترکی الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر -

پچاس برس سے میں نے کوئی ایسی نماز ادا نہیں کی جس میں میں نے اپنے امر معروف اور نہی منکر کے ترک کرنے پر اللہ ﷻ سے توبہ اور استغفار نہ کی ہو۔

فائدہ:

چونکہ امر معروف اور نہی منکر کو بعض ائمہ نے فرائض میں شمار کیا ہے جیسا کہ امام ابو مطیع فرماتے ہیں:

قد امر الله تعالى ورسوله بالامر بالمعروف والنهي عن المنكر وهو

فريضة واجبة؟

فقال كذلك -

مجموعۃ الفقہ الاکبر: ۱۳۳

اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول نے امر معروف اور نہی منکر کرنا ہمارے ذمے
واجب نہیں ٹھہرایا؟

امام اعظم نے جواب دیا کہ بالکل ٹھہرایا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امر معروف اور نہی منکر کرنا کس قدر لازم ہے۔

ایک مقام پر امام اعظم: قرآن کریم کی ایک آیت سے استدلال
کرتے ہوئے امر معروف اور نہی منکر کو فریضہ قرار دیتے ہیں۔

اور اسکے کئی مقامات اور کئی طریقے ہیں اور ایک طریقہ بھی چھوٹ
جائے تو اس پر احکام الہیہ کے پیروکاروں کو گرانی گزرتی ہے۔ اور امام
اعظم اسی پر استغفار کرتے ہیں۔

(۴۷):

ما قاتل أحدٌ علياً إلا وعليٌّ أولىٌ بالحق منهُ

المناقب: ۲/۸۳ ابوحنيفة: ۱۴۵

جس شخص نے بھی حضرت علیؓ ساتھ قتال کیا۔ حضرت علیؓ ان میں سب
سے زیادہ راہ راست پر تھے۔

(۴۸):

ما يعرف الفقه وقدره قدر اهله من كان ثقیل المجالسة كان

يقول:

عدمنا ثقال الناس في كل بلدة فيارب لا تغفر لكل ثقیل
جو شخص اپنی مجلس میں کسی اور کی بات سننا گوارہ نہ کرتا ہوا سکو علم فقہ
اسکی اہمیت اور فقہاء کی قدر و قیمت کا اندازہ نہیں لگا سکتا اور آپ اکثر یہ شعر
پڑھا کرتے تھے:

ہم نے ایسے لوگوں کو نیست و نابود کر دیا ہے جو ہر شہر کی مجالس میں
صرف اپنا نام اونچا کرنے کے متمنی رہتے ہیں اے اللہ ہر ایسے خود رو اور
خود بین شخص کی مغفرت نہ فرمانا۔

(۴۹):

مثل من يطُلب الحديث ولا يتفقه ، مثل الصَّيدلاني يجمع
الأدوية ولا يدري لأي داء هو حتى يجيء الطَّبيب هكذا طالب الحديث
لا يعرف وجه حديثه حتى يجيء الفقيه -

جو شخص تفقہ کے بغیر حدیث پڑھتا ہے وہ اس پنساری کی مانند ہے جو
دواء تو بیچتا ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ یہ کس مرض کی دواء ہے۔ جب تک اسکو
ڈاکٹر نہ بتائے اسی طرح محدث حدیث تو جانتا ہے مگر فقہ کا محتاج ہوتا ہے۔

(۵۰):

المسترشدٌ لدينه يكون بعيد الغضب ، ان انت نصحتَ لنفسك
علمتَ انك لم ترد الله باجتماعنا فانما اردت ان تعلم العامة انا نقول

فيك ما تهواه مخافة منك ، ولقد وليت الخلافة وما اجتمع عليك اثنان
من اهل الفتوى والخلافة تكون باجتماع المؤمنين ومشورتهم

المناقب لبرازی: ۶/۱۰۲، ابو حنیفہ: ۱۴۷

دینی امور کی رہبری کرنے والے شخص کو غضب سے بہت دور ہونا
چاہئے اگر آپ اپنی اصلاح کرنا چاہتے ہوں تو آپ اللہ ﷻ کے فیصلہ کو
ہمارے اس اجتماع کی وجہ سے رد نہیں کر سکتے میرا کام تو عامۃ الناس کی
اصلاح ہے اور اس میں آپ کی چاہت یا خوف کے پیش نظر کسی بات کو بدلنا
ہمارے بس میں نہیں ہے اور بلاشبہ آپ خلافت کے منصب پر فائز ہو گئے ہیں
اور اجتماعی طور پر لوگ آپ کے حق میں ہو چکے ہیں لیکن اس سلسلے میں دو
بنیادی حقائق کو سامنے رکھنا لازم ہے ایک تو اہل فتویٰ کے رائے، اور
مؤمنوں کے اجتماع اور انکی مشاورت کی پاسداری کرنا لازم ہے۔

(۵۱):

من ابغضنی جعلہ اللہ مفتیا۔

جو شخص مجھ سے بغض رکھے میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ ﷻ اسکو مفتی

بنادے

فائدہ:

امام اعظم کی بات اس آدمی کو احساس دلانے کے لئے ہے جو فقہ کو
ایک بے کار علم اور فقیہ کو ایک بے کار شخص تصور کرتا ہے۔ کہ جب وہ خود مفتی

بنے گا تو اسکو معلوم ہوگا کہ لوگوں کے شرعی مسائل میں انکی راہنمائی کس قدر مشکل اور خالی تنقید کرنا کس قدر آسان کام ہے

(۵۲):

مَنْ أَرَادَ أَنْ يَنْجُوَ مِنْ عَذَابِ اللَّهِ تَعَالَى فِي الْآخِرَةِ فَلَا يُبَالِ مِنْ عَذَابِ الدُّنْيَا -

جو شخص اللہ ﷻ کے آخرت کے عذاب سے نجات حاصل کرنا چاہے اسکو چاہئے کہ دنیا کی زندگی میں اللہ کی طرف سے آنے والی آزمائشوں کی پرواہ نہ کیا کرے۔

(۵۳):

مَنْ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ لِلدُّنْيَا حَرَمَ بَرَكَتَهُ ، وَلَمْ يَرَسِخْ فِي قَلْبِهِ ، وَلَمْ يَنْتَفِعْ بِهِ أَحَدٌ وَمَنْ تَعَلَّمَ لِّلدِّينِ بُورِكَ لَهُ فِي عِلْمِهِ وَرَسِخَ فِي قَلْبِهِ وَانْتَفَعَ الْمُقْتَبِسُونَ (المُسْتَفِيدُونَ) مِنْهُ بَعْلَمَهُ

جو شخص دین کا علم دنیا کمانے کے لئے حاصل کرے گا اس کی برکت سے محروم رہے گا اور ایسا علم اسکے دل میں راسخ نہ ہوگا اور نہ کسی کو اس سے نفع پہنچے گا، اور جو شخص علم کو دین کی ضروریات کے لئے حاصل کرے گا اللہ ﷻ اسکے علم میں برکت عطاء فرماتے ہیں اور اس کے دل میں علمی رسوخ پیدا فرماتے ہیں اور اس سے استفادہ کرنے والے اور علم حاصل کرنے والے اس سے خوب استفادہ کرتے ہیں۔

(۵۴):

مَنْ تَكَلَّمَ فِي دِينِ اللَّهِ تَعَالَى بِشَيْءٍ فَظَنَّ أَنَّهُ لَا يَسْتَلُّ عَنْهُ كَيْفَ
اِفْتِتِ فَقَدْ سَهَلَ عَلَيْهِ نَفْسَهُ وَدِينَهُ۔

جو شخص اللہ جل جلالہ کے دین کے کسی ایسے مسئلے کے بارے میں رائے
زنی کرتا ہے جس کے بارے میں وہ جانتا ہے کہ اس سے نہ پوچھا جائے گا
کہ اس نے یہ جواب کس انداز میں دیا ہے؟ تو اس کا نفس اور اس کا دین اس
کے لئے آسان ہو جاتا ہے۔

(۵۵):

مَنْ جَعَلَ قَاضِياً فَهُوَ كَالْغَرِيقِ فِي الْبَحْرِ الْأَمْتِي يُسْبِحُ وَإِنْ كَانَ
سَابِحاً

جس شخص کو کسی جگہ کا قاضی بنایا گیا اسکی مثال ایسے ہے جیسے اسکو سمندر
میں بہا دیا گیا ہو، ہاں اگر وہ پیرا کی جانتا ہو تو اس پیرا کی کی وجہ سے وہ اپنی
جان بچا سکتا ہے اسی طرح قاضی اگر مسائل قضائت جانتا ہوگا تو اس
آزمائش سے اسکی جان بچ سکتی ہے۔

(۵۶):

مَنْ صَنَعَ الْيَكْمَ مَعْرُوفًا فَكَافَتْهُ فَا نَ تَجَدُّوا مَا تَكْفَتْهُ فَا نْتَوَا
عَلَيْهِ ۔

جو شخص آپ کے ساتھ نیکی کرے اسکی نیکی کا بدلہ ضرور دیا کرو کیونکہ

بعض اشخاص ایسے ہوتے ہیں کہ نیکی کے بدلہ دیا جائے تو خوش ہوتے ہیں۔

:(۵۷)

من طلب الحدیث ولم یطلب تفسیرہ فقد ضاع سعیه وصار

وبالا علیہ

جو شخص علم حدیث کی طلب میں مشغول رہا اور اسکے مفہوم اور معانی سے صرف نظر کرتا رہا اس نے اپنی ساری محنت رائے گاں کر دی اور اسکا حاصل کردہ وہ علم اس کے لئے وبال کا باعث بن جائے گا

:(۵۸)

من طلب الرئاسة قبل وقتها (فی غیر حینہ لم یزل) عاش فی ذل

(ما بقی)۔

اخبار ابیحنیفة: ۳۰

جو شخص وقت سے پہلے عزت و سرداری کا طلب گار بنتا ہے وہ زندگی

بھر ذلیل خوار رہتا ہے۔

:(۵۹)

مَنْ كَرَمَتْ عَلَيْهِ نَفْسَهُ هَانَتْ عَلَيْهِ الدُّنْيَا وَكُلُّ شَيْءٍ فِيهَا۔

جو شخص اپنے نفس کو معزز سمجھتا ہے اس کو دنیا میں ذلت ملتی ہے اور اس

کو دنیا کے سارے مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

:(۶۰)

من لم يمنعہ العلم عن محارم اللہ تعالیٰ ولم یحجزہ عن المعاصی فهو من الخاسرین۔

جس شخص کو اس کا علم اللہ ﷻ کے محرمات سے نہیں روکتا اور اس کے معاصی کے ارتکاب سے مانع نہیں ہوتا وہ شخص خسارہ پانے والوں میں سے ہے۔

(۶۱):

مَنْ وَصَفَ خَفَّ امْرَأَةً صَغِيرَةً أَوْ كَبِيرَةً فَقَدْ وَصَفَ قَدَمَا وَمَنْ وَصَفَ قَدَمَهَا لَمْ يَكُنْ عَدُولًا۔

جو شخص عورت کے زمیں پر لگے نشان کو پہچان سکتا ہے خواہ وہ عورت چھوٹی عمر کی ہو یا بڑے عمر کی وہ شخص عورتوں کے قدموں کو بھی پہچان سکتا ہے اور جو عورتوں کے قدموں کو پہچان سکتا ہو وہ عادل نہیں ہو سکتا۔

(۶۲):

کسی جگہ کچھ لوگ تھے جو مل کر علم فقہ میں بحث و مباحثہ کیا کرتے تھے اس بات کا تذکرہ امام اعظم کے سامنے کیا گیا کہ کچھ لوگ اس طرح علم فقہ میں مذاکرہ کیا کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا:

هل لهم رأس؟ قال لا۔ قال لا ينتفع هؤلاء ابدا

کہ کیا انکا کوئی بڑا بھی ہے جس کی نگرانی میں وہ علم فقہ میں بحث و مباحثہ کیا کرتے ہیں؟ جواب دیا گیا کہ نہیں انکا کوئی بڑا نہیں ہے۔ تو آپ نے

فرمایا پھر تو وہ ساری زندگی بھی لگے رہیں تو بھی کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکتے۔

(۶۳):

يا ابراهيم انك رزقت من العبادة شيئاً صالحاً فليكن العلم من بابك (بالك) فانه رأس العبادات وقوام الدين وبه قوام الامور۔

اے ابراہیم! بلاشبہ آپ کو عبادات صالحہ میں سے ایک وافر حصہ نصیب کیا گیا ہے، لہذا علم کو اپنی عبادت کے دروازے کا پہرے دار بنا دے یا اسکو اپنے حال پر غالب کر لے کیونکہ یہ تمام عبادات کی بنیاد ہے اور دین کے امور کا قوام ہے اور بہت سارے امور کا استحکام اسکی کی وجہ سے قائم ہے

(۶۴):

امام اعظم نے فرمایا کہ میں نے اللہ تبارک و تعالیٰ کی ننانوے مرتبہ زیارت کی اور ایک دن مجھے یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر اب مجھے اللہ تعالیٰ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تو اللہ تعالیٰ سے ایسا کلام پوچھوں گا جس کے پڑھنے سے اسکی مخلوق آخرت کے عذاب سے نجات حاصل کر لے۔

اس کے بعد جب اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوئی تو میں نے عرض کی کہ یا اللہ تعالیٰ تیرا قرب عزت کا باعث ہے، تیری تعریف بڑی بلند شان والی ہے اور تیرا نام بڑا مقدس ہے۔

اے اللہ وہ کونسا کلام ہے جسکو آپ کی مخلوق پڑھے تو آپ کے

عذاب سے نجات پاسکے؟ اللہ ﷻ نے مندرجہ ذیل کلمات التقاء فرمائے اور فرمایا جو شخص ان کلمات کو صبح اور شام کو پڑھا کرے گا وہ میرے عذاب سے نجات پالے گا۔

سُبْحَانَ الْاَبَدِيِّ الْاَبَدِ ، سُبْحَانَ الْوَاحِدِ الْاَحَدِ ، سُبْحَانَ الْفَرْدِ
الصَّمَدِ ، سُبْحَانَ رَافِعِ السَّمَاءِ بِغَيْرِ عَمَدٍ ، سُبْحَانَ مَنْ بَسَطَ الْاَرْضَ عَلَى
مَاءٍ جَمَدٍ ، سُبْحَانَ مَنْ خَلَقَ الْخَلْقَ فَاَحْصَاهُمْ عَدَدٍ ، سُبْحَانَ مَنْ قَسَمَ
الرِّزْقَ وَلَمْ يَنْسَ اَحَدًا ، سُبْحَانَ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا ، سُبْحَانَ
الَّذِي لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا اَحَدٌ ۔

پاک ہے وہ ذات جو ہمیشہ سے اور ہمیشہ رہے گی۔ پاک ہے وہ ذات جو کیتا ہے اور تنہا ہے۔ پاک ہے وہ ذات جو اکیلا ہے اور بے نیاز ہے پاک ہے وہ ذات جس نے آسمانوں کو بلاستون وسہارے کے اس قدر بلند یوں پر قائم کیا ہوا ہے۔ پاک ہے وہ ذات جس نے زمین کو جمے ہوئے پانی پر پھیلا یا ہوا ہے۔ پاک ہے وہ ذات جس نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا اور انکی تعداد کو بھی وہ اچھی طرح جانتا ہے۔ پاک ہے وہ ذات جس نے رزق تقسیم کیا اور اس تقسیم میں وہ اپنی مخلوقات میں سے کسی کو بھی نہیں بھولا۔ پاک ہے وہ ذات جو بیوی بچوں کے عیب سے بلند و بالا ہے۔ پاک ہے وہ ذات جس کی کوئی اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد میں سے ہے اور نہ ہی کوئی اس کا ہمسر ہے۔

(۶۵):

مَنْ تَكَلَّمَ فِي شَيْءٍ مِنَ الْعِلْمِ وَهُوَ يَظُنُّ أَنَّ اللَّهَ لَا يَسْأَلُهُ عَنْهُ، كَيْفَ أَفْتَيْتَ فِي دِينِ اللَّهِ؟ فَقَدْ سَهَلْتَ عَلَيْهِ نَفْسَهُ وَدِينَهُ -
 جو شخص علم کے معاملے میں کوئی ایسے انداز سے بات کرتا یا کہتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ اس سے باز پرس نہ کرے گا، تو اس کو دین کے معاملات میں فتویٰ بازی کرنے کا کوئی حق نہیں ہے البتہ اس شخص نے اپنے دین کے معاملات اور اپنے لئے تسہیل پسندی اختیار کر لی ہے اس دین میں جو اللہ تعالیٰ کے احکامات ماننے کا درست طریقہ ہے اس میں سست ہو گیا ہے۔

(۶۶):

جس نے اپنے آپ کو معاصی اور فواحش سے باز نہ رکھا اس سے زیادہ زیاں کار کون ہو سکتا ہے؟

(۶۷):

علمائے دین کے واقعات بیان کرنا اور انکی مجلسوں میں بیٹھنا میرے نزدیک بہت سارے فقہی مباحث سے بہتر ہے کیونکہ ان کے اقوال و مجالس انکے آداب و اخلاق ہیں۔

(۶۸):

حصول علم کے لئے دل جمعی درکار ہے اور دل جمعی معلومات بڑھانے سے نہیں گھٹانے سے آتی ہے۔

:(۶۹)

دنیا سے تعلقات کم کرنے کا یہ مطلب ہے کہ آدمی دنیا سے ضروری چیزیں لے لے اور غیر ضروری چھوڑ دے۔

:(۷۰)

مصائب گناہوں کا نتیجہ ہوتے ہیں لہذا معصیت کار کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ مصیبتوں کے نزول کے وقت واویلا کرتا پھرے۔

:(۷۱)

علم بغیر عمل کے ایسا ہے جیسے جسم بغیر روح کے جب تک علم تمام طرح سے عمل میں نہیں آئے گا نہ وہ کافی ہوگا اور نہ مخلصانہ ہوگا۔

(منقول از سنہری اقوال از طفر اقبال)

..... بِسْمِ اللّٰہِ
بِسْمِ اللّٰہِ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ

وَعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ

وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

وَصَلِّ عَلَيْهِ



﴿ ۱۶ ﴾

دیوان امام نعمان

☆.....☆.....☆

الحمد لله رب العالمين ، (والصلاة والسلام) على سيد
 الانبياء والمرسلين ، وعلى عباد الله المقربين ، واصحابه
 اجمعين ، (والنمة المجرىين ، ومن تبعهم بالا حسانا الى يوم
 الدين) ۔

اللہ تعالیٰ کا لاتعداد شکر ہے اس بناء پر کہ اس نے خدمت دین کا
 شرف نصیب فرمایا اور امام اعظم سے منقول مختلف وصیتوں کو تاریخ میں پہلی
 بار یک جا جمع کر کے احسن انداز میں قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی
 سعادت بخشی ، اور اسکے آخر میں امام اعظم سے منقول چند اشعار جو نظر سے
 گزرے وہ بنام دیوان یک جا جمع کئے جا رہے ہیں۔ اور قارئین کی خدمت
 میں یہ التماس بھی ہے کہ بندہ اس میدان سے نابلد اور نا آشنا بھی ہے البتہ
 ایک بنیاد رکھی جا رہی ہے اور انشاء اللہ آئندہ اسکے اہل کو اللہ اس خدمت
 کے لئے ضرور قبول فرمائے گا

:(۱)

ومن المروة للفتی ما عاش دار فاخره

فاشکر اذا اوتيتها و اعمل لدار الاخرة

اور آدمی کی مرؤت میں سے یہ بات ہے کہ وہ اس دنیا پر فخر کرتے ہوئے زندگی نہیں گزارتا۔ لہذا اللہ ﷻ کا شکر ادا کروا کر اس دنیا طلبی سستی ہو جائے اور آخرت کی کامیابی کے لئے عمل کیا کرو۔

(۲):

كفى حزنا ان لا حياة هنيدة

ولا عمل يرضى به الله صالح

آدمی کے غم کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اس کی زندگی میں راحت اور سکون نہ ہو اور اس کے پاس کوئی ایسا عمل صالح بھی نہ ہو جو اللہ ﷻ کی رضا مندی کا باعث ہو سکتا ہے۔

(۳):

اکثر امام اعظم یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

عَطَاهُ ذِي الْعَرْشِ خَيْرٌ مِنْ عَطَائِكُمْ

وَسِيْبِهِ وَاسِعٌ يَرْجِي وَيَنْتَظِرُ

أَنْتُمْ يَكْدُرُ مَا تَعْطُونَ مَنَّكُمْ

وَاللَّهُ يُعْطِي بِلَا مَنٍّ وَلَا كَدْرٍ

اللہ ﷻ کا انعام تمہارے انعامات سے بہت بہتر اور اس کے فیوضات ایسے ہیں کہ جس کی امید کی جاتی ہے اور اس کے ملنے کا انتظار کیا

جاتا ہے۔

جو تم کسی کو دیتے ہو احسان جتلانے کے ساتھ اس کو گدلا کر لیتے ہو اور اللہ ﷻ انعام فرماتے ہیں اس میں نہ احسان جتلاتے ہیں اور نہ بے مزہ کرتے ہیں۔

(۷):

فلان دعقود العقیان میں حضرت امام اعظم کی طرف یہ شعر منسوب ہیں کہ آپ اپنے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا کرتے تھے

لقد شمرتُ ذیلی طولِ عُمری

لخدمۃ ما بہ اتمامِ فخری

هو الفقه الذی قد جلّ قدراً

فجلّ لقدرہ قدری و ذکری

به نلتُ المعالی فی حیاتی

به عُمری و جاہی کلّ دہری

میں نے اپنی ساری عمر ایک ایسے علم کی خدمت کرنے میں جبہ سائی کی ہے جو میرے لئے باعث سعادت اور فخر ہے۔

وہ علم فقہ ہے جو بڑا ہی بلند اور شان والا علم ہے اور اسی کی وجہ سے مری شان بلند اور تذکرہ عام ہو گیا ہے۔

اسی کی وجہ سے اپنی زندگی میں سب پر بلندی حاصل کر لی ہے اور میری عزت اور جاہ و جلال سارے زمانے پر عیاں ہو گیا ہے۔

(۵):

كَسْرَةُ خَبِزٍ وَقَعْبُ مَاءٍ وَسَحْقُ ثَوْبٍ مَعَ السَّلَامَةِ

خَيْرٌ مِنَ الْعَيْشِ فِي نَعِيمٍ يَكُونُ مِنْ بَعْدِهَا نَدَامَةٌ

روٹی کا ٹکڑا ایک، اور ایک پیالہ پانی کا
بوسیدہ کپڑوں کا جوڑا ایک سلامتی کے ساتھ
بہتر ہے یہ ان نعمتوں بھری زندگی سے آج
کہ ہو بعد جسکے ندامت و شرمندگی کا سامنا۔

(۶):

وَإِذَا تَكُونُ عَظِيمَةً أَدْعِي لَهَا

وَإِذَا يَحْسُ الْحَيْسُ يَدْعِي جَنْدَبَ

اور جب انکو کوئی بڑا ہی عظیم کام درپیش ہوتا ہے تو سب کی مدد کے لئے پکارتا ہے۔ اور جب کوئی ذلیل اور کم تر کام درپیش ہو جائے تو مکڑی کی مانند جانتے ہیں۔

(۷)

عَدِمْنَا ثِقَالَ النَّاسِ فِي كُلِّ بَلَدَةٍ

فیارب لا تغفر لكل ثقیل

ہم نے ایسے لوگوں کو نیست و نابود کر دیا ہے جو ہر شہر کی مجالس میں
صرف اپنا نام اونچا کرنے کے متمنی ہیں اے اللہ ہر ایسے خود روشخص کی
مغفرت نہ فرمانا۔

..... ☆ بحوالہ ☆

﴿ ۱۷ ﴾

مناجات امام



الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين والصلوة والسلام

عملی سیر اللانبياء والمرسلين (مابعد

ﷻ تعالیٰ نے فرمایا میں مانگنے والے کی آواز کو سنتا ہوں لہذا مجھ سے ہی مانگا کرو اور اللہ ﷻ سے مانگنے کا سب سے عمدہ طریقہ اس مالک کائنات کے سامنے اپنی عاجزی اس طور پیش کی جائے کہ اسکو بھی اپنے بندے پر ترس اور رحم آجائے مندرجہ ذیل میں امام اعظم کے دعائیہ کلمات نقل کئے جا رہے ہیں

(۱): اَلِهِيْ اِنْ كَانَ صَغِيْرًا فِىْ جَنْبِ طَاعَتِكَ عَمَلِيْ فَقَدْ كَبِّرَ فِىْ جَنْبِ رَجَائِكَ اُمَلِيْ -

اے میرے مولیٰ اگرچہ میں اطاعت اور فرمانبرداری کے لحاظ سے بہت کم اعمال والا ہوں لیکن مجھے آپ سے مغفرت کی امید بہت زیادہ ہے

(۲): اَلِهِيْ كَيْفَ اِنْقَلَبْتَ بِالْخِيْبَةِ مَحْرُوْمًا وَظَنِّيْ بِجُودِكَ اِنْ تَقَلَّبْنِيْ مَرْحُوْمًا -

اے میرے مولیٰ! تو مجھے ناکام و نامراد اور محروم کر کے اپنے دربار سے کیسے واپس لوٹائے گا جبکہ میرا تو آپ کے ساتھ گمان یہ ہے کہ آپ مجھے محروم نہیں فرمائیں گے۔

(۳): اَللّٰهُمَّ اِن عَزَبَ رَبِّيْ عَن تَقْوِيْمِ مَا يَصْلِحُنِيْ فَمَا عَزَبَ يَقِيْنِيْ عَنِيْ فَمَا يَنْفَعُنِيْ؟

اے میرے مولیٰ! اگر آپ نے میرا پروردگار ہوتے ہوئے بھی مجھے میری ضروریات سے محروم کر دیا تو مجھے میرے اس یقین کے باوجود آپ کے علاوہ کون فائدہ دے گا؟

(۴): اَللّٰهُمَّ اعْزِزْ نَفْسِيْ بِاِيْمَانِكَ فَكَيْفَ تَذَلُّهَا بَيْنَ اِطْبَاقِ نَيْرَانِكَ۔
اے میرے مولیٰ! میں نے اپنے آپ کو تیرے ایمان سے مزین اور معزز کیا ہے بھلا آپ اسکو کیسے جہنم کی آگ میں جلائیں گے؟

(۵): اَللّٰهُمَّ اِذَا تَلَوْنَا مِنْ كِتَابِكَ ”شَدِيْدُ الْعِقَابِ“ اَشْفَقْنَا وَاِذَا تَلَوْنَا مِنْ ”الْعَفْوُ الرَّحِيْمُ“ فَرَحْنَا۔ فَحَنِّ بَيْنَ اَمْرَيْنِ لَا يُؤْمِنُنَا الْكِتَابُ سَخَطُكَ وَلَا يُؤَسِّنُنَا مِنْ رَحْمَتِكَ اِنْ قَصُرَ سَعِيْنَا عَنِ اسْتِحْقَاقِ نَظْرِكَ فَافْضِ عَلَيْنَا رَحْمَتَكَ۔

اے میرے مولیٰ! جب ہم تیری کتاب میں یہ پڑھتے ہیں کہ تو بڑا ہی سخت سزا دینے والا ہے تو ہمارا دل دہل جاتا ہے اور جب ہم یہ پڑھتے ہیں کہ تو بڑا ہی بخشنے والا رحمان ہے تو دل خوشی سے جھوم اٹھتا ہے لہذا ہمارا معاملہ ان دو کیفیتوں کے درمیان اٹکا ہوا ہے تیری کتاب ہمیں تری ناراضگی سے امن نہیں لینے دیتی اور نہ ہی تری رحمت سے مایوس ہونے دیتی ہے اگر آپ کا منظور نظر ہونے میں ہمارے اعمال رکاوٹ بھی ہوں تو بھی اپنی

رحمت کی چادر سے ہمیں ڈھانپ لینا۔

انك لم تنزل بى باراً ايام حياتى فلا تقطع برك عنى ايام وفاتى -
انْ غفرتْ فبفضلك وان عدتْ فبعذلك يامن لا يرعى الا فضله ولا
بخشى الا عدله - من شواهد نعماء الكريم استتمام نعمائه - ومن
محاسن الجود استكمال آلائه -

تو میری ساری زندگی مجھ پر نیکی کرتا رہا مگر میرے موت کے وقت
اپنی اس نیکی سے تو کیسے رک سکتا ہے اگر تو مجھے معاف فرما دے تو یہ تیرا فضل
ہوگا اور اگر تو عذاب دینے کا فیصلہ کرے تو یہ تیرا عدل ہوگا اے وہ ذات
جس سے صرف فضل ہی کی امید کی جاتی ہے اور جس کے عدل سے ہی ڈر آتا
ہے۔ اے قابل عزت نعمتوں کے پیدا کرنے والے ہم آپ سے اپنے اوپر
آپکی نعمتوں کو مکمل فرمانے کی التماس کرتے ہیں اور اے سخاوتوں کی خوبیوں
کے مالک اپنی انعامات ہم پر فرما۔

(۶): اَلِهٰی اِنْ اَخْطٰٓ طَرِیْقَ النِّظْرِ لِنَفْسِیْ بِمَا فِیْہِ کَرَامَتِہَا فَفَقَدَ تَبِیْنَتْ
طَرِیْقَ الْفِرْعِ بِمَا فِیْہِ سَلَامَتِہَا۔

اے میرے مولیٰ! اگرچہ دیکھنے کے لحاظ سے میں نے اپنے نفس کے
ساتھ بہت سی غلطیاں کی ہیں لیکن اس میں آپکی طرف سے عزت دیئے
جانے کا امکان ہے اور آپ نے ہمارے لئے خوف کا راستہ تو ظاہر فرمایا
ہے جبکہ اس میں سلامتی کے امکانات بھی روشن ہیں۔

(۷): اَللّٰهُمَّ اِن كُنْتَ غَيْرَ مُتَاَهِّلٍ لِّمَا اَرَجُوْا مِنْ رَحْمَتِكَ فَانْتَ اَهْلٌ اِنْ تَجُوْدُ عَلٰى الْمَذْنِبِيْنَ بِفَضْلِكَ -

اے میرے مولیٰ! اگرچہ میں اس قابل تو نہیں کہ تجھ سے تیری رحمت کا امیدوار بن سکوں لیکن تو ایسی ذات تو ہے کہ گناہگاروں پر اپنے فضل کی سخاوت فرمائے۔

(۸): اَللّٰهُمَّ اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَنْتَ اَوْلٰى بِهٖ مِنَ الْمَاْمُوْرِيْنَ وَاَمْرٌ بِصَلٰةِ السَّوْاْلِ وَاَنْتَ خَيْرُ الْمَسْئُوْلِيْنَ -

اے میرے مولیٰ! تو نے ہمیں نیکی اختیار کرنے کا حکم دیا ہے جبکہ سارے محکوموں سے زیادہ آپ اس کے لائق ہیں اور آپ نے ہمیں سائل کے سوال پر نرمی اختیار کرنے کا حکم دیا اور سارے مسئولین میں سے سب سے اس بات کے زیادہ اہل ہیں۔

(۹): اَللّٰهُمَّ سَتَرْتَ عَلٰى فِى الدُّنْيَا ذُنُوْبًا اَنَا الِى سَتَرَهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَحْوَجٌ ، فَلَا تَضْحَنِىْ بِهَا عَلٰى رُوْسِ الْاَشْهَادِ -

اے میرے مولیٰ! دنیا میں میرے گناہوں پر تو نے پردہ ڈالے رکھا اور میں روز قیامت میں اس بات کا زیادہ ضرورت مند ہوں کہ لوگوں کے سامنے مجھے شرمندہ نہ فرمانا۔

(۱۰): اَللّٰهُمَّ لَا تَرْدِنِىْ عَنْ حَاجَةِ اَفْنِيْتِ عَمْرِىْ فِى طَلْبِهَا مِنْكَ -

اے میرے مولیٰ! میری کسی حاجت کو مجھ سے دور نہ کرنا جس کی

طلب میں میں نے عمر کا ایک حصہ کھپا دیا ہو۔

(۱۱): اَللّٰهُمَّ هَبْ لِيْ تَوْبَةً نَّصُوْحًا تَذِيْقُنِيْ مِنْ حَلَاوَتِهَا وَتَوْصِلْ اِلَيَّ قَلْبِيْ
بِرَدِّ رَافَتِهَا حَتّٰى اَكُوْنَ فِى الدُّنْيَا غَرِيْبًا وَلَكَ عَبْدًا مَّجِيْبًا فَاصْبِرْ فِى الدُّنْيَا
بِقَلْبٍ حَزِيْنٍ وَعَيْنٍ سَخِيْنَةٍ وَطَوْلِ بَكَاءٍ وَكَثْرَةِ دَعَاٍ -

اے اللہ! مجھے توبہٴ نصوحا کی توفیق نصیب فرما اور اسکی مٹھاس کا
ذائقہ نصیب فرما اور اسکی ٹھنڈک اور نرمی میرے دل کی گہرائی تک پہنچا، تا
کہ میں دنیا میں غریب بن سکوں اور آخرت میں تیری بارگاہ کا بندہ مستجاب
الدعوات بن سکوں، اور دنیا میں تیری یاد میں غمگین دل والا اور انصاف
پسند آنکھ والا اور اپنی بارگاہ میں بہت زیادہ رونے اور زیادہ دعائیں کرنے
والا بنا۔

(۱۲): اَللّٰهُمَّ مَنْ اَنْزَلَ حَاجَتَهُ بِاَحَدٍ مِنَ النَّاسِ اَوْ طَلَبَهَا اِلَيْهِ اَوْ وُثِقَ فِيْهَا
بِغَيْرِكَ فَانِيْ لَا اَنْزَلَ حَاجَتِيْ اِلَّا بِكَ وَلَا اَطْلُبُهَا اِلَّا اِلَيْكَ -

اے اللہ! بہت سارے لوگ ہیں جو لوگوں کے ساتھ اپنی حاجات کو
وابستہ کر لیتے ہیں یا ان سے اپنی حاجات کا مطالبہ کرتے ہیں یا اپنی حاجات
کی تکمیل میں ان سے امیدیں لگا لیتے ہیں مگر میری کوئی حاجت تیری سوا کسی
کے سامنے نہیں ہے اور نہ ہی میں تیرے سوا کسی سے کسی حاجت کا طلب گار
ہوں۔

(۱۳): فَاقْضِ يَارَبِّ حَاجَتِيْ فَاَنْتَ مَنْتَهَى الْحَوَائِجِ ، وَاَجْعَلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ

مع الابرار ، واعتقنى من النار ، واغفرلى عكوفى على الذنب بالعشى
والابكار۔

اے میرے پروردگار! میرے حاجات پوری فرما، میری ساری
حاجات اور تمناؤں کا آپ ہی منتہاء ہو، اپنی رحمت کے ساتھ مجھے نیکو کاروں
میں سے بنانا، مجھے جہنم کی آگ سے محفوظ فرما اور صبح شام میرے گناہوں پر
جھے رہنے کو بھی معاف فرما۔

اے میں بحر منہ النبى (الکریم یا رب العالمین)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَا إِلَهَ إِلَّا

اللَّهُ

الرَّسُولُ

مُحَمَّدٌ

المراجع

☆.....☆.....☆.....☆

- (۱): ابو حنیفہ واصحابہ المحدثون لعثمانی
- (۲): الابانة عن اصول الديانة لاشعری
- (۳): أحكام القرآن لجصاص الرازی
- (۴): اخبار ابی حنیفہ واصحابہ لسمیری
- (۵): اختصار علوم الحديث ابن کثیر
- (۶): الاخبار الطوال لدينوری
- (۷): اشارات المرام کمال الدين احمد البياضی
- (۸): الاشباه والنظائر علامه ابن نجيم الحنفی
- (۹): الاصابه فی تمييز الصحابة ابن حجر
- (۱۰): الاعتصام للشاطبي
- (۱۱): الاعلام لزرکيلي
- (۱۲): الانتقاء يوسف بن عبد البر
- (۱۳): الامام ابو حنیفہ ابو عبد اللہ الذهبي
- (۱۴): ابو حنیفہ النعمان وهبي سليمان غاوجی

ابو زہرہ	(۱۵): ابو حنیفہ
محمد السرخسی	(۱۶): اصول الفقہ
لکوثری	(۱۷): بلوغ الامانی
ابو بکر بن الخطیب بغدادی	(۱۸): تاریخ بغداد
علامہ ابن خلدون	(۱۹): تاریخ
	(۲۰): تاریخ ملت
للسیوطی	(۲۱): تبیض الصحیفہ
للسیوطی	(۲۲): تدریب الراوی
شمس الدین الذہبی	(۲۳): تذکرۃ الحفاظ
زاهد الکوثری	(۲۴): تانیب الخطیب
محمد بن احمد السنہلی	(۲۵): تنسیق النظام
للکنوی	(۲۶): تعلیق المجدد
لعسقلانی	(۲۷): تہذیب لتہذیب
یوسف بن عبد البر	(۲۸): جامع بیان العلم
لشیبانی	(۲۹): الجامع الصغیر
لشیبانی	(۳۰): الجامع الکبیر
محمد بن محمود الخوارزمی	(۳۱): جامع المسانید
لقرشی	(۳۲): الجواهر المضیة
سید عقیفی	(۳۳): حیاة ابی حنیفہ
اجمل خان	(۳۴): حیاة امام اعظم

- | | |
|-----------------------|--|
| علامہ زاہد الکوثری | (۳۵): حسن التقاضی |
| احمد بن الحجر الہیتمی | (۳۶): الخیرات الحسان |
| علاء الدین الحصکفی | (۳۷): الدر المختار |
| لابن عابدین | (۳۸): رد المحتار |
| لابی یوسف | (۳۹): الرد علی سبیر الاوزاعی |
| لابن عابدین | (۴۰): رسائل |
| عبد الحی لکھنوی | (۴۱): الرفع التنکیل |
| مصطفی السباعی | (۴۲): السنة ومکانتها فی التشریح الاسلامی |
| لابن ماجہ | (۴۳): سنن |
| لترمذی | (۴۴): سنن |
| لابی داود | (۴۵): سنن |
| لنسائی | (۴۶): سنن |
| لبیہقی | (۴۷): سنن الکبری |
| شبلی وندوی | (۴۸): سیرۃ النبی |
| ابو الحسن زید فاروقی | (۴۹): شان امام اعظم |
| للکائی | (۵۰): شرح السنة |
| ابو الوفاء الافغانی | (۵۱): شرح کتاب الآثار |
| ملا علی قاری | (۵۲): شرح الفقہ الاکبر |
| لطحاوی | (۵۳): شرح معانی الآثار |
| لطحاوی | (۵۴): شرح مشکل الآثار |

- | | |
|----------------------|--|
| لقاضى خان | (۵۵): شرح الزیادات |
| لبخارى | (۵۶): صحيح |
| لمسلم القشیرى | (۵۷): صحيح |
| لابن حبان | (۵۸): صحيح |
| | (۵۹): الصحاح فى اللغة |
| لتمیمی | (۶۰): طبقات السنیة |
| لكنكوهى | (۶۱): ظفر المحصلین |
| محمد بن یوسف الصالحى | (۶۲): عقود الجمال |
| للزیبى | (۶۳): عقود جواهر المنیفة |
| لطحاوى | (۶۴): العقیدة الطحاویة |
| ابن الصلاح | (۶۵): علوم الحدیث |
| ابن قتیبه | (۶۶): عیون الاخبار |
| للغزوى | (۶۷): الغرة المنیفة |
| لحموى | (۶۸): غمزة عیون البصائر |
| زاهد الكوثرى | (۶۹): فقه اهل العراق وحدثهم |
| كمال الدين ابن هماد | (۷۰): فتح القدير |
| ابن نديم | (۷۱): الفهرست |
| اللكنوى | (۷۲): الفوائد البهیة |
| صبحى محمصانى | (۷۳): فلسفه شریعت اسلامى |
| | (۷۴): كتاب الحجة على اهل المدينة لشیبانى |

- | | |
|---------------------|--|
| محمد الشافعی | (۷۵): کتاب الام |
| لشیانی | (۷۶): کتاب الآثار |
| لشیانی | (۷۷): کتاب السیر والخراج |
| لشیانی | (۷۸): کتاب السیر الصغیر |
| لشینیانی | (۷۹): کتاب السیر الکبیر |
| لابن ابی عاصم | (۸۰): کتاب السنة |
| شرف الدین یمنی | (۸۱): قلائد عقود العقیان |
| محمد زکریا کاندھلوی | (۸۲): لامع الدراری |
| لسرخسی | (۸۳): المبسوط شرح الکافی |
| لعلوی | (۸۴): مجموعہ الفقہ الاکبر |
| داماد آفندی | (۸۵): مجمع الانہر |
| لکنوی | (۸۶): مجموعی رسائل |
| لبلیاوی | (۸۷): مصباح اللغات |
| لشہرستانی | (۸۸): الملل والنحل |
| احمد جودت | (۸۹): المعلومات النافعة |
| | (۹۰): المدخل الی دراسة علم الکلام لحسن الشافعه |
| ملا علی القاری | (۹۱): مرقاة المفاتیح |
| عبد الفتاح ابو غدة | (۹۲): مسئلة خلق القرآن |
| لحصکفی | (۹۳): مسند امام اعظم |
| ابو نعیم الاصفهانی | (۹۴): مسند امام |

- (۹۵): مكانة ابى حنيفة بين المحدثين لبحارثى
- (۹۶): مقالات لكوثرى
- (۹۷): المناقب ابوالمؤيد موفق المكي
- (۹۸): المناقب محمد بن محمد الكردى
- (۹۹): المناقب لابن البزازى
- (۱۰۰): الميزان عبد الوهاب الشعرانى
- (۱۰۱): النكت الطريفة زاهد الكوثرى
- (۱۰۲): مجموعه وصايا امام اعظم مفتى عاشق الهى
- (۱۰۳): المناقب علامه شمس الدين الذهبى
- (۱۰۴): وفايات الاعيان لابن خلكان
- (۱۰۵): اليواقيت والجواهر لشعرانى

تصانیف حضرت مفتی رشید احمد العلوی

- ۱: شرح عشرين لابی حنیفہ تالیف و تشریح
- ۲: شرح الفقه الاکبر شرح و تحقیق
- ۳: شرح الفقه الاوسط از ابو منصور ماتریدی و گیسودراز
- ۴: امام اعظم کی وصیتیں اور نصیحتیں مجموعۃ الوصایا
- ۵: اربعین ابی حنیفہ (ایمان، عبادات، معاملات)
- ۶: جامع المسانید تجرید اسناد و ترقیم جدید
- ۷: نماز کے مسائل خلاصہ اور شروط بمع ضمیمہ
- ۸: مجموعہ الفقه الاکبر: اول تصانیف الامام الاعظم
- ۹: مجموعہ الفقه الاکبر: دوم معروف المتن المعبرۃ
- ۱۰: علامات اهل السنۃ تالیف و ترجمہ
- ۱۱: قواعد الاحکام قواعد فقہ حنفی
- ۱۲: سود کی متبادل اساس تصنیف
- ۱۳: الانعام فی سیرۃ الامام تالیف
- ۱۴: رسالہ الماتریدیہ تالیف
- ۱۵: منیۃ المصلی حاشیہ

